

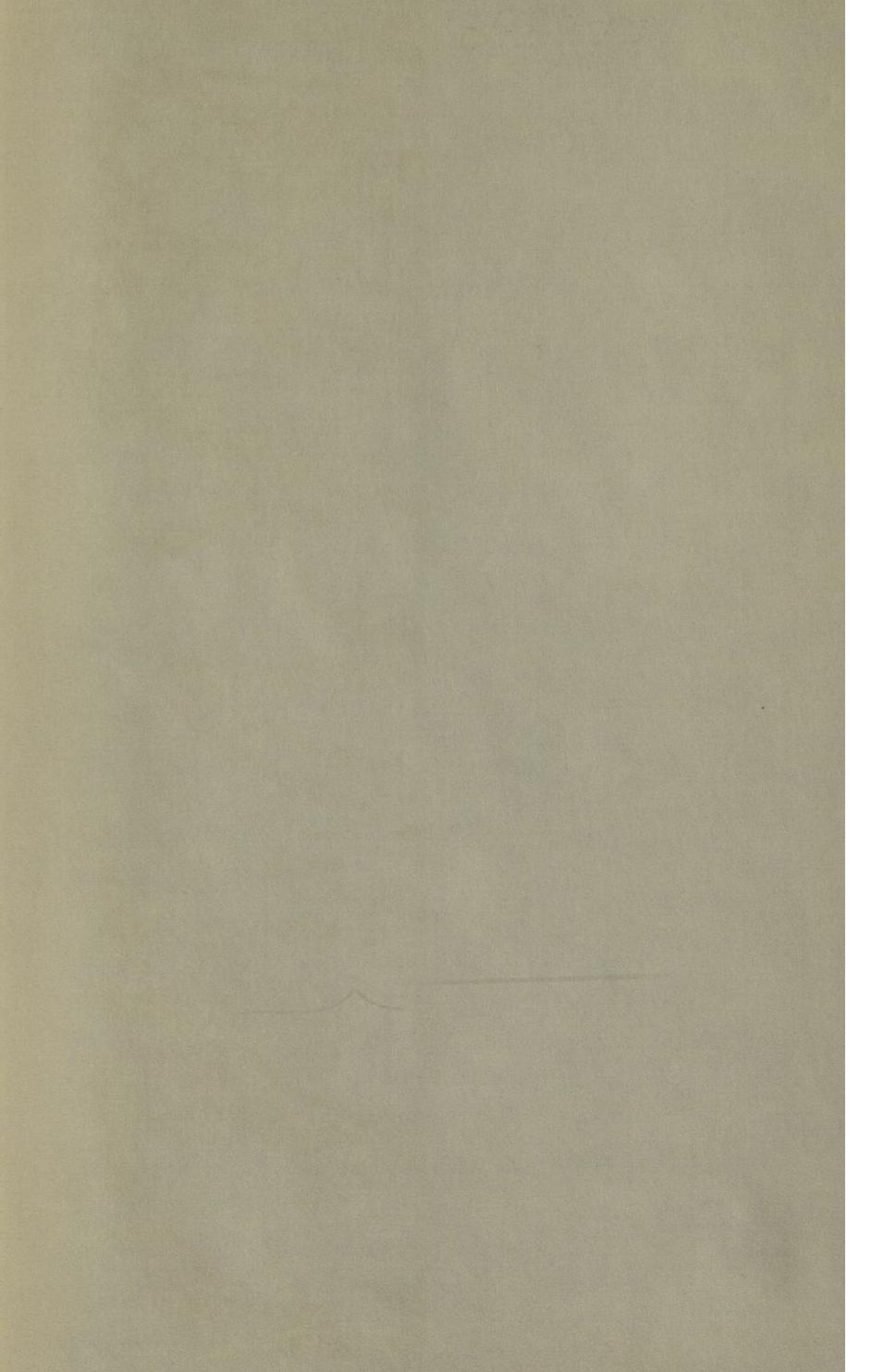
راجہ شاہ جہاں شاہ
 شاہ جہاں شاہ
 اپنے رب کی
 راہ کی طرف بلاؤ کی تدبیر اور اپنی نصیحت

ایمانی تقریریں

حضرت علامہ الحاج عبدالحی المصطفیٰ عظمیٰ مجددی مدظلہ

رومی پبلیکیشنز

اردو بازار ————— لاہور ۲



اے رب کی
راہ کی طرف بلاؤ کی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

ایمانی تقریریں

حضرت علامہ الحاج عبد فی المصطفیٰ عظمیٰ مجیدی مدظلہ

رومی پبلیکیشنز

۳۸ اردو بازار — لاہور ۲



نام کتاب _____ ایمانی تقریریں
مصنف _____ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی مدظلہ
محرک _____ سید اعجاز احمد
مصحح _____ محمد مختار حق عالم
کتابت _____ محمد نعیم خوشنویس - حضرت کیا نوالہ
ناشر _____ رومی پبلیکیشنز - لاہور
مطبع _____ عالمین پرنٹرز - لاہور
قیمت _____ ۲۱ روپے



واحد تقسیم کار

فرید بک ٹال
۴۰ اردو
لاہور بازار،
۲

عرض حال

ایک مدت دراز سے احباب اہل سنت خصوصاً مخلصین تلامذہ کا شدید اصرار تھا کہ میں چند مواعظ نہایت ہی عام فہم و سلیس زبان میں تحریر کر دوں، تاکہ علماء و طلبہ و عوام سبھی ان سے مستفید ہو سکیں مگر مشاغل درس و مواعظ و فتاویٰ و دیگر تصانیف کی مصروفیات سے اتنی مہلت ہی نہیں ملی کہ ارشاد و اجاب کی تعمیل کروں۔ لیکن بالآخر احباب کے پیہم تقاضوں سے مجبور ہو کر فی الحال سات تقریروں کا مجموعہ۔

ایمانی تقریریں

ہدیہ ناظرین کتابوں جو حسب ذیل عنوانوں پر مشتمل ہے۔

دب العالمین، رخصتہ للعالمین۔ سید المرسلین، محبوب العارفین، حضرم العاشقین
قرآن مبین: بشارة المؤمنین۔ امیدوار ہوں کہ احباب میری کوتاہیوں سے درگزر اور غلطیوں سے اجتناب فرما کر مجھے اپنی دعائے صلاح و فلاح سے سرفراز فرماتے رہیں گے اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر احباب نے اس سلسلے کو پسند فرمایا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے دوسرے حصے بھی بہت جلد تحریر کر کے نذر ناظرین کر دوں گا کیونکہ ابھی بہت سے ضروری مضامین دماغ کی کوٹھری سے نوک قلم و صفحہ قرطاس پر آنے کے لیے بے قرار ہیں، قدر دانوں کی دعوت کرم کا انتظار ہے۔

اگرچہ سلسلہ نطق گسست آتا چہ گویم این کہ ہنوزم چہ آرزو باقی است
ورق تمام شد و قصہ نامتسام بماند شب آخر آمد و صد گوہ گفتگو باقی است

نیا نر مند :- عبدالمصطفیٰ الاعظمیٰ غنی عنہ گوسی - ۲۶ رمضان ۱۳۸۶ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتساب

میں اپنی اس پیش کش کو حضرت والد ماجد

جناب حافظ عبد الرحیم صاحب قبلہ اشرفی

رحمۃ اللہ علیہ کے

نام سے معنون کرتا ہوں جو ۲۰ صفر ۱۳۸۷ھ کو رحلت فرما گئے

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ناظرین کرام! ایصالِ ثواب فرما کر ممنون فرمائیں



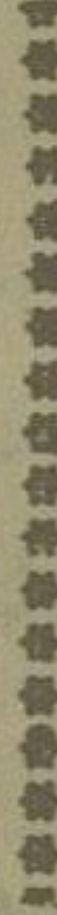
فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۵	لطیفہ		پہلا وعظ
۳۸	حاضر جواب بڑھیا	۱۱	رب العالمین
۳۹	اسلامی توحید	۱۲	گنگا کا جواب
۴۲	شرک کیا ہے؟	۱۵	ہمالیہ کا وعظ
۴۲	لطیفہ	۱۶	پودوں کی تقریر
۴۴	دیوبندی دلیل کا رد	۱۷	درختوں کا نعرہ
۴۶	کلمہ طیبہ	۱۹	چاند اور سورج کا خطبہ
		۲۰	مخلوق دلیل خالق
	دوسرا وعظ	۲۲	دانشمند اعرابی
۴۸	رحمۃ للعالمین	۲۴	امام ابو حنیفہ کا مناظرہ
۵۵	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵	لطیفہ
۵۶	گل دستہ نعت	۲۶	امام مالک کا استدلال
۵۸	گرو نانک کی چوپائی	۲۸	امام شافعی کی دلیل
۵۹	ایک نکتہ	۳۰	عالم اکبر، عالم اصغر
۶۰	جنتی ربیعہ	۳۲	نماز افضل العبادات کیوں ہے؟
۶۳	ہوشیار لونڈی	۳۴	ایک منکر خدا کا انجام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۵	تعلیمِ رحمت	۶۵	بہلول دانا
۸۵	اسلام ایک وسیع مذہب ہے۔	۶۶	فرمان بردار زمین
۸۶	حرفِ آخر	۶۸	زمین کی ٹھکرائی ہوئی لاش
	تمیزِ آدِ عظم	۶۸	پانی دودھ بن گیا
		۶۹	حضرت انس کا دستِ خوان
۸۹	سید المرسلین	۷۰	خونِ ناک آنحضرت
۹۲	ایک بدعتیہ کٹھن: ہلا	۷۱	لکڑی کی تلوار
۹۵	رسول	۷۲	ٹہنی کی ٹارچ
۹۸	معراجِ موسوی	۷۲	حضرت ابوہریرہ کی تھیلی
۹۹	معراجِ محمدی	۷۳	ترکیبِ نحوی
۱۰۰	موسیٰ علیہ السلام کی نظر	۷۶	حیات النبی
۱۰۳	ایک دیونیدی طالبِ علم	۷۸	عالم ماکان و مایکون
۱۰۴	کتنے جنتی، کتنے دوزخی	۷۹	حضرت جبریل پر رحمت
۱۰۶	نبی	۸۰	مومنین پر رحمت
۱۰۷	جنتی بلال	۸۱	کفار پر رحمت
۱۱۰	سرِ یاشفا خانہ	۸۲	غلاموں پر رحمت
۱۱۰	سو برس کا جوان	۸۲	زید بن حارثہ
۱۱۰	جوان بڑھیا	۸۳	عورتوں پر رحمت
۱۱۰	سوتلوں کا باپ	۸۴	بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت
۱۱۰	قتادہ کی آنکھ	۸۴	جانوروں اور درختوں پر رحمت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	چوتھا وعظ	۱۱۳	نبی اور علم غیب
۱۳۲	محبوب العارفین	۱۱۳	مغلوب غالب ہوگا
۱۳۵	لیلیٰ محبتوں کی کہانی	۱۱۳	کون کب اور کہاں مرے گا؟
۱۴۲	قیامت کی تیاری	۱۱۳	ماں کے پیٹ میں کیا ہے۔
۱۴۳	انصار کا ایثار	۱۱۴	کون پہلے اور کون بعد کو مرے گا؟
۱۴۵	بال کا استقلال	۱۱۴	ابو ذر کا کفن
۱۴۵	عمارؓ کے کوٹلوں پر	۱۱۵	حضرت علیؓ کی شہادت
۱۴۶	خواب کی جلی ہوئی پیٹھ	۱۱۵	اُمی
۱۴۶	بی بی سمیہ کا خون	۱۱۶	مبشر توراۃ و انجیل
۱۴۷	زید بن دثنہ کی شہادت	۱۱۶	آمر و ناہی
۱۴۸	خبیب سولی پر	۱۱۷	اچھائی اور برائی کی کسوٹی
۱۵۱	انس بن نصر کے اسی زخم	۱۱۸	السانیت کا محسن اعظم
۱۵۱	قدم رسول پر شہادت	۱۱۹	نافع الخلائق، نافع البلاء
۱۵۳	بیٹے کی تلوار باپ کا سر	۱۱۹	لطیفہ
۱۵۳	پاک بستر، ناپاک باپ	۱۲۰	صاحب النور
۱۵۴	شمشیر صدیق نور نظر پر	۱۲۱	فلاح کی چار شرطیں
۱۵۴	ابو سلمہ کے زن و فرزند	۱۲۲	ایمان
۱۵۵	مدینے کی ایک ضعیفہ	۱۲۳	تعظیم رسول
۱۵۶	شمشیر عمر اور ماموں کا سر	۱۲۷	نصرت رسول
۱۵۸	جہاد فی سبیل اللہ	۱۲۹	قرآن کی پیروی

ردیف	موضوع	تاریخ	ملاحظات
۱۳۴	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۳۵	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۳۶	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۳۷	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۳۸	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۳۹	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۰	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۱	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۲	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۳	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۴	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۵	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۶	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۷	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۸	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۴۹	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...
۱۵۰	سید الشهدا	۱۳۴۹	در این روز...





حمدِ باری تعالیٰ

حمد بے حد مر خدا ئے پاک را آل کدایاں داد مشیت خاک را
ہست سلطانی مسلم مراد را نیست کس راز ہرہ چون و چرا
از زمین خشک رو یا ند گیاہ آسماں را بے ستوں دارد نگاہ
پیچ کس در ملک او انباز تے قول اورا لحن نے آواز نے

نعت شریف

جاں فدائے تو یا رسول اللہ دل گدائے تو یا رسول اللہ
گرمیابم بجائے سرمہ کشم خاک پائے تو یا رسول اللہ
ارحم الراحمین نہ بخشاید بے رضائے تو یا رسول اللہ

سر نہادہ است بر درت سعدی
بے دوائے تو یا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلم



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِ
الرَّحْمَنِ مُحَمَّدٍ الْمُبْطِغِيِّ صَاحِبِ الْقُرْآنِ وَاشْهَدَانِ لَا
إِلَهَ إِلَّا هُوَ اللَّهُ الْمَلِكُ الدَّيَّانُ وَاشْهَدَانِ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا
عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ الْمُبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ
عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ مَا دَامَ النَّيِّرَانِ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ هُوَ اللَّهُ الصَّمَدُ هُوَ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ هُوَ لَمْ يَكُنْ
لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

حضرات گرامی! سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ آپ تمام صاحبان نہایت
جذبہ محبت و جوش عقیدت کے ساتھ اپنے آقا و مولیٰ حضور سید المرسلین رحمۃ
للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں بہ آواز بلند درود و سلام
کا یہ یہ پیش کریں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
بزرگان محترم و برادران اسلام! میں نے اس وقت خطبے کے بعد سورہ اخلاص
کی تلاوت کی ہے۔ اور میں اس وقت توحید باری تعالیٰ کے متعلق آپ بزرگوں اور
بھائیوں کے سامنے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حاضرین محترم! ایک سوال اور نہایت ہی اہم سوال ہے۔ کہ کیا خدا موجود۔

ہے؟

یہ وہ سوال ہے جو ہر دور اور ہر زمانے میں پوچھا گیا اور ہمیشہ طرح طرح سے اس کا جواب بھی دیا گیا۔ لیکن میں آج کی مجلس میں چاہتا ہوں کہ اس کا جواب بجائے انسانوں کے کائنات عالم کی دوسری چیزوں سے حاصل کیا جائے کیوں کہ انسان تو کبھی کبھی جھوٹ بھی بول دیتا ہے۔ اس لیے آئیے۔ اس سوال کو ہم زمین و آسمان کی ان چیزوں سے دریافت کریں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتیں اور کبھی کسی کو فریب نہیں دیتی ہیں۔ آئیے! ہم اس سوال کو ان بے زبان چیزوں سے پوچھیں جو زبانِ قال سے نہیں، بلکہ زبانِ حال سے اتنا اطمینان بخش جواب دیتی ہیں کہ عقل انسانی حیران اور بڑے بڑے زبان درازان بے زبانوں کے جواب سے لا جواب ہو جائے ہیں۔

اچھا! آئیے چلے! ہم ہندوستان کی مشہور ندی گنگا سے یہ سوال کریں۔ گائے گنگا! تو بول۔

”کیا خدا موجود ہے؟“

گنگا کا جواب | تو براہِ راست اسلام! گنگا ندی یقیناً یہی جواب دے گی کہ اے انسان! تو کتنا بھولا اور کس قدر نادان ہے مجھے دیکھ! میں اتنی طاقتور ہوں کہ جوش میں آجاؤں تو میرا سیلاب بڑے بڑے صحراؤں کو غرق کر دے میں غضب ناک ہو جاؤں، تو میری موجوں کے تھپڑے بڑے بڑے شہروں کی اینٹ بجادیں، ہمیشہ سیکڑوں گاؤں، ہزاروں بستیاں، لاکھوں انسان، اور جانور، میرے خوفناک سیلاب کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ میری طاقت، میری قوت، دنیا کو مستم ہے۔ اور تمام انسان میری بے پناہ طاقتوں اور توانائیوں کا لوہا مانتے ہیں۔ لیکن اے انسان! میری محبوبی و لاچاری کا یہ عالم ہے کہ میں جب سے پہاڑ کے چشمنے سے نکلی ہوں، ہزاروں برس ہو گئے۔ برابر میرا سفر جاری ہے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے بھی سکون و قرار نصیب نہیں ہے۔ میں برسہا برس سے رواں دواں چلی جا رہی ہوں۔ دنیا

کا ہر مسافر چلتے چلتے کچھ دیر ٹھہر کر آرام کر لیتا ہے۔ اور اپنی تنکان دور کر لیتا ہے۔ مگر میں وہ مسافر ہوں کہ سیکڑوں برس سفر کرنے کے بعد بھی مجھے ایک سیکنڈ ٹھہرنے کی فرصت و مہلت نہیں ہے۔ میں بہت چاہتی ہوں کہ ٹھوڑی دیر ٹھہر جاؤں، آرام کر لوں، کچھ تنکان دور کر لوں، مگر میں بالکل مجبور ہوں۔ لاچار ہوں بے بس ہوں کہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی میرے لیے ٹھہرنا اور آرام کرنا محال ہے۔ اے انسان! تو ذرا سوچ تو سہی کہ کوئی زبردست طاقت ہی تو ہے جو مجھ جیسی طاقتور ہستی کو اتنا مجبور اور اس قدر بے بس بنائے ہوئے ہے۔ اے انسان! اے غافل انسان! سن! وہی زبردست و عظیم طاقت جس کی غالب و قاہر حکومت نے مجھے مجبور و لاچار و محکوم بنا رکھا ہے جو مجھے ایک سیکنڈ کے لیے ٹھہرنے اور آرام کرنے نہیں دیتی اسی عظیم طاقت و قوت اور اسی قاہر و غالب قدرت والے کا نام خدا ہے۔ اور وہ بے شک موجود ہے، یقیناً موجود ہے بلاشبہ موجود ہے!

بھائی کاہ و عطر | برادرانِ اسلام! گنگا ندی کا جواب تو آپ سن چکے

اچھا اب چلئے! دنیا کے سب سے بڑے اور مشہور پہاڑ

ہمالیہ سے ملاقات کریں اور اس سے سوال کریں

اے ہمالہ! اے تفصیلِ کشورِ ہندوستان

چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسمان!

تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشان

تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں

اے ہمالیہ! اے ہندوستان کی عظمت کے نشان! تو بتا اور بول!

کیا خدا موجود ہے؟

تو یقین کیجئے کہ ہمالیہ بھی اپنی خاموشی مگر فصیح زبانِ حال سے یہی جواب

دے گا کہ اے غافل انسان! تجھے معلوم ہے کہ میں کتنا طاقتور، کتنا بڑا، اور کس

قدر سر بلند ہوں؟ میرے دامن میں قسم قسم کے ہزاروں تناور درخت، اور طرح طرح کے بے شمار گل بوٹے ہیں۔ سیکڑوں ندیاں میرے چشموں سے جاری ہیں، اور لا تعداد عجائب قدرت کے خزانے میری جلیوں میں ہیں۔ میری سر بلندی کو آسمان بھی جھک کر سلام کرتا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسان دنیا بھر سے ہر سال میرے دیدار اور درشن کے لیے آتے ہیں۔ میری طاقت، میری قوت، میری سر بلندی، میری عظمت کا سکہ تمام عالم کے قلوب پر بیٹھا ہوا ہے، لیکن اس کے باوجود اے انسان! میری مجبوری اور لا چاری کا یہ حال ہے کہ میں ہزاروں برس سے ایک ای جگہ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ سیر و سیاحت کے لیے میرا دل بھی بے چین و بے قرار ہے۔ میں ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ میں بھی چل پھر کر عالم کی سیر کروں، کم سے کم ہندوستان کی جنوبی سرحدوں اور موجیں مارتے ہوئے سمندروں کا نظارہ کر لوں۔ ہندوستان کے چند بڑے بڑے شہروں کو دیکھ سکوں۔ لیکن کسی زبردست طاقت نے مجھ کو اس قدر مجبور و بے بس کر رکھا ہے کہ میں بال برابر بھی اپنی جگہ سے ٹل نہیں سکتا کروٹ نہیں لے سکتا، پہلو نہیں بدل سکتا۔ اے انسان! وہی زبردست اور عظیم طاقت جو گنگا کو ایک سیکنڈ کے لیے ٹھہرتے نہیں دیتی، وہی لا محدود و بے انتہا قدرت مجھ جیسے طاقتور پہاڑ کو جگہ سے ٹٹلتے نہیں دیتی اسی لا محدود طاقت اور لازوال قدرت والے کا نام خدا ہے اور وہ یقیناً موجود ہے۔ بلاشبہ موجود ہے۔

اسی طرح اگر ہم زمین کی گھاسوں اور پودوں سے پوچھیں
پودوں کی تقریر کہ اے سخت اور پتھر ٹی زمینوں پر اگنے والے نرم
 و نازک پودو! تم بولو اور بتاؤ،
 کیا خدا موجود ہے؟

تو یقیناً گھاس اور پودے یہی جواب دیں گے کہ اے انسان! تو کتنا
 بے وقوف ہے، ذرا دیکھ تو سہی! کہ ہم اتنے نرم و نازک پودے ہیں کہ تو اگر

اپنی چٹکی سے ہمیں مسل دے تو ہم پاش پاش ہو کر فنا ہو جائیں گے۔ لیکن ہم سخت اور پتھر ٹی زمینوں کو پھاڑ کر باہر نکلتے ہیں۔ وہ سخت زمین جس کو لوہے کے پھاڑے بھی بہ مشکل کھود سکتے ہیں۔ ہم اپنے نرم و نازک سروں سے اس زمین کا کلیجا پھاڑ کر باہر نکلتے ہیں۔ اور زمین سے غذا حاصل کر کے بڑھتے اور پھولتے پھلتے ہیں۔ اے انسان! کیا تو اتنا بھی سمجھ سکتا کہ ہم جیسے نرم و نازک اور کمزور پودوں کو اتنی طاقت اور توانائی بخشے والا ضرور کوئی وجود ہے کہ ہم اپنی کمزوری و نزاکت کے باوجود پتھر ٹی اور سخت زمین کو پھاڑ کر نکل آتے ہیں۔ اے انسان سن اسی طاقت والے وجود اور اسی قدرت والی ہستی کا نام خدا ہے۔ جو یقیناً موجود ہے۔ بلاشبہ موجود ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ والے جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ نور بصیرت بھی موجود ہے وہ ہم گھاسوں اور پودوں کو دیکھ کر بہ آواز بلند پکارا اٹھتے ہیں کہ

ہر گیا ہے کہ از زمین روید
وحدہ، لاشریک کہ، گوید،

یعنی جو گھاس زمین سے اگتی ہے وہ خدا کی ہستی کا اعلان کرتی ہے۔ اور وحدہ، لاشریک کہ، کا نعرہ حق بلند کرتی ہے!

برادرانِ ملت! اسی طرح اگر ہم لمبے لمبے پھل دار درختوں سے سوال کریں کہ اے درختو! تم اس سوال کا جواب

درختوں کا نعرہ

دو! اور بتاؤ!

کیا خدا موجود ہے؟

تو تمام درخت اپنی بے زبانی کے باوجود ایک زبان ہو کر یہی کہیں گے کہ اے دانا ہو کر نادان بننے والے انسان! تو نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ تو کڑوے کھٹے میٹھے، پھل دار درختوں کو ایک ہی باغ میں بوٹا ہے اور سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سب درختوں میں طرح طرح کے

مختلف شکل و مقدار والے، قسم قسم کے مزدوں والے پھل لگتے ہیں۔ تو اے انسان! وہی علیم و خیر ذات جو ایک ہی پانی سے ایک ہی زمین میں ہر درخت کے پھلوں میں کڑوے، کھٹے، میٹھے مختلف مزے پیدا کرتی ہے اسی قدرت والی، حکمت والی ذات پاک کا نام خدا ہے۔ جو یقیناً موجود ہے بلا شک موجود ہے۔ بلا شبہ موجود ہے۔

برادرانِ اسلام! یہی وہ مضمون ہے جس کو خداوند قدوس نے کتنے موثر اور دلکش انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

فِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزُرُوعٌ وَنَخِيلٌ صُفْوَانٌ وَغَيْرُ صُفْوَانٍ يُسْقَى بِسَاءٍ وَاحِدَةٍ وَتَفْصِلُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَرْضِ كُلِّهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (رعد)

سبحان اللہ! سبحان اللہ! مسلمانو! سنو رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّرَاتٌ یعنی ایک ہی زمین کے چند ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزُرُوعٌ وَنَخِيلٌ صُفْوَانٌ وَغَيْرُ صُفْوَانٍ۔ زمین کے ایک ہی ٹکڑے میں انگوروں کے باغ بھی ہیں اور قسم قسم کی کھیتیاں بھی ہیں اور طرح طرح کی کھجوروں کے درخت بھی ہیں۔ کچھ درختوں کی جڑیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ کچھ درختوں کی جڑیں الگ الگ ہیں یُسْقَى بِسَاءٍ وَاحِدَةٍ ان سب درختوں کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ وَتَفْصِلُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَرْضِ كُلِّهَا۔ لیکن اس کے باوجود کہ یہ سب درخت ایک ہی باغ میں ہیں اور ایک ہی پانی سے سنبھے جاتے ہیں، پھر بھی ایک کا مزہ دوسرے سے مختلف ہے۔ پھر ایک ہی مزے والے درختوں کے پھل مزے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ اے انسان ان درختوں اور ان کے پھلوں کے اس عجیب و غریب نظام قدرت میں عقل رکھنے والی قوموں کے لیے یقیناً بہت بڑی بڑی اور بے شمار نشانیاں ہیں۔ جن کو دیکھ کر انسان

خدا کو پہچان سکتا ہے۔ کیوں نہ ہو! کہ درختوں کی کلیوں، پھولوں، پھلوں، بلکہ پتے پتے میں خالق کائنات کے وجود، اس کی ہستی، اس کی قدرت، اس کی حکمت کی لاتعداد نشانیاں موجود ہیں جو بھنبھوڑ کر بھنبھوڑ کر انسان کو ہوشیار و خبردار کر رہی ہیں کہ اے غافل انسان! دیکھ خدا موجود ہے یقیناً موجود۔ بلا شک موجود ہے۔ بلا شبہ موجود ہے۔

کسی عارف باللہ نے اس مضمون کو کتنے حسین پیرائے میں بیان فرمایا ہے

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار!

ہر درختے دفترے است از معرفت کردگار

یعنی درختوں کے یہ ہرے ہرے پتے اگر انسان بصیرت کی نگاہوں سے ان پر نظر ڈالے تو یہ پتے نہیں ہیں، بلکہ درحقیقت ہر ہر پتہ خدا کی معرفت اور اس کی حکمت و قدرت کا پتہ بتانے والی ایک کھلی ہوئی کتاب اور مفصل دفتر ہے مگر شرط یہ ہے کہ

آنکھ والا تیرے جلوں کا تماشا دیکھے

دیدہ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے؛

چاند، سورج کا خطبہ

برادران اسلام! یہ تو زمین کی چند مخلوقات تھیں جن کا جواب آپ نے سن لیا۔ اچھا! اب آئیے اور عالم بالا کی کائنات مثلاً چاند، سورج اور ستاروں سے ہم یہ سوال کریں کہ اے چاند اور سورج اور اے آسمان کے ستارو! تم تباؤ اور بولوا

کیا خدا موجود ہے۔

تو یقین رکھیے کہ چاند، سورج اور ستارے یہی جواب دیں گے۔ کہ اے انسان! تو روزانہ دیکھتا ہے کہ شہروں میں گاڑیوں اور سواریوں اور ٹریفک کے ایکسیڈنٹ اور ٹکراؤ کو روکنے کے لیے طرح طرح کے سیکڑوں انتظام کیے جاتے ہیں۔ چوراہوں پر پولیس، سگنل، بتی، سبھی طرح کا انتظام ہوتا ہے مگر پھر بھی روزانہ

سیکڑوں ایکسیڈنٹ تصادم اور ٹکراؤ ہوتے رہتے ہیں۔ مگر چاند اور سورج اور ستاروں کی ٹریفک ہزاروں برس سے چل رہی ہے اور لاتعداد ستارے آسمانوں میں چل پھر رہے ہیں۔ مگر کبھی بھی سیاروں کی اس ٹریفک میں کوئی تصادم ٹکراؤ اور ایکسیڈنٹ نہیں ہوا۔ اور ایک خاص نظام کے ماتحت عالم بالا کا ہر سیارہ اپنے اور آسمانوں کا ہر ستارہ محلّی فِی فِڈ کے یَسْبَحُونَ کے کنٹرول کے مطابق اپنے اپنے آسمانوں میں اور اپنی اپنی خاص لٹینوں پر سفر کر رہا ہے اور سَخَر الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ کے ٹائم ٹیبل کے موافق، چاند، سورج اور ستاروں کی ٹریفک ہزاروں برس سے بغیر کسی ایکسیڈنٹ اور ٹکراؤ کے بالکل ٹھیک ٹائم اور وقت پر چل رہی ہے۔ نہ کبھی اس ٹریفک میں کوئی ٹکراؤ ہوتا ہے۔ نہ یہ کبھی لیٹ ہوتی ہے۔ نہ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ نہ یہ کبھی اپنے ٹائم ٹیبل سے ایک سیکنڈ آگے بڑھتی ہے۔ نہ اس کے نظام میں کوئی خلل پڑتا ہے۔ نہ ان کی رفتاروں میں کم زیادہ کا فرق، پڑتا ہے۔ تو اے انسان وہی قاہر و غالب طاقت والا اور وہی فَعَالٌ لِّمَآئِرِیْدِہ ذات اور وہی علیم وخبیر، ہستی خدا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے اور وہ یقیناً موجود ہے۔ بے شک موجود ہے۔ بلاشبہ موجود ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَآصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
 برادرانِ اسلام! الغرض زمین و آسمان کی جن جن چیزوں سے بھی آپ یہ سوال کریں گے کہ کیا خدا موجود ہے؟

تو یقیناً ہر چیز اپنی زبانِ حال سے یہی اعلان کرے گی کہ بیشک خدا موجود ہے۔ کیوں کہ مخلوق کا وجود ہی خالق کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے اس لیے انسان کائناتِ عالم کے ذرے ذرے کو دیکھ کر خلاقِ عالم کو پہچان سکتا ہے کیوں کہ ہر چیز میں اس کے وجود، اس کی قدرت، اس کی حکمت کی بے شمار دلیلیں اور لاتعداد نشانیاں موجود ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کیلئے
اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

یہی وجہ ہے کہ جن خوش نصیب انسانوں نے زمین و آسمان کی مخلوقات کو بصیرت
کی نگاہوں سے دیکھا تو روز روشن کی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے اس حقیقت کی
تجلی ہو گئی کہ یقیناً صانع عالم و خالق کائنات موجود ہے اور وہ بے اختیار پکار اٹھے
کہ۔

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

یعنی یقیناً ان تمام مخلوقات کا ایک خالق ہے جس کا نام اللہ ہے جو واحد حقیقی اور
بے پناہ قدرت و غلبہ والا ہے۔ حضرت مولانا آسی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار،

اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

یعنی خداوند قدوس کی ذات اس قدر بے پردہ ہے نقاب سے کہ اس کو جانتے
اور پہچانتے کے ہر ذرے میں اس کے جلوؤں کی تجلیاں چمک رہی ہیں کہ تم جس ذرے
میں چاہو اس کے وجود کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔ لیکن اس بے حجابی کے باوجود اس
کمال ظہور پر کمال لُطون کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ عام انسانوں کے لیے اس کا دیدار
و نظارہ غیب بلکہ غیب الغیب بنا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ عوام تو عوام بڑے بڑے
خواص اور بحر معرفت کے خواص بھی پکار اٹھے کہ

دریں درطہ کشتی فروشد ہزار

کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

یعنی معرفت الہی کے سمندر میں ہزاروں کشتیاں اس طرح غرق ہو گئیں کہ ان کا ایک
تختہ بھی ساحلِ مراد تک نہ پہنچ سکا مطلب یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کو بھی باوجودیکہ
ان کی عمریں فنا ہو گئیں، اور وہ بحر معرفت میں غرق ہو گئے۔ مگر معرفت الہی کا گوہر مراد
حاصل نہ ہو سکا۔ اسی مضمون کو کسی دوسرے صاحبِ ذوق نے کیا خوب کہا ہے

آنکھ نے دیکھا ہے جلوہ اس میں گویائی نہیں
اور زبان گویا ہے لیکن اس میں بنیائی نہیں
ایسی حالت میں بھلا ہو کس طرح تیری ثناء
اس میں گویائی نہیں ہے۔ اے بنیائی نہیں

داشتمند اعرابی

بزرگو اور بھائیو! عرب کے ایک دانشمند اعرابی کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ وہ
ایک مرتبہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر صحرائے عرب میں سیکڑوں میل دور چلا گیا۔ ایک
جگہ اونٹ سے اتر کر وہ اپنے دل ہی دل میں فخر کرنے لگا کہ میں صحرائے عرب میں
ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ آج تک دنیا کا کوئی انسان اس بق ووق سنان
بیابان میں نہیں پہنچا ہوگا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے اس کارنامے کو سوچ سوچ کر
خوش ہو رہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ اٹھی تو کیا دیکھتا ہے کہ ریت پر اونٹ کی چند
مینگیں ہیں اور کسی انسان کے قدموں کے نشان پڑے ہوئے ہیں وہ فوراً چونکا
اور بول اٹھا کہ افسوس میرا خیال غلط تھا۔ اس مقام پر تو مجھ سے پہلے بھی کوئی شتر
سوار آچکا ہے، وہ زور زور سے کہنے لگا کہ گو میں نے یہاں آنے والے اونٹ
اور انسان کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، لیکن اونٹ کی یہ مینگیاں پتا دے رہی ہیں
اور پیروں کے یہ نشان اعلان کر رہے ہیں کہ اس مقام پر مجھ سے پہلے کوئی اونٹ
اور کوئی انسان ضرور آچکا ہے۔ پھر اس اعرابی کے قلب میں اچانک خدا کی معرفت
کا نور چمک اٹھا اور وہ چلا چلا کر زور زور سے یہ اعلان کرنے لگا کہ

أَلْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيرِ وَ
أَنْتُمْ الْقَدَمُ عَلَى الْمَسِيرِ فَالْشَّيْءُ
یعنی جب اونٹ کی مینگیاں اس بات کا پتا دیتی
ہیں کہ اس راستے سے اونٹ گیا ہے اور قدم کا

ذَاتُ أَبْرَاجٍ ۚ وَالْأَرْضُ ذَاتُ فَجَاجٍ ۚ
وَالْبَحَارُ ذَاتُ امْوَاجٍ ۚ كَيْفَ لَا تَدُلُّ
عَلَى الْعَلِيمِ الْخَبِيرِ ۚ

ۛ ۛ

نشان دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان
یہاں سے گزرا ہے تو پھر یہ سب جوں والا آسمان اور
یہ راستوں والی زمین اور یہ موجیں مارنے والے
سمندر کیونکر ایک علیم و خبیر ذات کے موجود ہونے
پر دلالت نہ کریں گے۔

جب ہم نے مینگنی کو دیکھ کر اونٹ کو جان لیا۔ نشانِ قدم دیکھ کر انسان کو جان لیا تو
ہم آسمانوں اور زمینوں اور سمندروں کو دیکھ کر یقیناً پہچان سکتے ہیں کہ ضرور ان مخلوقات
کا کوئی خالق ہے یقیناً ان مصنوعات کا کوئی صالح ہے جو طاقت و قدرت والا،
علم و حکمت والا، سُبح و قدوس، اور حی و قیوم ہے اور اسی کا نام اللہ ہے
برادرانِ اسلام! اسی مضمون کو قرآن مجید نے بار بار اپنے حکیمانہ انداز میں ارشاد
فرمایا کہ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالاٰتِ خَلْقٍ لِّمَنْ يَّرٰى اٰیٰتِ رَبِّهِ
الْاٰتِ الْبَاطِنَةِ اَلَمْ يَلْعَنُ لِمَنْ يَّرٰى اٰیٰتِ رَبِّهِ اَلَمْ يَلْعَنُ لِمَنْ يَّرٰى اٰیٰتِ رَبِّهِ اَلَمْ يَلْعَنُ لِمَنْ يَّرٰى اٰیٰتِ رَبِّهِ
ہونے میں عقل والوں اور نگاہ بصیرت رکھنے والوں کے لیے معرفت الہی کی بڑی
بڑی نشانیاں اور عظیم الشان دلائل موجود ہیں۔

عزیزانِ ملت! کبھی آپ نے اس پر غور کیا کہ سمندر میں اگر ایک نیا پیسہ ڈال
دیا جائے تو وہ فوراً غرق ہو جاتا ہے، مگر لاکھوں ٹن کے لوہے اور تانبے کا بنا
ہوا جہاز، جس پر ہزاروں لاکھوں ٹن کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ وہ سمندر کی سطح پر ایک ہلکے
پھلکے تھکے کی طرح تیرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اور اتنا وزنی ہوتے کے باوجود غرق نہیں
ہوتا کیا یہ خداوندِ قدوس کی قدرتِ کاملہ کا بے مثال نمونہ اور روشن جلوہ نہیں ہے
یہی وہ منظر ہے جس کی تصویر کشی قرآن مجید نے ان پرکشش جملوں میں فرمائی
کہ۔

یعنی اے آنکھ والے! کیا تو نہیں دیکھتا کہ کشتیاں
سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے چل رہی

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلُكَ تَجْرِي
فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَةِ اللَّهِ لِيُرِيَكُمْ

مِنْ آيَاتِهِ طَرَفٌ ذِيكَ
لَا يَتَّكِلُ صَبَّارٌ شَكُورٌ

(لقمان)

میں تاکہ اللہ تم لوگوں کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے
یقیناً ان کشتیوں میں صبر و شکر ادا کرنے والے بندوں
کے لیے بہت زیادہ اور بہت بڑی بڑی نشانیاں
میں جن کو دیکھ کر وہ خدا کی معرفت حاصل کر سکتے
ہیں۔

ایک عربی شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے

سَمَاءٌ وَ أَرْضٌ وَ شَمُّ الْجِبَالِ كَذَلِكَ الْبَحَارُ كُنْ شَاهِدٌ
وَفِي كُلِّ شَيْءٍ آيَةٌ لِّآيَاتِهِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

یعنی یہ آسمان، یہ زمین، یہ اونچے اونچے پہاڑ، یہ سمندر، غرض تمام چیزیں خدا
کے وجود اور اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں اور کائناتِ عالم کی ہر چیز میں خدا
کے وجود و ہستی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ اور اہل زبان و بے زبان سب اک
زبان ہو کر اعلان کر رہے ہیں کہ خلاقِ عالم، صانعِ خلّاق، جو واحد حقیقی و معبود حقیقی
ہے۔ یقیناً موجود ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کا ایک مناظرہ

برادرانِ اسلام! منقول ہے کہ ایک مرتبہ خدا کے منکر و نکر نے حضرت امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو گھیر لیا اور مطالبہ کیا کہ آپ کسی عقلی دلیل سے خدا
کے وجود کو ثابت کیجئے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ
نے فرمایا کہ اچھا! پہلے تم لوگ میری ایک بات سنو! پھر بوتہا راجی چاہے کر سکتے ہو
آپ نے فرمایا کہ میں نے آج دریا میں ایک ایسی کشتی دیکھی ہے جو مال و سامان سے
لبری ہوئی تھی۔ اور طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جا رہی تھی، اس پر
کوئی ملاح نہیں تھا وہ کشتی خود بخود ہر گھاٹ پر ٹھہرتی تھی اور مالکوں کا سامان اتار دیتی

تھی اور پھر طوفان کی موجوں سے بچتی ہوئی آگے چلی جاتی تھی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اتنا ہی کہتے پائے تھے کہ منکرینِ خدا کی جماعت شور مچانے لگی کہ غلط، غلط، بالکل غلط! یہ سراسر اچھوٹ ہے اور بالکل عقل کے خلاف ہے امام نے فرمایا: کیوں، کیوں؟ کیا غلط بات ہے؟ میری بات کیوں عقل کے خلاف ہے؟ تو منکرین کہنے لگے کہ اے امام! ہماری عقل کبھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ کوئی کشتی بغیر ملاح کے اس طرح طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جائے امام نے مسکرا کر فرمایا کہ سبحان اللہ! جب ایک کشتی عقل کے نزدیک بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی تو یہ زمین و آسمان کا سارا نظام بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟ کیا یہ بات تمہاری عقل میں آ سکتی ہے۔؟ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام کی اس نورانی تقریر سے منکرین کے دلوں میں معرفتِ الہی کا ایسا نور چمک اٹھا کہ ان کے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں توحیدِ الہی کا آفتاب و ماہتاب طلوع ہو گیا۔ سب کے سب روپے اور بولے کہ اے امام! افسوس ہم آج تک غافل و جاہل رہے۔ آپ کی ملاقات ہمارے لیے حضراہ بن گئی اور آپ کے یہ چند کلمات طیبات ہمارے لئے معرفتِ الہی کا دفتر بن گئے۔ سب کے سب بے اختیار پکارا اُمّھے کہ اللہ خالقِ کل شیء وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے کلمہ حق سے فضا آسمانی گونجنے لگی اور تمام منکرین مشرف بہ اسلام ہو کر نعمتِ کونین سے سرفراز اور دولتِ دارین سے مالا مال ہو گئے۔

لطیفہ

حضرات! مجھے اس وقت ایک لطیفہ یاد آگیا ایک خدا کے منکر مغرور و متکبر نے کسی اللہ والے فقیر سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو وہ ہم کو نظر کیوں نہیں آتا؟ ہم تو اس وقت تک خدا کو موجود نہیں مانتے گے جب تک ہم خدا کو آنکھ سے نہ دیکھ لیں۔ مستِ مولیٰ فقیر نے ایک پتھر اٹھا کر اس مغرور کے سر پر دے مارا خدا کا منکر

حضرت امام شافعی کی دلیل

اچھا! اب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اسی قسم کا ایک واقعہ سن لیجئے۔ آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے کہ ستر منکرین نے آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ خدا موجود ہے آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شہتوت کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! یہی شہتوت کا پتہ اگر تار کا ہرن کھالے تو یہ مشک بن جاتا ہے اور اگر بکری اس پتے کو کھالے تو یہ پتہ مینگنی بن جائے گا اور اگر ریشم کا کیر اس پتے کو کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے اور اگر شہد کی مکھی اس کا رس چوس لے تو وہ شہد اگلتی ہے۔ خَبَرٌ ذَٰلِکَ الَّذِیْ جَعَلَ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ مَعَ آتِ الطَّبِیْعِ وَاحِدٌ۔ یعنی تم بتاؤ! کہ وہ کون ہے؟ جو ان تمام چیزوں کو بناتا ہے باوجودیکہ شہتوت کے پتے کی طبیعت ایک ہی ہے پھر بھی اسی ایک پتے سے اتنی مختلف الطباع چیزیں بنا دینے والا کون ہے؟ پس سمجھ لو کہ وہی قدرت و حکمت والا جس نے ایک ہی پتے کو کہیں مشک بنا دیا کہیں مینگنی بنا دیا کہیں اس کو ریشم کا روپ بخشا کہیں اس کو شہد کی صورت عطا فرمادی۔ پھر مشک و شہد کی بھی مختلف قسمیں بنا دیں وہی علیم و قدیر ذاتِ خدا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔ حضرت امام شافعی کی یہ نورانی تقریر سن کر منکرین کے سینوں میں پتھر سے زیادہ سخت دل ایک دم موم سے زیادہ نرم ہو گئے۔ اور سب کے سب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ زمین و آسمان کی تمام کائنات، نباتات و جمادات و حیوانات، غرض ہر چیز خداوندِ قدوس کے وجود و ہستی کی کھلی ہوئی نشانی اور روشنی

دلیل ہے۔ ہاں مگر شرط یہ ہے کہ انسان عقل کی روشنی میں فہم و تدبیر کے ساتھ کائنات عالم پر نظر ڈالے۔ یہی وجہ ہے کہ رب العالمین نے کہیں لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ فرمایا اور کہیں لَا أُوتِي الْاَلْبَابِ فرمایا (یعنی زمین و آسمان میں خدا کے وجود کی نشانیاں کو دیکھ لیں یہ صرف عقل و سمجھ والوں ہی کا حصہ ہے اور اس دولت لازوال سے صرف وہی لوگ مالا مال ہو سکتے ہیں جو اپنی عقلوں کو عوز و فکر اور فہم و تدبیر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ پروردگار عالم جل جلالہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَكُوْنُ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ يَسْمُرُوْنَ عَلَيْهِمَا
هُوَ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝

یعنی زمین و آسمان میں خدا کے وجود کی
لے شمار ایسی نشانیاں ہیں کہ لوگ ان نشانوں
کے پاس سے لیکن ان نشانوں
سے مٹنے موڑے ہوئے چلے جاتے ہیں اور

عقل کی روشنی میں نور بصیرت سے ان آیات
بیانات کو نہیں دیکھتے۔

بزرگانِ ملت! خداوند عالم نے ایک دوسری آیت میں کتنے کریمانہ اندازِ مخاطب
کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاَفَاقِ
وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَكْتَبِيْنَ
لَهُمْ اٰثَرُ الْحَقِّ ۝

یعنی آسمان و زمین کے کناروں میں اور
خود ان کی ذاتوں میں ہم اپنی نشانیاں لوگوں کو
دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ حق ظاہر ہو
جائے۔

اشد اکبر! سچ فرمایا معبود حقیقی نے کہ خود ہر انسان کی ذات میں خدا کے وجود اور
اس کے عجائبات قدرت کی ان گنت نشانیاں موجود ہیں۔ مگر افسوس! کہ انسان اس
قدر غافل اور اپنی نفسانی خواہشات میں اتنا منہمک ہے کہ خداوند قدوس کی ان
آیات بیانات اور روشن دلیلوں سے مٹنے موڑے ہوئے ہے اور آفتاب و ماہتاب
سے زیادہ تابناک دلائل توحید سے آنکھ میچھے ہوئے ہے۔

حضرات! انسان کیا ہے؟ کبھی آپ نے اس پر غور کیا؟ حضرت مولائے

کائنات شہر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شہر یاد آگیا اسد اللہ الغالب نے
حقیقتِ انسانی کی نقاب کشائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے

أَتَحْسِبُ أَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيرٌ
وَرَفِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْأَكْبَرُ

یعنی اے انسان! کیا تیرا خیال ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے؟ نہیں، نہیں!
اے غافل و نادان انسان! ارے تیرے اندر تو ایک بہت بڑا عالم سمٹا ہوا ہے۔

عالم اکبر، عالم اصغر

برادرانِ اسلام! شہر خدا کا ارشاد ہے کہ یہ زمین و آسمان کا عالم، یہ نباتات
و جمادات و حیوانات کی دنیا یہ تو عالم اکبر، یعنی ایک بڑی دنیا ہے اور انسان عالم اصغر
یعنی چھوٹی دنیا ہے۔ اسی لیے خالق کائنات کا فرمان ہے کہ سُبْحَانَ إِلَهِنَا
فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ یعنی وجود باری تعالیٰ کی نشانیاں عالم اکبر میں بھی ہیں جو زمین
و آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک بکھری اور پھیلی ہوئی ہیں۔ اور
خداوند قدوس کے شواہد قدرت و دلائل وجود عالم اصغر میں بھی ہیں۔ یعنی انسان کے
جسم میں سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ایک ایک بوٹی، ایک
ایک ذرے ایک ایک رونگٹے، اور بال بال میں خداوند تمیز و لایزال کے بے
مثل و بے مثال، شواہد و دلائل موجود ہیں پھر اے انسانوں! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟
کہ نہ تم عالم اکبر کی نشانیوں کو دیکھتے ہو نہ عالم اصغر کی روشن دلیلوں پر نظر ڈالتے ہو
اگر تم زمین و آسمان کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے، تو کم از کم اپنے وجود و ہستی، اپنے
جسم و جان ہی کی نشانیوں میں غور و فکر کے ساتھ نظر ڈالو، اور خدا کے وجود و
توحید اور اس کی قدرت و حکمت پر ایمان لاؤ قرآن مجید کی مقدس آیتوں نے بار بار
عقل انسانی کو جھنجھوڑ کر متنبہ کیا اور بتایا کہ اے نادان انسان۔

یعنی اے انسانو! بھلا کس طرح تم اللہ کا
كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ

وَكُنْتُمْ أََمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ
ثُمَّ يَمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ
ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

انکار کر سکتے ہو؟ حالاں کہ اس نے تم کو ایک
بے جان نطفے سے جاندار انسان بنایا پھر
وہ تمہیں موت دے گا۔ پھر موت کے بعد وہ
دوبارہ تمہیں زندگی بخشے گا پھر تم اس کے دوبار
میں دوبارہ حاضر کیئے جاؤ گے۔

برادران اسلام! درحقیقت انسان کی ذات ایک عالم اصغر ہے اور انسان اگر اپنے
وجود و ہستی کو غور و فکر کی نظر سے دیکھ لے تو اس کو اپنی ذات میں اس قدر عجائبات
قدرت و شواہد وحدانیت نظر آئیں گے کہ یقیناً اس پر معرفت الہی کا دروازہ کھل جائیگا
اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ
فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔

یعنی جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا درحقیقت
اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔

کیوں کہ انسان کی ذات میں خداوند مقدس کی معرفت کی ایسی ایسی نشانیاں اور روشن
دلیلیں ہیں کہ جس طرح انسان چمکتی ہوئی تیز دھوپ کو دیکھ کر سورج کے وجود کا اقرار کرتے
پر مجبور ہے، اسی طرح انسان اپنی ذات میں لاتعداد آیات بینات اور بے شمار شواہد
قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد خالق کائنات کے وجود کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے
خلاصہ یہ ہے کہ انسان اگر آفاقی آیات، یعنی زمین و آسمان کی نشانیوں میں نظر کرے
تو اس کو یہی اعتراف کرنا پڑے گا کہ

روائے لالہ دگل پردہ ماہ و انجم

جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

اور اگر انسان انفسی آیات، یعنی اپنی ذات میں پائی جانے والی نشانیوں میں غور

و فکر کرے گا تو بھی اسے یہی کہنا پڑے گا کہ

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو

آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ لور ہے تو

نزدیک رگ جاں سے اس پر یہ بعد
اللہ اللہ! کس قدر دور ہے تو

پڑھیے درود شریف: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** سیدنا و مولینا محمد **صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** جمعین
حضرات :- آپ نے کبھی غور کیا؟ کہ آپ کے جسم میں زمین و آسمان کی تمام
کائنات کے نمونے موجود ہیں۔ مثلاً انسان کے بال یہ عالم نباتات یعنی درختوں اور
گھاسوں کا نمونہ ہیں اور انسان کے سر کی بناوٹ پہاڑوں اور آسمانوں کی بناوٹ کا
نقشہ ہے۔ اسی طرح انسان کے جسم کے سوراخ، زمین کے غاروں اور پہاڑوں
کی کھاڑیوں کا منظر ہیں۔ آنکھیں چشموں کی روانی، اور آنکھوں کی چمک میں ستاروں
کی جگمگاہٹ کی عکاسی ہے یوں ہی انسان کا چکنا بدن زمین کے ہموار صحراؤں اور
ریگ ستانوں کا خاکہ پیش کر رہا ہے قصہ مختصر یہ ہے کہ انسان کے جسم کی بناوٹ میں
عالم اکبر یعنی زمین و آسمان کی مخلوقات کے تمام نمونے موجود ہیں۔ لہذا اگر انسان اپنے
انہیں اعضاء اپنی کھال، رگوں پھٹوں اور گوشت، ہڈیوں کی ساخت اور ہر عضو میں
چھپی ہوئی طاقتوں اور قوتوں اور ان کے عجیب و غریب نظام عمل، ان کے اعتدال، ان
کی یکسانی ان کے کمال، ان کے حسن و جمال پر ایک لمحہ کے لیے بھی عبرت کی نگاہ ڈالے
اور فہم و تدبیر سے کام لے تو نہ صرف انسان کی زبان، بلکہ اس کے جسم کا رنگ و رنگٹا
اور بدن کا بال بال پکاراٹھے گا کہ **قَتَبْنَا رُکَّ اللّٰہِ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ**۔
یعنی بہت ہی برکت والا ہے تمام مخلوقات کا بہترین خالق۔ جس کا نام ”اللہ“ ہے۔

نماز افضل العباد کیوں ہے

حضرات :- میں نے عرض کیا کہ انسان عالم اصغر ہے یعنی زمین و آسمان کی
تمام کائنات کا نمونہ انسان میں ہے اور کائنات زمین و آسمان کے تمام عجائب
قدرت انسان کی ذات میں پہناں ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام عبادتوں میں افضل

عبادت نماز ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ دوسری عبادتوں میں پورا جسم انسانی کام نہیں کرتا۔ دیکھئے! روزہ بھی عبادت ہے۔ مگر روزہ کیا ہے؟ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے نیت کے ساتھ رک جانا یہی روزہ ہے آپ نے غور کیا؟ روزہ رکھنے میں صرف منہ اور شرم گاہ عبادت کرتے ہیں باقی اعضاء کو روزہ رکھنے میں کچھ بھی عمل کرنا نہیں پڑتا۔ اسی طرح تلاوت قرآن مجید صرف مُتہ سے ہوتی ہے۔ ہاتھ پیرو غیرہ اعضاء جسمانی کچھ نہیں کرتے۔ زکوٰۃ صرف مالی عبادت ہے اس میں جسم کا کوئی عمل ہی نہیں۔ حج میں بھی رکن صرف دو ہی ہیں۔ ایک میدان عرفات میں ٹھہرنا، دوسرے طواف کعبہ اس میں بھی تمام اعضاء انسانی کا مصروف عمل ہونا ضروری نہیں ہے مگر نماز وہ عبادت ہے کہ اس کو ادا کرنے میں پورا بدن بلکہ جسم کا جوڑ جوڑ عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ قرائت، تسبیح اور دعائیں پڑھنے میں منہ، زبان، ہونٹ مشغول ہوتے ہیں۔ قیام، رکوع، سجود، قنمہ، جلسہ، قنود وغیرہ میں سارا جسم، بدن کی بوٹی بوٹی، رگ، پٹھا، جوڑ جوڑ مصروف عبادت ہو جاتا ہے۔ گویا ایک نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو کائنات عالم کی ہر چیز عبادت میں مشغول ہو جاتی ہے۔ اور عالم اصغر و عالم اکبر دونوں ایک ساتھ عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں اس لیے نماز تمام عبادتوں میں افضل و اعلیٰ ہے۔

بہر کیفیت یہ تو ضمتاً ایک بات نماز کے بارے میں بھی آپ نے سن لی۔ میں شروع سے یہ عرض کر رہا تھا کہ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ خدا کے وجود کی دلیل ہے۔ اور بلاشبہ عالم کا بنانے والا موجود ہے اور وہی "اللہ" ہے۔

برادران اسلام! خدا کا وجود ایک ایسی کھلی ہوئی روشن حقیقت ہے کہ ہر عقل والا جس طرح یہ یقین رکھتا ہے کہ دو اور دو مل کر چار ہوتے ہیں۔ سورج چمک دار ہے۔ آگ گرم ہے۔ اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھ کر ایک عاقل کو اس بات کا حق الیقین حاصل ہے کہ خلاق عالم یعنی اللہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے ان چند ہر یوں کے جو علم کا نام لے کر جہالت کے گھوڑے پر سوار ہیں۔ بلکہ خود

جہالت و گم راہی کی سواری بنے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی ذی عقل خدا کے وجود کا منکر نہیں ہے مگر یاد رکھیے کہ یہ دہریئے اور منکرین خدا بھی جب ان کو قدرت کی قہاری کا تھپڑ لگ جاتا ہے۔ تو پھر یہ بیچارے بھی اللہ اللہ پکارنے لگتے ہیں۔

ایک منکر خدا کا انجام

چنانچہ مولانا نے روم علیہ الرحمہ نے ایک معزور منکر خدا کا واقعہ مثنوی شریف میں تحریر کیا ہے کہ وہ متکبر کہیں سے گزر رہا تھا کہ ناگہاں ایک قاری نے سورہ ملک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ أَنْ أَصْبَحَ مَا وَكُمُ
غَوْرًا فَمِنْ تِلْكَ بِمَاءٍ مَعِينٍ ۝
(ملک)

یعنی اگر تمہارا پانی زمین میں دھنس کر خشک ہو جائے تو خدا کے سوا اور کون ہے؟ جو پھر تمہارے سامنے بہتا ہوا پانی لا سکتا ہے۔

آیت سن کر یہ معزور گھمنڈ سے بولا کہ

ما بزخم بیل و تیزی بتر،

آب را آرم از پستی زبر

یعنی اس پانی کو ہم اپنے تیز اور دھاردار آلات کے ذریعے اوپر لائیں گے

یہ کون سی مشکل بات ہے؟ مگر انجام کیا ہوا؟ مولانا فرماتے ہیں

شب بخفت دید آں یک شیر مرد

زد طمانچہ ہر دو چشمش کور کرد،

فلسفی صاحب اپنے غرور میں فلسفہ بگھاڑ کر جرات میں سوئے تو کیا دیکھا کہ خواب

میں ایک نہایت ہی طاقتور شخص آیا اور اس معزور کے گال پر اس زور کا تھپڑ مارا کہ

گال ٹھاٹر کی طرح لال ہو گیا اور دونوں آنکھیں بھوٹ کر بہ گئیں اور آنکھوں میں چوڑ

کا ایک ایک قطرہ پانی تھا وہ زمین پر گر کر خشک ہو گیا۔

گفت این دو چشمِ چشمِ شقی

بابتِ نورے بیار! ارصادتی

طمانچہ مار کر خواب ہی میں یہ شخص کہنے لگا کہ اے بد نصیب! اگر واقعی تو سچا ہے
کہ اپنے کدال، پھاوڑے سے زمین میں جذب ہو جائیو اے پانی کو بغیر خدا کی مدد کے
باہر نکال سکتا ہے، تو پہلے اپنی آنکھوں کے دو قطرے پانی کو واپس لا کر دکھا؟
معزور منکر خدا جس کو اندھیرے میں بڑی دور کی سو جھا کرتی تھی۔ جب صبح کو اٹھا
تو ایک دم بالکل اندھا تھا چاروں طرف ٹٹولنے لگا سائنس کا گھنڈ خاک میں مل گیا اور
اللہ اللہ کرتے لگا۔

لطیفہ

اسی طرح ایک لطیفہ یاد آگیا۔ جو سننے کے قابل ہے ایک سیٹھ صاحب
بہت ہی معزور رہتے۔ پھر کرپلا اور نیم چڑھا۔ لندن سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری لے کر
آگئے۔ بس پوچھتے مت، ہر وقت ڈارون کی تھیوری بنے پھرتے تھے اور دن رات
سائنس اور فلسفہ بگھار کرنے تھے ایک دن پچیس ہزار روپیہ پتلون کی جیب میں رکھ
کر موٹر خریدنے کے لیے بمبئی چلے گھر سے نکلتے ہی ایک مولانا صاحب سے
ملاقات ہو گئی۔ مولانا صاحب نے فرمایا، کیسے سیٹھ صاحب! کہاں چلے؟ سیٹھ جی
اکڑ کر بولے، ہم بمبئی جاتا ہے، موٹر خرید کر لائے گا۔ مولانا صاحب نے کہا کہ بھائی
اس طرح کہو کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں موٹر خریدوں گا ایک دم سیٹھ جی کی رگ غرور پھٹک
اٹھی اور سائنس کا بخار آگیا۔ تیوری چڑھا کر، منہ بگاڑ کر بولے کہ میں تم مولویوں کی
ان شاء اللہ کو نہیں مانتا۔ اچی اس میں ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے؟ روپیہ جیب میں
ہے۔ موٹر کمپنی میں ہے۔ خدا چاہے یا نہ چاہے میں تو موٹر خرید ہی لوں گا۔ مولانا
صاحب نے فرمایا کہ سیٹھ جی تو بہ کرد اور ایمان رکھو کہ بغیر خدا کی مرضی کے کوئی کام ہو

نہیں سکتا۔ اس لیے کسی کام کا بھی ارادہ کر تو پہلے ان شاء اللہ کہہ لیا کرو۔ اس کی برکت سے خداوند کریم تمہارا ہر کام پورا کر دے گا مگر گھمنڈ کا پتلا سیٹھ، ناک مچھلا کر چل دیا اور ایک مرتبہ بھی ان شاء اللہ نہیں کہا مگر خدا کی شان جیسے ہی سیٹھ جی بمبئی کے اسٹیشن پر اترے کسی گرہ کٹ نے سیٹھ جی کی جیب کا صفایا کر دیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ موٹر کی کمپنی میں پہنچے اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو جیب کٹی ہوئی اور نوٹ غائب تھے ہاتھ پاؤں پھول گئے دل دھڑکنے لگا اور لمبا لمبا سانس لینے لگے پسینہ پونچھتے ہوئے موٹر کمپنی سے باہر نکلے اب خیال آیا کہ واقعی مولانا نے سچ فرمایا تھا کہ بغیر خدا کی مرضی کے ذرہ نہیں ہل سکتا اور ہر کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہہ لینے سے کام بخیر و خوبی ہو جاتا ہے۔ سیٹھ جی بچھتانے لگے اور دل ہی دل میں تو بہ کرنے لگے اور دل میں ٹھان لیا کہ اب بغیر ان شاء اللہ کہے ہوئے کوئی بات زبان سے نہیں نکالوں گا۔ غمگین منہ لٹکائے گھر پہنچے تو سیدھے مولانا صاحب کے پاس پہنچے مولانا صاحب نے فرمایا اکیوں سیٹھ جی! موٹر لے کر آگئے؟ سیٹھ جی ہکلاتے ہوئے بولے کہ نہیں صحتور مولانا نے فرمایا اکیوں؟ سیٹھ جی کہنے لگے کہ حضرت کیا بتاؤں؟ عجیب معاملہ ہوا۔ کہ میں ان شاء اللہ بمبئی پہنچا تو ان شاء اللہ ایک گرہ کٹ نے میری جیب کاٹ لی پھر ان شاء اللہ میں موٹر کمپنی میں گیا۔ پھر ان شاء اللہ بڑا صدمہ ہوا۔ پھر ان شاء اللہ میں گھر چلا آیا حضرت! جھڑے بڑی غلطی ہو گئی۔ ان شاء اللہ اب ہمیشہ کہا کروں گا۔ ان شاء اللہ! حضرت معاف کر دیجئے۔ ان شاء اللہ! میرے حق میں دعا کیجئے۔ ان شاء اللہ! دیکھا آپ نے غریب مولانا نے کہا کہ ان شاء اللہ کہو! تو سیٹھ جی اُرد کے آٹے کی طرح اکڑ گئے۔ مگر جب تہراہلی کا تھپڑ منہ پر پڑا تو ہر سانس میں ان شاء اللہ کہنے لگے۔

بزرگو! اور بھائیو! بس یہی حال منکرینِ خدا کا ہے کہ مصیبت پڑنے پر ان کو بھی خدا یاد آ جاتا ہے۔ روسی کمیونسٹ ہر سال خدا کا جنازہ نکالتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ خدا اور مذہب دونوں کو مٹا دو! اکیوں کہ یہی دونوں چیزیں ترقی کی

راہ میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔ مگر جب سنہ ۱۹۴۰ء میں ٹہلہ کے بم قہر خداوندی
بن کر ماسکو اور لینن گراڈ کی کھوپڑی پر دام پڑنے لگے تو اسٹالین جی نے اپنی مونچھوں
کے ساتھ خدا کو یاد کیا اور گرجا گھروں میں عیسائیوں سے اور مسجدوں میں مسلمانوں سے
دعائیں کروانے لگے۔ سچ ہے! ہ

پڑا چند پایہ حب جوتا تو قول حافظ کا یاد آیا!

کہ عشق آساں نمود اول مگر افتاد مشکبہا

بہر حال برادرانِ ملت! ہر صاحبِ عقل خدا کے وجود کا قائل ہے۔ یہاں تک کہ
کفار مکہ بھی اللہ کے وجود پر ایمان لاتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے۔

وَكَيْفَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

یعنی اے پیغمبر! اگر آپ ان کافروں سے یہ سوال کریں گے کہ بتاؤ آسمانوں اور زمینوں کو
کس نے پیدا کیا، تو کافر بھی یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے! مگر ہاں! فرق یہ ہے
کہ خدا کا وجود ماننے والوں میں سے کچھ نادانوں نے یہ ظلم کیا کہ وہ دو دو اور تین
تین خداؤں کے قائل ہو گئے یہاں تک کہ بعض مشرکین نے تو چھتیس کر دے دیوتاؤں
کو خدا مان کر پوجنا شروع کر دیا۔ عرب کے مشرکین کا یہ حال تھا کہ ہ

قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا

کسی کا ہیل تھا، کسی کا صفا تھا؛

یہ عزّی یہ، وہ نائلہ پر خدا تھا

اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور

اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

اسی پر بس نہیں! بلکہ ان ظالموں نے تو یہاں تک ظلم کیا کہ سفر میں ستوا اور مٹھائیوں

کے بت بنا کر ساتھ لے جاتے تھے۔ جب پوجا کا وقت ہوتا تو ان بتوں کے

سامنے خوب بھجن گانگا کر ان کی عبادت کرتے اور بھجن سے فارغ ہو کر جب بھوک

لگتی، تو انہیں دیوتاؤں کا بھو جن کر لیتے تھے۔

مگر اسلام نے ایسی خدا پرستی کو شرک ٹھہرا کر باطل قرار دیا اور اعلان کر دیا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ یعنی اللہ موجود ہے اور وہ صرف ایک ہی ہے یاد رکھیے! اسلام کے نزدیک توحید کے بغیر خدا کا وجود مان لینا یہ گمراہی میں خدا کو نہ ماننے ہی کے برابر ہے خدا کے وجود کا سچا ماننے والا وہی ہے جو لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھ کر ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ کے وجود کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے اور تمام معبودان باطل کی نفی کر کے شرک سے اظہار بیزاری کرے یہی وہ برحق خدا پرستی ہے جس کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

حضرات! خوب سمجھ لیجئے کہ جس طرح عجائبات قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے سے ایک صحیح العقل انسان کو خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کائنات عالم میں تفکر و تدبر کرنے سے یہ یقین بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے یہ نظام عالم کی یکسانیت، یہ کائنات عالم کا نظام محکم، یہ زمین یہ آسمان یہ سارا جہان، یہ بانگِ دہل اعلان کر رہا ہے کہ اے غافل انسان! یقیناً خدا موجود ہے اور وہ بلاشبہ ایک ہی ہے۔

حاضر جواب بڑھیا

حضرات! مجھے ایک بڑھیا کی کہانی یاد آگئی یہ غریب چرخہ کات رہی تھی کہ ایک فلسفی آن پہنچا اور پوچھا کہ اے بڑھیا! تو یہ بتا کیا خدا موجود ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں، ہاں! بے شک خدا موجود ہے فلسفی نے کہا کوئی دلیل بھی ہے بڑھیا کہنے لگی! ہاں، ہاں! یہی میرا چرخہ دلیل ہے کہ خدا موجود ہے کیوں کہ میرا یہ چرخہ جب تک میں اس کو چلاتی رہتی ہوں یہ چلتا رہتا ہے۔ اور جب چھوڑ دیتی ہوں۔ تو یہ رک جاتا ہے تو جب میرا یہ ننھا سا چرخہ بنیر چلائے والے کے نہیں چل سکتا تو

بھلا زمین و آسمان کا اتنا بڑا نظام عالم بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟ پھر فلسفی نے سوال کیا کہ اچھا! اے بڑھیا! یہ تو بتا کہ خدا ایک ہے یا دو؟ بڑھیا جذبہ ایمانی کے ساتھ تڑپ کر بولی کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کی دلیل بھی میرا یہی چرخہ ہے کیوں کہ اگر میرے اس چرخے کو دو عورتیں مل کر چلائیں تو دو حال سے خالی نہیں اگر میں اور وہ دونوں ایک ہی طرف چرخے کو گھمائیں تو چرخے کی رفتار تیز ہو کر میرے دھاگے کو توڑ ڈالے گی اور اگر میں ایک جانب چرخے کو گھماؤں اور وہ دوسری جانب چرخے کو چلائے تو ظاہر ہے کہ چرخہ چلنے کے بجائے ٹوٹ پھوٹ کر لکڑیوں کا ڈھیر بن جائے گا تو اسی طرح اگر اس نظام عالم میں دو خداؤں کا عمل و فعل ہوگا تو ہرگز یہ نظام عالم اس خوبی و سلامتی کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا بلکہ سارا نظام عالم تہ و بالا ہو کر تمام کائنات برباد ہو جاتی۔

سبحان اللہ مسلمانو! یہ وہ ایمانی عقل ہے جس پر فلاسفوں اور سائنسدانوں کی عقلیں قربان ہیں ایک بے علم چرخہ کاتنے والی بڑھیا نے وجود باری اور توحید الہی کے مسائل کو اس طرح حل کر دیا کہ اس طرز استدلال پر ہزاروں رازی اور غزالی سر دھنتے رہ جائیں۔ یہی وہ مضمون و حکیمانہ طرز استدلال ہے جس کو قرآن مجید نے اپنے داعیانہ انداز میں پیش فرمایا کہ۔

كَوْكَانَ فِيهِمَا إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔

یعنی اگر زمین و آسمان میں چند خدا ہونے تو زمین و آسمان دونوں برباد ہو

جائے۔

اسلامی توحید

بہر حال برادرانِ ملت! اسلام میں خدا کے وجود پر ایمان لانا اسی وقت معتبر ہے جب عقیدہ توحید کے ساتھ ہو اور اسلامی توحید یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور اپنی ذات و صفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی

اس کا شریک نہیں۔ یاد رکھیے کہ جس طرح خدا کی ذات پر ایمان لانا فرض ہے۔ اسی طرح اس کی تمام صفتوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے جس طرح خدا کی ذات کا انکار کرنے والا کافر ہے اسی طرح خدا کی کسی ایک صفت کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ اخلاص جس کو میں نے خطبے کے بعد تلاوت کیا تھا اس سورہ مبارکہ میں خداوند کریم کی توحید اور اس کی چند صفتوں کا بیان ہے اب آپ اس مقدس سورہ کا ترجمہ سنئے۔

اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ اللہ ایک	قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝
ہے اللہ کے سب محتاج میں اور وہ کسی کا	الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝
محتاج نہیں نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ وہ کسی	وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ ۝
کا بیٹا اور اس کا کوئی جوڑا بھی نہیں ہے۔	(سورۃ اخلاص)

یہ اور ان ملت! یہ اس سورہ مقدسہ کا ترجمہ ہوا۔ پہلی آیت کا حاصل مطلب یہ

ہے کہ

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق	زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق	اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو تو اپنی اس سے لگاؤ!	
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ!	

(حالی)

دوسری آیت اللہ الصمد میں خداوند قدوس کی صفت 'صمدیت' کا بیان ہے کہ وہ ایسا بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے، بلکہ سارا عالم، تمام جہان اپنے وجود، اپنی ہستی اور اپنی بقا میں خدا کا محتاج ہے اس کو کسی کی عبادت کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سارا عالم اس کی عبادت کرے یا نہ کرے بہر حال وہ معبود برحق ہے۔ تیسری آیت لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی ذات رشتہ ولادت اور باپ بیٹا ہونے سے پاک ہے اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ردِ بلیغ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ وَقَالَتِ الْيَهُودُ

عَنْ يَزِيدِ بْنِ ابْنِ اللَّهِ وَقَالَ النَّصْرِيُّ الْمُسَيَّمُ ابْنُ أَبِي بَرْزَاءٍ يَهُودِيٌّ كَانَ يَهُودِيًّا هَذَا
 ۶ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 خدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح یہود کہا کرتے تھے کہ تمہیں آبنو اللہ واجب آئے۔
 کہ ہم لوگ تو (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے اور خدا کے دوست ہیں۔ تو قرآن کریم کی اس
 آیت نے ان باطل پرستوں کے اس غلط عقیدے کا رد کر دیا کہ خدا نہ کسی کا باپ ہے
 نہ کسی کا بیٹا۔ چوتھی آیت وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا أَحَدٌ ہ میں بھی عیسائیوں کا رد
 ہے۔ عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام معاذ اللہ خدا کی بیوی ہیں۔
 اس آیت میں اس باطل عقیدے کے بھی پرچے اڑا دیئے گئے کہ خداوند قدوس کا
 کوئی جوڑا نہیں۔

برادرانِ اسلام! سورہ اخلاص کا ترجمہ اور اس کا خلاصہ مطلب آپ سن چکے
 اب اس سلسلے میں ایک بات اور بھی عرض کر دیتا ہوں اس کو بھی بغور سن لیجئے۔
 یہ تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ خدا کی صفات میں سے کسی ایک صفت کا انکار
 بھی کفر ہے۔ اسی طرح خدا کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے۔ جو
 اکبر الکبار یعنی تمام بڑے بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز کبھی معاف
 نہ کیا جائے گا اور مشرک کی کبھی ہرگز مغفرت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔
 اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ
 يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ
 ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔
 یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی نہیں بخشتے گا
 ہاں شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کرتے
 والوں میں سے جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

شُرک کیا ہے

مگر برادرانِ اسلام! شرک کیا ہے؟ اس حقیقت کو بھی سمجھ لینا بہت ضروری ہے
 آجکل فضلاء دیوبند بڑی کثرت سے شرک کی ڈگری لوگوں میں تقسیم کرتے پھرتے ہیں
 اور بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بناتے رہتے ہیں۔ ان کا فتویٰ ہے کہ انبیاء و اولیاء
 کی قبروں پر دور دور سے قصد کر کے جانا شرک، قبر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا
 شرک، قبر پر چادر یا غلات ڈالنا شرک، یا رسول اللہ کہنا شرک، میلاد شریف میں
 قیام کرنا شرک، دولہا کو سہرا باندھنا شرک، غرض تقویۃ الایمان اور بہشتی زیور کے شرکیات
 کو پڑھ کر تو ایسا معلوم ہوئے لگتا ہے کہ اٹھنا شرک، بیٹھنا شرک، چلنا شرک، کھڑا ہونا
 شرک، گویا روئے زمین پر کوئی مسلمان ہی باقی نہ رہا۔ سب مشرک ہی ہو گئے۔ تو یہ!
 نعوذ باللہ۔ کس قدر ان لوگوں کے یہاں شرک کا ڈھیر لگا ہوا ہے کہ دن رات
 یہ لوگ شرک کا فتویٰ تقسیم کرتے رہتے ہیں، مگر ان لوگوں کے شرک کا ٹوکرا ختم ہی
 نہیں ہوتا۔ روزانہ نئے نئے شرک ان لوگوں کے یہاں جنم لیتے رہتے ہیں۔

لطیفہ

وہی بات ہوئی کہ ایک مرتبہ ایک رافضی ایک سنی سے کہنے لگا کہ بھائی ہم لوگوں
 کے یہاں لعنت کا بہت بڑا خرچ ہے کیوں کہ ہم لوگوں کو تبرائکتے وقت تمام صحابہ پور
 کروڑوں سنیوں پر لعنت بھیجی پڑتی ہے۔ سنی نے جواب دیا کہ ہاں صاحب! ہونا
 بھی چاہیے۔ جیسی آمدنی ویسا خرچ۔ آخر آپ لوگوں کے یہاں لعنت کی آمدنی بھی تو
 بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اُولَئِكَ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
 یعنی آپ جیسے بد عقیدہ لوگوں پر اللہ کی لعنت اور تمام فرشتوں کی لعنت اور تمام
 انسانوں کی لعنت ہے آخر سوچئے تو سہی کہ آپ لوگوں کے یہاں کہیں شمار ہے؟
 کہ کس قدر لعنت کی آمدنی ہے؟

خیر! بہر حال تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ شرک کے معنی کیا ہیں؟ یہ جان لیتا بہت ضروری ہے تاکہ ہر قدم پر آپ خود یہ فیصلہ کر سکیں کہ کون سا عمل شرک ہے اور کون سا نہیں۔ لہذا غور سے سینے! علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ نے شرح عقائد نسفیہ ص ۶۱ پر شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ۔

الْإِشْرَاقُ هُوَ إِثْبَاتُ الشَّرِيكَ فِي الرُّكُوبَةِ بِمَعْنَى وَجُوبِ الْوُجُودِ كَمَا لِلْمَجُوسِ أَوْ بِمَعْنَى اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ۔

یعنی شرک کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شرک کرنا یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حق دار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

برادرانِ ملت! دیکھیے علامہ تفتازانی نے فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کو خدا کے سوا واجب الوجود مانا جائے دوسری یہ کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا کوئی بھی مسلمان انبیاء و اولیاء کو واجب الوجود یا لائق عبادت مانتا ہے نہیں ہرگز نہیں تو پھر تقویۃ الایمان و بہشتی زیور کے تشریحات کو بخبر اس کے کہ یہ ان لوگوں کا افتراء ہے جو امت رسول کے موحد مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک بنا رہے ہیں اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جوشِ محبت و کمالِ اشتیاق میں یا رسول اللہ کہنے والا، رسول اللہ کو واجب الوجود، یا لائق عبادت مانتا ہے۔ پھر بلا وجہ اس پر شرک کا فتویٰ لگا کر ایک موحد سنی مسلمان کو مشرک ٹھہرانا، اس کو دین و ایمان سے کیا تعلق ہے؟ اس کو ہر مسلمان بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو بلا وجہ کافر و مشرک بتانا کتنا بڑا جرم و ظلم عظیم ہے۔ کاش علمائے دیوبند اس

پر نظر رکھتے اور خداوند قدوس کی وعید شدید سے ڈرتے کہ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا۔ یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹی ہمت

لگائے کہ اللہ نے جس چیز کو شرک نہیں فرمایا خواہ مخواہ یہ لوگ اس کو شرک بتاتے ہیں

جہاں کسی سنی نے کہا رسول غیب جانتے ہیں۔ یا علی

مشکل کشا ہیں۔ یا غوث اعظم مدد فرماتے ہیں۔ پس دیوبندی

دار الافتاء گرجنے اور برسنے لگتا ہے کہ تم نے شرک کا کلمہ بول دیا۔ اللہ غیب جانتے

والا ہے، یا علی کو مشکل کشا یا غوث اعظم کو مدد کرنے والا، کہا گیا تو یہ شرک ہو جائے گا

تو سنی بھائیو! اگر دیوبندی لوگ یہیں کہیں تو تم فوراً ان لوگوں سے سوال کرو کہ بتاؤ

اللہ موجود ہے یا نہیں؟ اللہ زندہ ہے یا نہیں؟ تو وہ یقیناً کہیں گے اللہ موجود

ہے اللہ زندہ ہے۔ تو پھر تم یہ سوال کرو کہ اچھا بتاؤ؟ تم موجود ہو یا نہیں؟ تم زندہ

ہو یا نہیں؟ تو جھک مار کر وہ کہیں گے، کہ ہم موجود ہیں، ہم زندہ ہیں۔ تو پھر ان لوگوں

سے پوچھو، کہ کیوں جناب! اللہ بھی موجود ہے اور تم بھی موجود ہو، اللہ بھی زندہ

اور تم بھی زندہ۔ یہ تو شرک ہو گیا کہ تم نے اللہ کی صفت کو اپنے اندر بتایا تو دیکھنا

کس قدر چمک کر جواب دیتے ہیں کہ موجود اللہ کی صفت بھی ہے اور ہماری

صفت بھی۔ حیات اللہ کی صفت بھی ہے اور ہماری بھی، مگر ان دونوں میں بڑا

فرق ہے۔ اللہ کا وجود اور حیات دونوں ازلی ابدی ہیں، ذاتی اور حقیقی ہیں اور

ہمارا وجود و حیات یہ حادث و فانی اور عطائی ہیں۔ خدا واجب الوجود ہے۔

اور ہم ممکن الوجود ہیں۔ کہاں واجب کہاں ممکن، کہاں ذاتی کہاں عطائی؟ تو تو

برادران اہلسنت! تم بھی سینہ تان کر جواب دو، کہ بس مسئلہ حل ہو گیا اسی طرح

ہم بھی کہتے ہیں کہ خدا غیب جانتے والا ہے اور رسول بھی غیب جانتے والے

ہیں۔ خدا بھی مشکل کشا ہے اور علی بھی مشکل کشا ہیں۔ خدا بھی مدد فرماتے والا ہے

اور غوث اعظم بھی مدد کرتے ہیں مگر خدا کا علم غیب اور اس کی مشکل کشائی و امداد

ذاتی ہے اور ازلی ابدی ہے اور رسول کا علم غیب، علی کی مشکل کشائی غوث

اعظم کی امداد؛ حادث وفاتی اور عطائی ہے کہاں قدیم کہاں حادث؛ کہاں ذاتی کہاں عطائی؛ لہذا اگر تم اپنے کو موجود اور زندہ مان کر مشرک نہیں ہوئے تو ہم رسول کے علم غیب اور علی کی مشکل کشائی اور غوث کی فریاد رسی مان کر کس طرح مشرک ہو سکتے ہیں۔

بزرگو اور بھائیو! ان خود ساختہ موعیدین کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ اکثر سنیوں کو دیکھ کر محض ایذا رسانی کے لیے یہ لوگ اپنے کریمہ اور بھدے نعموں میں یہ شعر گنگنا نے لگتے ہیں کہ

خدا فرما چکا قرآن کے اندر

مرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے

جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

تو آپ لوگوں کو چاہیے کہ آپ لوگ بھی فوراً یہ شعر پڑھنا شروع کر دیجئے پھر یقین فرمائیے کہ یہ لوگ منہ لٹکا کر ایک طرف بیٹھ جائیں گے اور دائرہ کھانے لگیں گے۔

خدا فرما چکا قرآن کے اندر مرے محتاج ہیں سیٹھ اور منسٹر

یہ چندہ کیا نہیں ملتا خدا سے جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

ذرا سوچیے تو سہی کہ یہ لوگ بیمار یوں میں ڈاکٹروں سے امداد طلب کرتے ہیں۔

مدرسوں، مسجدوں اور تبلیغ کے نام پر اپنی تن پروری کے لیے مالداروں اور سیٹھوں

سے مالی امداد مانگتے ہیں۔ منسٹروں اور نیتاؤں سے دن رات ”المدد والمدد“ ان کا شعار بن

چکا ہے۔ بات بات پر ”الغیاث الغیاث“ یا پولیس ”ان کا وظیفہ ہے مگر ذرا بھی ان کی توحید

کے شیشے کو ان پتھروں سے ٹھیس نہیں لگتی۔ مگر ہم غریب سنی اگر کسی مزار پر بوقت مراقبہ

اپنے باطن کی ترقی کے لیے استمداد کریں یا جذبہ عقیدت و جوش محبت میں یا شیخ

عبد القادر جیلانی شیخ شاد پکار دیں تو ان کی توحید پر شرک کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے یہ

ہزاروں مرتبہ غیر اللہ سے ہزاروں قسم کی امداد طلب کریں پھر بھی موعداور ہم مقبولان بارگاہ

الہی سے باذن اللہ ذرا استغانت کریں تو مشرک؛ افسوس! ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا؛

سچ فرمایا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ہے

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لائے نہ حاجت اگر کی ہے۔

حاکم، حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں

مردود! یہ مراد کس آیت، خبر کی ہے

کلمہ طیبہ

بہر حال، برادرانِ ملت! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ مگر میں یہ عرض کر چکا کہ توحید اسی وقت مکمل ہو سکتی ہے جب خدا کی ذات کے ساتھ ساتھ اس کی تمام صفات پر بھی ایمان لایا جائے اور یاد رکھیے کہ جس طرح رحمن و رحیم، اور خبیر و علیم وغیرہ اس کے صفات ہیں اسی طرح اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تمام رسولوں کا مرسل اور انکا بھیجے والا ہے۔ اس لئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا بھی توحید کے لیے ضروری ہے جس طرح کوئی شخص اگر خدا کی صفت رحمن یا رحیم کا انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی رسولوں اور نبیوں کا انکار کر دے تو درحقیقت اس نے خدا کی صفت مرسل کا انکار کر دیا لہذا وہ بھی کافر ہو جائے گا اور چونکہ خدا کے آخری پیغمبر شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں کے مصدق و مصدق ہیں اس لیے جس نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان لیا اس نے تمام رسولوں کو مان لیا اور خدا کی صفت مرسل پر پوری طرح ایمان لایا اس لیے وہ سچا موحّد ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اس پر پورے کلمے پر ایمان لانا ضروری ہے جب تک کوئی شخص اس پر پورے کلمے پر ایمان نہیں لائے گا وہ ہرگز ہرگز نہ مسلمان ہو گا نہ موحّد اور جو اس پر پورے کلمے

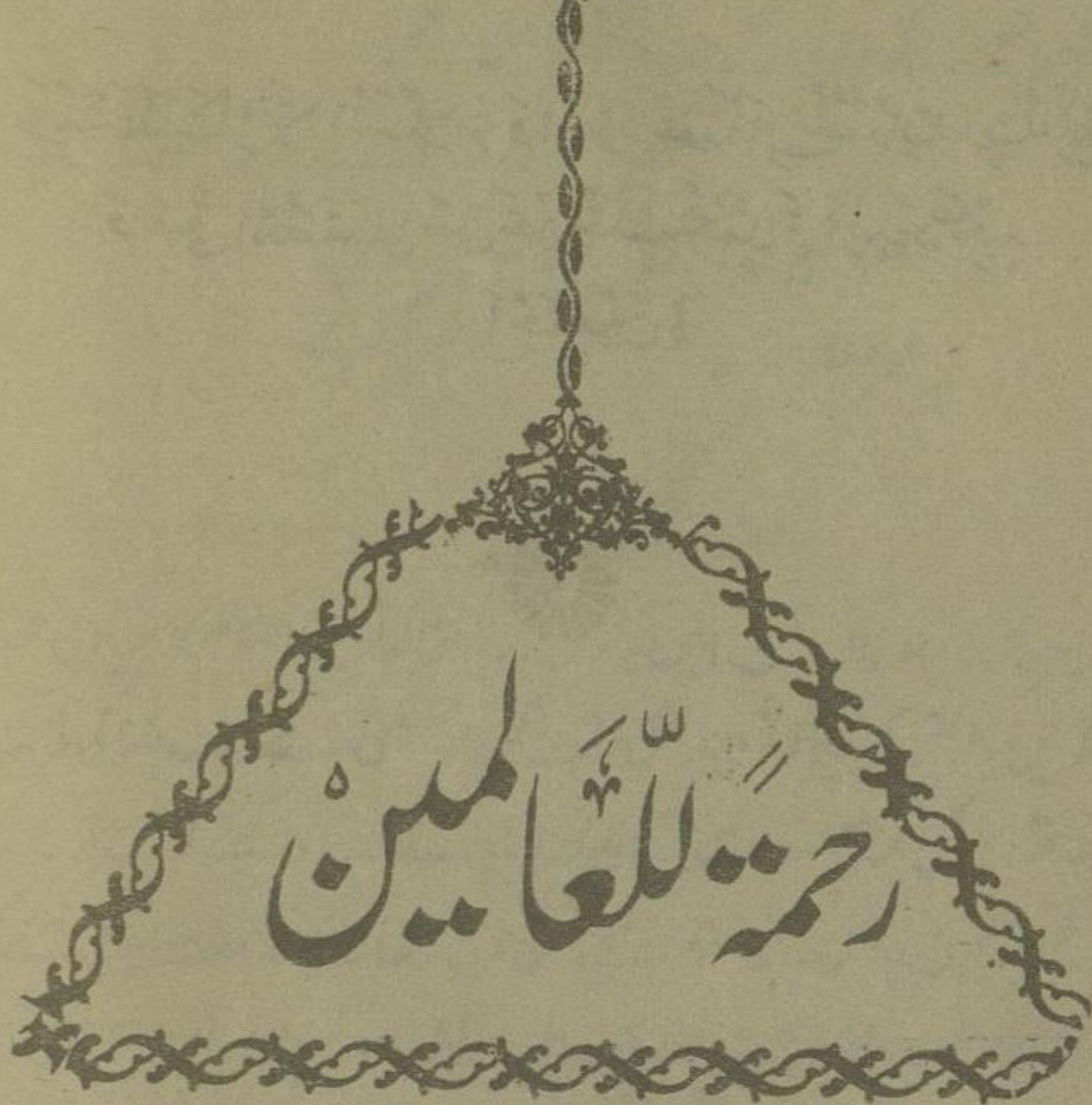
پرا ایمان لایا وہ گویا تمام ضروریات دین پرا ایمان لایا اور سچا مسلمان اور پکا موحّد
بن گیا۔

برادرانِ اسلام! پڑھیے بہ آواز بلند ایک مرتبہ کلمہ طیبہ۔
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

؛

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ
أَجْمَعِينَ ۝





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
المرسلين وعلى آله الطيبين الطاهرين واصحابه المكرمين
المعظمين وعلى من تبعهم بالا حسان الى يوم الدين اعوذ
بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

حاضرین محترم! وبراہِ راست اسلام! آپ صاحبِ جان انتہائی اخلاص و محبت اور جوش
عقیدت کے ساتھ ایک ایک بار بارہ آواز بلند درود شریف پڑھیں!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

محترم بزرگو اور عزیز بھائیو! خداوند قدوس جلّ جلالہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے
لیے دنیا میں بہت سے انبیاء اور رسولوں کو بھیجا اور ہر نبی و رسول کو پروردگار عالم جلّ
جلالہ نے نئے نئے انوکھے اور نرالی کمالات اور عجیب و غریب معجزات عطا فرمائے
کسی نبی کو حسن و جمال دیا تو کسی نبی کو جاہ و جلال، کسی کو سلطنت اور ملک و مال بخشا، تو
کسی کو جوہر و نوال، کسی کو علم و حکمت کا کمال عطا فرمایا، تو کسی کو زہمت و عظمت کی دولت
لازوال سے مالا مال کر دیا۔ لیکن بنی آخر الزمان، خاتم پیغمبران، سرورِ عالم، تاج دارِ مدینہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس خاک دان عالم میں بھیجا تو ایسی انوکھی شان اور
نرالی آن بان کے ساتھ بھیجا کہ تمام انبیاء و مرسلین کے کمالات و معجزات کو ایک ذات
بابرکات میں جمع فرما دیا۔ سبحان اللہ! کسی نے خوب کہا ہے

خدا نے ایک محمد میں وہی دیا سب کچھ
کریم کا کرم بے حساب کیا کہنا؟

بلکہ بے شمار فضائل و محاسن ایسے عطا فرمائے کہ جن کی عظمت و رفعت تک کسی کا وہم و گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حسن و جمال، جاہ و جلال، ملک و مال، جود و نوال، غرض ہر ایک کمال ان کو بخش دیا۔ پھر لطف یہ کہ ہر کمال میں انہیں بے مثل و ہم مثال بنا کر بھیجا وہ سید المرسلین بھی ہیں اور رحمۃ للعالمین بھی۔ وہ مدثر و منزل بھی ہیں اور ظہ و یلین بھی وہ بشیر و نذیر بھی ہیں اور سراج منیر بھی ہے۔

زفر قہر تا یہ قدم ہر کجا کہی نگرم ؛
کرشمہ دامن دل نی کشد کہ جا ایں جاست

ان کی ہر ادا، ان کی صورت و سیرت، ان کی ذات و صفات، ان کے جسم پاک کا رنگٹا، رنگٹا اور بدن اقدس کا بال بال ہر ادا کمال ہے۔ اور ان کا ہر کمال خدا کی قسم بے مثل و بے مثال ہے۔ اللہ اللہ! نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان یکتائی کا کیا کہنا؟ روزِ ازل ہی میں خداوندِ قدوس نے تمام انبیاء و مرسلین سے یہ عہد و پیمان لے لیا کہ تم سب تمام زندگی بنی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا خطبہ پڑھتے رہنا اور ان کی نصرت و رفاقت کے لیے ہر دم کمر بستہ رہنا اور ان پر ایمان لا کر اپنے سینوں کو ان کی محبت کا مدینہ بنائے رکھنا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا!

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ
لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ
تُحْجَاؤُكُمْ رُسُولٌ مِمَّنْ مَتَّبَعْتُمْ
مَعَكُمْ لَقُومُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَلَا تَنْصُرُوا اللَّهَ عَدُوًّا
وَلَا تَتَّبِعُوا الْفِتْنَةَ
فَإِنْ تَوَلَّوْا يَتَّبِعِ اللَّهُ
عَدُوَّهُ يَتَّبِعْكُمْ وَلْيَقَظِّمْ
عَذَابَكُمْ إِنَّ اللَّهَ فَاعِلٌ
بِشَيْءِهِ

یعنی خداوندِ قدوس نے تمام نبیوں سے یہ عہد لے لیا کہ جب میرا آخری پیغمبر، شفیعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہو تو تم سب کے سب ان پر ایمان لاتا اور ان کی حمایت و نصرت کرنا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و مرسلین اپنی زندگی بھر بنی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا خطبہ پڑھتے رہے اور ان کی مدح و ثناء کے گیت گاتے رہے بستی بستی، جنگل جنگل بڑے بڑے

رگیستانوں میں اونچے اونچے پہاڑوں کی چٹانوں پر، ان کی شانِ رحمت اور بشارت کا وعظ کہتے رہے اور ان کے حسن و جمال اور ادائے بے مثال کے گن گاتے رہے۔
حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا ہے؟

خلیل اللہ نے جس کے لیے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں؛
جو بن کر روشنی پھر دیدہ یعقوب میں آیا
جسے یوسف نے اپنے حسن کے نیزنگ میں پایا
وہ جس کی یاد میں داؤد نے نعمتِ سرانی کی؟
وہ جس کے نام پر شاہ سیماں نے گدائی کی
دل بچھی میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

غرض ہر نبی و رسول ان کی مدح و ثناء کا خطیب اور ان کی عظمت کا نقیب رہا۔ اور
ہر پیغمبر ان کی الفت و محبت سے خوش نصیب رہا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

ندام آں گل خنداں چہ رنگ دلو دارد

کہ مرغ ہر چہنے آرزوئے او دارد

یعنی میں کچھ نہیں جانتا اور کچھ نہیں بتا سکتا کہ وہ کھلتا اور ہنستا ہوا پھول کتنا عجیب
رنگ اور کسی انوکھی خوشبو رکھتا ہے کہ چمن رسالت کا ہر ہر پرند اس کی آرزو اور تمنا میں
چہچہا رہا ہے اور اس کی الفت و محبت کا دم بھر رہا ہے۔
پڑھیے درود شریف۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۝

برادرانِ ملت! سبحان اللہ! سرکارِ دو جہاں کی شانِ بے مثالی کا کیا کہنا۔ ایک
مرتبہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سلطانِ کونین کے دربار پر عظمت میں حاضر ہوئے
تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیل! آپ نے پوری دنیا

کی سیر کی، تمام پیغمبروں کا دربار دیکھا ہر نبی در رسول کے جمال کا دیدار کیا بڑے بڑے
سلاطین حسن و جمال کی شان جمال دیکھی، یہ تو بتا بیٹے کہ میرا مثل و مثال بھی کہیں آپ
کی نظروں سے کبھی گزرا؟ اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں
نے طبقات زمین کو الٹ پلٹ کر دیکھا، مشرق و مغرب کا کوئی کونہ اور شمال و جنوب
کا گوشہ گوشہ دیکھا، بڑے بڑے حسن و جمال والوں کی شان جمال کے جلوے دیکھے مگر واقعہ
یہ ہے کہ

آقا تھا گردیدہ ام، مہربتاں ورنہ دیدہ ام
بسیار خواہاں دیدہ ام لیکن تو تیز دگری

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مضمون کو کہتے انوکھے اور لکڑ
انداز میں نظم فرمایا ہے اور وہ ارشاد فرماتے ہیں

وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَوْ تَرَ قَطْعِيْنَ
وَأَكْمَلَ مِنْكَ لَوْ تَلَدِ الْبِشَاءُ
خَلَقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خَلَقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یعنی اے حسن و جمال کے تاج دار! احمد مختار! آپ سے بڑھ کر کوئی حسن و جمال والا
میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا، اور آپ سے بڑا صاحب کمال تمام جہان کی عورتوں کی
آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا۔ خالق حسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بری اور
پاک پیدا فرمایا ہے گویا آپ کی مشیت ہی کے مطابق خلاق عالم نے آپ کی تخلیق
فرمائی۔

برادرانِ ملت! درحقیقت آپ کی شان بے مثال کا بیان ماد شہما تو کس گنتی میں
ہیں، بڑے بڑے بادشاہانِ زمان و قلم بھی آپ کی شانِ جمالی و بے مثالی کی منظر کشی
نہیں کر سکے۔ حضرت بلبل شیراز خباب سعدی علیہ الرحمہ نے میدانِ نعت میں طبع آزمائی
کی تو یہ کہہ کے خاموش ہو گئے

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
لَا يُمَكِّنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ مَحَقَّةً
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نُورَ الْقَمَرِ
بَعْدَ ازخدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یعنی اے حسن و جمال کے مالک، اور اے نوع انسانی کے سردار! آپ کے روئے
منیر سے چاند بھی نور کی بھیک مانگتا ہے اور بلاشبہ چاند کو بھی آپ ہی کے نور سے
روشنی ملی ہے۔ درنہ چاند کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اور نور جمال محمدی سے چاند کو کیا نسبت؟
ع۔ چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے

چاند میں تو داغ، میں اور ان کا چہرہ صاف ہے
لَا يُمَكِّنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقًّا!
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر،

یعنی آپ کی مدح و ثنا کا حقہ، تو ممکن ہی نہیں ہے بس مختصر بات یہ ہے کہ
خدا کے بعد سب سے زیادہ عزت و عظمت والے بزرگی اور تقدس والے اعزاز و اکرام والے
یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی ہیں۔

حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ برودہ شریف میں فرمایا۔

ع۔ دَعِ مَا آدَعَتْهُ النَّصَارَى رَفِيَّ نَبِيِّهِمْ
وَاحْكُمُوا بِمَا شِئْتُمْ مَدْحًا فِيَّ وَاحْتَكِمُوا

یعنی اے مسلمان! تو اپنے نبی کے بارے میں وہ بات تو مت کہنا جو نصاریٰ نے
اپنے نبی کے بارے میں کہی۔ باقی اس کے سوا تو اپنے نبی کی مدح و ثنا میں جو کچھ
بھی چاہے کہہ ڈال اور نہایت عزم اور یقین کامل کے ساتھ کہتا چلا جا۔ مطلب یہ ہے کہ
نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا، یا خدا کا بیٹا کہا تو مسلمان کے لیے
ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا کہے لیکن اس کے سوا
بڑی سے بڑی تعریف و توصیف اور اونچی سے اونچی مدح و ثنا جو کچھ کر سکتا ہے نہیں
خلیفۃ اللہ الاعظم کہو، مالک رقاب الامم کہو، ساتی کوثر، شافع مجشر، مالک کونین، سلطان
دارین، قاسم نعمت، مختار جنت، جو کچھ بھی کہا جائے سب جائز و درست ہے۔ بلکہ
ان کے درجات رفیعہ و مراتب جلیلہ کے لحاظ سے یہ سب کچھ کم ہی ہے۔
برادران اسلام! درحقیقت سچی بات تو یہ ہے کہ خدا کے محبوب تاجدار دو عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کسی بشر سے کما حقہ ممکن ہی نہیں ہے اور یہ حق
الیقین رکھیے کہ رحمۃ للعالمین کی مدح و ثنا سوائے رب العالمین کے کوئی کر ہی نہیں
سکتا۔ ط محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھے شانِ محمدؐ

کسی نے اس مضمون کو کتنے اچھے عنوان سے بیان کیا ہے۔
فرشتوں میں یہ چرچا تھا کہ نعت سرورِ عالم : دبیرِ چرخ لکھتایا کہ خود روح الایں بکھتے
ندایہ بارگاہِ حضرت قدوس سے آئی : کہ یہ تو ادنیٰ شے ہے اگر لکھتے ہیں بکھتے
بڑے بڑے عارفین و بزرگانِ دین نے نعت میں سخن گستری اور طبع آزمائی کی لیکن اپنے
عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے قلم رکھ دیا اور دم بخود ہو گئے سلطنتِ شاعری کے مسلم
الثبوت بادشاہِ حضرت جانی جو عشقِ رسول کی ایسی بلند منزل پر ہیں کہ اس منزل رفیع کا نظارہ
کرنے میں بڑے بڑے صاحبانِ رفعت کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں بارگاہِ رسول
کی پر عظمت جناب میں مدح و ثنا کا ہدیہ پیش کرنے کے لیے ہمت کی تو اتنا کہہ کر
خاموش ہو گئے کہ

ہزار بار بشویم دامن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ادبی است !

یعنی میں اگر ہزاروں مرتبہ مشک و گلاب سے کلیاں کر کے اپنا منہ صاف کر لوں
پھر بھی میرا یہ منہ اس قابل نہیں ہو سکتا کہ تعریف تو کجا؟ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کا نام نامی بھی اپنی زبان پر لاسکوں۔ اسی طرح ایک دوسرے عاشقِ رسول نے کتنے
والہانہ انداز میں عرض کیا ہے کہ

مَا مِنْ مَدْحَةٍ مُّحَمَّدًا بِمَقَالَتِي
لَئِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ

یعنی میں نے بہت کچھ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سر لائی اور تعریف و
توصیف میں لکھا اور کہا لیکن میرا یہ اعتقاد و یقین ہے کہ میں نے اپنے ان کلمات

سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذرہ برابر بھی نہ مدح کی ہے نہ کر سکتا ہوں۔ بلکہ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی واسم گرامی لے لے کر میں اپنے کام کو اس قابل بنالوں کہ وہ لائق تعریف و تحسین بن جائے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم | ابراہیم اور ان اسلم! پروردگار عالم نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہی محمد رکھا محمد کے کیا معنی

ہیں؟ سنیے! محمد، حمد، مَحْمَد، مَحْمَدٌ تَحْمِيدًا | باب تفہیم کا اسم مفعول ہے اس کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کیا ہوا۔ مفسرین کرام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ”محمد“ اس لیے رکھا گیا۔ اِنَّا جَعَلْنَا مُحَمَّدًا نَبِيًّا وَنَاخِيَةً لِّعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ اور پچھلوں نے آپ کی مدح و ثنا کی اور ازل سے ابد تک ہمیشہ ہر دم آپ کی تعریف و توصیف ہوتی رہے گی چنانچہ آپ سن چکے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یاد دلاکھ چوبیس ہزار تقریباً انبیاء و مرسلین دنیا میں تشریف لائے اور یہ سب کے سب نبی آخر الزمان، خاتم النبیین، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور مدح و ثناء کا خطبہ پڑھتے ہوئے تشریف لائے اور ان تمام انبیاء کی امتوں نے بھی خدا کے آخری پیغمبر، شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل اور ان کی ثنا و صفت میں رطب اللسان رہ کر خدا کی خدائی میں پیارے محمد کی مصطفائی کا ڈنکا بجایا اور دونوں جہان میں عام و محمود ہونے کی سعادت حاصل کی ہے

اللہ اللہ! آپ کا رتبہ، صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھتی ہے دنیا رتبے کا خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم

صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ میدانِ حشر میں بھی جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ کے بلند مقام پر رونق افروز ہوں گے تو تمام اولین و آخرین بلکہ انبیاء و مرسلین آپ کی محبوبیت کبریٰ اور شفاعتِ عظمیٰ کو دیکھ کر آپ کی مدح و ثناء اور تعریف و توصیف کا ایسا دلولہ انگیز خطبہ پڑھیں گے کہ تمام میدانِ حشر میں پیارے رسول کی شانِ مصطفائی کا ڈنکا بج جائے گا یہی وہ مقام ہے جس کو قرآن مجید میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا ۝ یعنی اے

پیغمبر! وہ وقت قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر جلوہ گر فرمائے گا کہ تمام اگلے اور پچھلے ایک زبان ہو کر آپ کی محبوبیت کی شان کا بیان کرتے ہوں گے اور سارا میدان محشر آپ کی مدح و ثنا کے کیف اور وجد آفرین نغماتِ قدس سے گونج رہا ہوگا اور ہر طرف یا شفیع المذنبین! یا شفیع المذنبین کی پکار ہوگی اور یا رسول اللہ! اشفع کنا عند ربک۔ کا غلغلہ بلند ہو رہا ہوگا سچ فرمایا مولانا حسن بریلوی علیہ الرحمۃ

۵ فقط اتنی غرض ہے العقاد بزم محشر سے

کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

سبحان اللہ! آپ دنیا میں بھی محمدؐ ہیں اور آخرت میں بھی محمدؐ ہیں۔ آپ اس جہان میں بھی محمدؐ ہیں اور اس جہان میں بھی محمدؐ ہیں آپ خالق کے بھی محمدؐ ہیں اور مخلوق کے بھی محمدؐ ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ آپ کا نام ہی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

پڑھیے درود شریف!

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ۔

محترم سامعین! میں عرض کر رہا تھا کہ تمام انبیاء و مرسلین حضور

گلدستہ نعت

رحمتہ للعالمین کی مدح و ثنا کے خطیب و نقیب بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ اب یہ بھی سن لیجئے کہ تمام آسمانی کتابیں بھی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل سے اس طرح مالا مال ہیں کہ گویا ہر آسمانی کتاب نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع مجموعہ ہے خود قرآن مجید کو اگر ایمانی نظروں اور محبت رسول کی نگاہوں سے مطالعہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوگا کہ ہر آیت نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خوشنما و خوشبودار پھول ہے اور پورا قرآن مجید گویا نعت شریف کے گلہائے رنگارنگ کا ایک حسین و خوبصورت گلدستہ ہے چنانچہ اس گلدستہ نعت یعنی قرآن مجید کے انہیں خوشنما پھولوں میں سے ایک حسین و خوشنما اور رنگین پھول سورہ انبیاء کی وہ آیت کریمہ بھی ہے جو میں نے خطبہ کے بعد آپ بزرگوں اور بھائیوں کے سامنے تلاوت کی ہے یعنی۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

بزرگانِ قوم و برادرانِ ملت! اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو سارے جہان کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔
 سبحان اللہ! سبحان اللہ! غور کرنے کا مقام ہے کہ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں جب اپنا تعارف فرمایا تو فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی اے بندو تمہارا اللہ وہ ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے "رب" کے معنی پالنے والا اور العالمین کے معنی یہ ہوئے کہ زمین و آسمان، مکان و لامکان، سارے عالم، تمام جہان کا پروردگار اور کل سنسار کا پالہنہا اللہ ہے اور جب خداوندِ قدوس نے اپنے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ یعنی اے میرے بندو! تو میرے رسول کو اس طرح پہچانو کہ وہ رحمۃ للعالمین یعنی سارے جہان کے لئے رحمت ہے۔

اللہ اکبر! قرآن مجید نے فرمایا دیا کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمۃ للعالمین ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خدا سارے جہان کا پالنے والا ہے اور رسول سارے جہان کے لیے رحمت ہیں۔ خدا جن جن چیزوں کو پالتا ہے رسول ان سب چیزوں کے لیے رحمت ہیں۔ اس کا ما حاصل یہ ہوا کہ جہاں جہاں خدا کی ربوبیت و کبریا ئی ہے بلاشبہ وہاں محمدؐ کی مصطفائی بھی ہے۔ اور جو چیزیں خدا کی خدائی میں داخل ہیں یقیناً وہ سب چیزیں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کالی رحمت والی کملی میں پناہ لینے والی ہیں۔ اب آپ بتا دیجئے کہ کون سی چیز ایسی ہے جو خدا کی ربوبیت اور پرورش میں داخل نہیں ہے۔ زمین و آسمان، مکان و لامکان، کل عالم، سارا جہان خدا کی پرورش میں ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اُگنے والا ننھا سا پودا، ہو یا سمندروں کی گہرائیوں میں رہنے والا بغیر ہاتھ پاؤں کا کیرا ہو، عالم جن و انس ہو یا عالم ملائکہ، نباتات، جمادات، حیوانات کا عالم ہو، یا کائناتِ فضا کی مخلوقات، عالم دنیا ہو، یا عالم آخرت سب کے سب خدا کی ربوبیت و پرورش میں ہیں۔ اس لیے یہ سب کے سب رحمۃ للعالمین

کی رحمت کے بھی بھکاری ہیں۔ کیوں نہ ہو؟ کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمت
 للعالمین جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے ہر جگہ محمد کی مصطفائی ہے یہی وجہ ہے کہ عرش
 مجید کی چوٹی پر، سوران بہشت کی پتیلیوں پر انبیاء و مرسلین اور ملائکہ و مومنین کے دلوں اور
 زبانوں پر، جنت کے درختوں، پتوں، پھولوں، پھلوں پر۔ ہر جگہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ
 محمد رسول اللہ بھی تحریر ہے۔ سچ فرمایا کسی مہاجر رسول نے ہے

سلطان جہاں محبوب خدا تری شان و شوکت کیا کہنا

ہر شے پہ لکھا ہے نام تیرا، تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا

کیوں کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمت للعالمین جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے
 ہر جگہ محمد کی مصطفائی ہے۔

برادرانِ اسلام! اس مضمون پر کہ ہر شے میں نام محمد کی
 مصطفائی موجود ہے۔ گرو نانک جی کی ایک چوپائی یاد آئی

وہ لکھتے ہیں کہ ہے

نام جس دستو کا رتم چو گئے داؤ؛ دو ملا کے بچکین کیجے بیسے بھاگ لگاؤ

باقی بچے تو نو گن کیجے پیچھے دوئی ملاؤ

نانک اس بدھ ہر شے میں تم نام محمد پاؤ

مطلب یہ ہے کہ تم دنیا میں کسی چیز کے نام کا عدد نکال کر اس کو چار سے ضرب دو
 پھر اس میں دو ملا کر پانچ سے ضرب دو پھر اس پورے عدد کو بیس سے تقسیم کر دو پھر تقسیم
 کے بعد جو عدد بچ رہے اس کو نو سے ضرب دے کر دو ملا دو تو بانو ۲۷ کا عدد نکل پڑے گا
 جو محمد کا عدد ہے۔ اے نانک! اس طرح تم ہر شے میں محمد کا نام پاؤ گے مثلاً جدید

ایک لفظ ہے جس کا عدد (۲۱) ہے اس کو (۴) سے ضرب دو تو ۸۴ ہوگا۔ پھر اس

میں (۲) ملا دیا تو (۸۶) ہو گیا۔ پھر اس کو پانچ سے ضرب دیا تو ۴۳۰ ہو گیا۔ اب (۴۳۰)

کو (۲۰) سے تقسیم کیا تو (۱۰) بچ رہا۔ اب اس کو (۹) سے ضرب دیا تو (۹۰) ہو گیا

پھر اس میں (۳) ملا دیا تو (۹۳) ہو گیا اور یہی محمد کے نام کا عدد ہے اس طرح

ثابت ہوتا ہے کہ

رحمت رسول پاک کی ہر شئی پہ عام ہے :

ہر گُل میں، ہر شجر میں محمد کا نام ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرات اس مضمون سے ایک نکتہ یاد آیا کہ ہر شے پر جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تحریر کا جلوہ نظر آ رہا ہے۔ اور خداوند کریم نے ہر چیز پر

ایک نکتہ

اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام بھی نقش فرما دیا ہے تو اس سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے

کہ جس طرح ہم اپنے سامانوں پر اپنا نام کندہ کراتے ہیں۔ مثلاً آپ نے اپنی گھڑی پر اپنا نام

محمد علی لکھوایا اور اسی گھڑی پر سوئٹزر لینڈ کی کمپنی کا نام بھی لکھا ہوا ہے اب اس گھڑی کو

دیکھنے والا پہلی نظر میں جان لے گا اور پہچان لے گا کہ اس گھڑی کا بتاتے والا سوئٹزر لینڈ

کی کمپنی والا ہے۔ مگر اس وقت اس گھڑی کا مالک محمد علی ہے۔ بلاشبہ اسی طرح ہر چیز پر

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی تحریری تجلی فرما کر پروردگار عالم نے یہ ارشاد

فرمایا کہ اے دنیا و آخرت کی نعمتوں کو دیکھنے والو! اور اے جنت النعیم کے جمالستان کا

نظارہ کرنے والو! تم ہو چیز پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لکھا دیکھ کر یہ سمجھ لو کہ اس چیز کا خالق تو اللہ

ہے۔ اور مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھ کر یہ یقین کر لو کہ خدا کی عطا سے اس وقت اس چیز

کے مالک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا ہے

رب ہے۔ معطی یہ ہیں قاسم

رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

خداوند قدوس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں عالم کا مختار بنادیا

ہے۔ جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں۔ اور جس کو چاہیں نعمت کو عین سے سرفراز اور دولت

دارین سے مالا مال فرمائیں۔

برادرانِ ملت! پروردگار عالم جل جلالہ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو کیسے کیسے "تصرفات کی قدرت عطا فرمائی ہے" اس کا کچھ اندازہ وہی لوگ

کر سکتے ہیں۔ جن کے قلوب خدا کی توحید کا خزینہ اور جن کے سینے محبوب خدا کی محبت کا
مدینہ ہیں۔ وہ آنکھیں جو نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت سے بھی جگمگا رہی ہیں۔ ان
سے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات و تصرفات کا حال پوچھو! چودھویں
صدی کے وہ نام نہاد مسلمان کہلاتے والے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جلیا
بشر اور بڑا بھائی کہنے کو اسلام کی بنیاد قرار دیئے ہوئے ہیں انہیں پیارے مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت کی کیا خبر؟ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیارات
و تصرفات کا جلوہ دیکھتا ہو تو شیعہ نبوت کے پروانے صحابہ کرام کی حق میں و حق آگاہ نگاہوں
سے دیکھو!

اللہ! اللہ! صحابہ؟ کون صحابہ؟ صحابہ وہ خوش نصیب مسلمان جنہوں نے اپنی
ایمانی نگاہوں سے رحمتہ للعالمین کے جلال و جمالِ نبوت کو دیکھا اور ایمان ہی پر ان کا
خاتمہ بالخیر ہوا۔ وہ صحابہ جن کے سامنے، جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا اور جنہوں
نے قرآن کو صاحبِ قرآن سے پڑھا، سنا اور سمجھا وہ صحابہ جن کی مدح و ثنا کا خطبہ قرآن
مجید نے پڑھا اور ارشاد فرمایا۔ وَالشَّيْقُونَ الْأَوَّلُونَ
مِنَ الْمُخَجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ یعنی اسلام کی حمایت و نصرت اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ
وسلم کی جان نثاری و خدمت گزاری میں سب سے اول اور سب سے آگے قدم بڑھانے
والے مہاجرین و انصار آپ بارگاہ رسالت کے ان مقربین اور سچے مومنین سے
پوچھئے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات و اختیارات کا کیا عالم

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں۔ یہ
ہجرت کے وقت اکثر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

جلالت ربیعہ

میں وضو کا پانی اور مسواک پیش کیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے جذ بہ عقیدت پر رحمت عالم
کے دریائے رحمت کو جوش آگیا اور ارشاد فرمایا کہ سَلِّ (مسلم ج ۱ ص ۹۳ و مشکوٰۃ ص ۸۴)
یعنی اے ربیعہ! تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو! اللہ اکبر! مسلمانوں! غور کرو! یہ بات
کون کہہ سکتا ہے کہ تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو! یقیناً یہ بات وہی شخص کہنے کی ہمت

کر سکتا ہے جس کے قبضہ اقتدار میں سب کچھ ہو۔ کیوں کہ جو خود کسی چیز کا مالک و مختار نہ ہو
بجلا وہ کس طرح دوسرے سے کہہ سکتا ہے کہ تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو! ربیعہ تے رحمت عالم
کا ارشاد سنا۔ اگر ربیعہ کی جگہ کوئی چودھویں صدی کا مسلمان کہلانے والا بد مذہب ہوتا تو کہہ
دیتا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ سے کس طرح مانگ سکتا ہوں غیر اللہ
سے تو کسی چیز کا مانگنا شرک ہے۔ میں تو بس اللہ سے مانگوں گا مگر۔

برادرانِ ملت! حضرت ربیعہ صحابی تھے۔ وہابی نہیں تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے شرک مٹانے کے لیے تشریف لائے تھے مگر غیر اللہ
خصوصاً محبوبانِ خدا سے کسی چیز کو مانگنا شرک ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح
فرماتے کہ تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو! کیا تو بہ نعوذ باللہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم شرک
کی تعلیم دے سکتے ہیں؟ حضرت ربیعہ کا ایمان تھا کہ یہ محبوب خدا ہیں۔ یہ باذن اللہ
مالکِ ملکِ خدا و قاسمِ جملہ عطا ہیں اس لیے بے دھڑک عرض کر دیا کہ اَسْأَلُكَ مَرَّافَقَتَكَ
فِي الْجَنَّةِ ط یعنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حضور سے جنت میں حضور کی
خدمت گزاری و جاں نثاری کا سوال کرتا ہوں۔ سبحان اللہ! مسلمانوں! آپ نے غور
کیا؟ کہ ربیعہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا چیز مانگی؟ کیا جنت مانگی؟ جی نہیں!
جنتیں تو آٹھ ہیں، اعلیٰ بھی اور ادنیٰ بھی ربیعہ نے صرف جنت نہیں مانگی۔ بلکہ بہشت
اعلیٰ جنت الفردوس کا وہ محل مانگا جو رب العالمین نے خاص رحمت للعالمین کیلئے
تیار فرمایا ہے کیوں کہ ربیعہ بہشت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت گاری طلب
کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ میں بمبئی میں رہوں اور میرا خادم کلکتہ میں رہے تو وہ
بجلا میری کس طرح خدمت کر سکتا ہے۔؟ خدمت گزاری تو جی بھی ہو سکتی ہے کہ آقا جس
محل میں ہو غلام بھی اسی محل میں رہے ربیعہ جب جنت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی غلامی و خدمت کا سوال کر رہے ہیں تو اس کا صاف و صریح مطلب یہی ہوا کہ وہ حضور
علیہ السلام سے اسی محل کا سوال کر رہے ہیں جو خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
تیار کیا گیا ہے۔

ہوادارانِ ملت! دیکھئے! حضرت ربیعہ کتنی بڑی چیز مانگ رہے ہیں اللہ! اللہ! سلطان
دو جہاں کا فردوسی محل اپنی سکونت کے لیے طلب کر رہے ہیں۔

مسلمانو! اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ بھی اختیار نہ
ہوتا تو آپ صاف صاف فرما دیتے کہ اے ربیعہ! میری اتنی قدرت کہاں ہے کہ میں تجھے جنت
کا یہ محل عطا کر دوں۔ مگر مسلمانو! جس طرح آسمان میں ستارے چمک رہے ہیں۔ اسی طرح کتابوں
میں یہ حدیث چمک رہی ہے آنکھ سے دیکھ لو جان لو! پہچان لو! کہ محبوبِ خدا نے
حضرت ربیعہ کو نہ ڈانٹا، نہ جھڑکا نہ اپنی عاجزی و تہیدستی کا اظہار کیا، بلکہ انتہائی سنجیدگی
اور پورے اطمینان کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ اَوْغَيْرَ ذٰلِكَ یعنی اے ربیعہ! تیری یہ مراد تو
میں تجھے عطا کر چکا۔ بول! کیا اور بھی کوئی تیری تمنا ہے؟ تو میں تیری وہ آرزو بھی پوری کر
دوں! سبحان اللہ! اپنے ایک ادنیٰ غلام کو سرکارِ دو جہاں نے بہشت بریں کا اعلیٰ محل
عطا فرما دیا اور ابھی دریائے رحمت اس قدر جوش میں ہے کہ فرما رہے ہیں کہ اے ربیعہ
اس کے سوا اگر اور بھی تجھ کو مانگنا ہے تو مانگ لے! سبحان اللہ! کیوں نہ ہو؟ خدا
کی خدائی میں کون سی وہ نعمت ہے جو رحمتہ للعالمین کی کالی کالی رحمت والی کلمی میں موجود
نہیں ہے؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے

ماک کو نہیں ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے غالی ہاتھ میں

حضور کا ارشاد گرامی سن کر حضرت ربیعہ نے عرض کیا کہ هُوَ ذٰلِكَ بِمَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوا اور کوئی میری تمنا نہیں ہے کہ جنت
الفردوس میں حضور والا کی غلامی اور خدمت کا شرف حاصل ہو جائے۔ حضور کی غلامی مل گئی تو
سارا جہان مل گیا۔ آپ کے در کی گدائی مل گئی تو کونین کی بادشاہی و شہنشاہی مل گئی ہے

دونوں عالم میرے اک حرفِ دعا میں غرق تھے

جب خدا سے کر رہا تھا میں سوالِ مصطفیٰ!

برادرانِ اسلام! شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ حضرت ربیعہ سے بڑی غلطی ہو گئی کہ انہوں نے

اور کچھ نہیں مانگا۔ جنت میں مصطفائی محل تو مل ہی گیا تھا۔ دنیا کی بادشاہی بھی مانگ لیتے تو دنیا و آخرت کی سلطنت کے تاجدار بن جاتے مگر نہیں نہیں! میرے عزیز وادر دوستو! حضرت ربیعہ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی وہ نہایت ہی دانا اور نہایت ہی ہوشیار تھے وہ جانتے تھے کہ اللہ یُعْطِیْ وَ اِنَّمَا اَنَا قَلَمٌ یعنی اللہ ہر نعمت کا عطا فرمانے والا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نعمت کے بانٹنے والے ہیں تو جب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب خاص پایا تو ان کا ایمان تھا کہ جب مجھے پیارے مصطفیٰ کی مصطفائی مل گئی تو پھر خدا کی ساری خدائی مل گئی کیوں کہ ہر نعمت اسی در سے تقسیم ہونیوالی ہے تو پھر اب کسی دوسری نعمت کو طلب کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مقرر مقرر!
جو وہاں سے ہو یہیں آگے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ہوشیار لونڈی | حاضرین محترم! مجھے اس وقت بغداد شریف کی ایک حکایت یاد آگئی ایک مرتبہ ہارون رشید خلیفہ بغداد نے ایک نمائش منعقد کرائی جس میں سلطنت ہبر کے نوادرات و عجائب نمائش کے لیے رکھے گئے جب نمائش ختم ہو گئی تو بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ میرے خدام اور غلاموں میں سے جو شخص جس چیز پر ہاتھ رکھ دے گا۔ وہی اس کا مالک ہے۔ یہ اعلان سنتے ہی پیٹو اور ترہیں لوگ تو لذیذ و خوش ذائقہ مٹھائیوں کی طرف دوڑ پڑے۔ فرنیچروں اور سامانوں کے دلدادہ اپنی اپنی پسند کے فرنیچروں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے سونے چاندی کے طلبکاروں نے درہم و دینار اور زیورات پر چھاپہ مارا غرض تمام لونڈی و غلام اپنی اپنی پسندیدہ چیزوں پر ٹوٹ پڑے مگر ایک لونڈی ساری نمائش گاہ کا چکر لگاتی رہی اور کسی چیز پر ہاتھ نہیں رکھا۔ بلکہ ہر طرف سے گھوم پھر کر آئی اور ہارون رشید بادشاہ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی بادشاہ نے کہا کہ اے نادان لونڈی! اتنی بڑی نمائش گاہ میں تو نے کسی چیز پر ہاتھ نہیں رکھا اور میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ لونڈی نے جواب دیا کہ اے بادشاہ! آپ کا

قول ہے کہ جو شخص جس چیز پر ہاتھ رکھ دے وہی اس چیز کا مالک ہے۔ اے بادشاہ! میں نے پوری نمائش گاہ میں گشت کیا مگر میں نے غور کیا کہ اگر میں سونے چاندی پر ہاتھ رکھتی ہوں تو مجھے صرف سونا چاندی ہی ملے گا اور میں لباس یا فرنیچر پر ہاتھ رکھتی ہوں تو صرف لباس و فرنیچر ہی میرے ہاتھ آئے گا۔ غرض جس چیز پر ہاتھ رکھوں گی صرف وہی چیز مجھے ملے گی تو میری عقل نے یہ فیصلہ کیا کہ کیوں نہ میں اس پر ہاتھ رکھ دوں کہ وہ اگر مجھے مل گیا تو ساری نمائش کیا چیز ہے؟ پوری سلطنت کا سارا سامان مجھے مل جائے گا اس لیے میں نے اے بادشاہ! آپ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیا کہ آپ میرے ہو گئے تو پوری عباسی سلطنت کا جاہ و جلال میری مٹھی میں ہو گا اور ایسی ایسی سیکڑوں نمائشوں کے نوادرات میرے قدموں کی ٹھوکر کاٹ بال بنے ہوں گے ہارون رشید نے یہ فیصلہ کر دیا کہ سب سے زیادہ عقلمند ہی لونڈی ہے؟

تو براہِ راست! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ربیعہ! تم کچھ اور بھی مانگ لو تو ربیعہ نے یہی جواب دیا کہ هُوَ ذَلِكَ۔ یعنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب حضور کا در دولت مجھے مل گیا تو دولت دارین کا سارا سامان بلکہ دونوں جہاں مجھے مل گئے۔ لہذا اب کسی دوسری نعمت کے طلب کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جناب ربیعہ کے اس حسن عقیدت و اخلاص کو دیکھ کر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ۔

فَاعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السَّجُودِ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷)

یعنی اے ربیعہ! تم کثرت سے نماز پڑھ کر اپنی ذات پر میری اعانت کو دہا کہ میں اپنے وعدے کے مطابق جنت الفردوس کے مصطفائی محل میں تم کو اپنی خدمت کے لیے معین کر کے تمہیں اپنی نوازشوں کی دولتوں سے مالا مال کر کے بازارِ آخرت کا سب سے نرالا پونجی پتی، سب سے بڑھ کر مالدار بنانا، سلطنتِ آخرت کا ایک خاص تاجدار بنادوں گا۔ حضرات! کیوں نہ ہو! اچی یہ تو سلطانِ دارین و تاجدارِ کونین ہیں۔ یہ اگر اپنے کسی

غلام کو جنت بخش دیں تو اس میں کون سا تعجب کا مقام ہے؟ ان کے غلامان غلام کو رب العالمین نے ایسی محبوبیت اور ایسے ایسے تصرفات کی قدرت و طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے نیاز مندوں کو باذن الہی جنت کا محل عطا فرمادیتے ہیں؟

بہلول دانا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت بہلول دانا مجذوب شہر بغداد سے باہر نیکے میدان میں ریت کے گھر بندے بنا رہے تھے۔ ملکہ بغداد زبیدہ وہاں سے گزری اور عرض کرنے لگی کہ حضرت یہاں میدان میں آپ کیا بنا رہے ہیں؟ بہلول دانا نے نہایت لاپرواہی سے جواب دیا کہ میں یہاں جنتی محل بنا رہا ہوں۔ زبیدہ نے کہا کہ کیا آپ کوئی محل میرے ہاتھ فروخت بھی کریں گے؟ بہلول دانا کہنے لگے۔ ہاں ہاں! میں بناتا بھی ہوں اور بیچتا بھی ہوں۔ زبیدہ بولی کہ اچھا! تو پھر ایک محل آپ مجھے دے دیجئے جو قیمت آپ فرمائیں میں دینے کو تیار ہوں۔ بہلول دانا نے فرمایا کہ جاؤ! تیس درہم میں ایک محل میں نے تمہارے ہاتھ بیچ دیا۔ خوش عقیدہ ملکہ زبیدہ تیس درہم اس مجذوب درویش کے قدموں پر ڈال کر روانہ ہو گئی گھر جا کر اپنے شوہر ہارون رشید بادشاہ بغداد سے یہ ماجرا بیان کیا تو بادشاہ زبیدہ کے بھولے پن پر ہنس دیا مگر جب رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ میدان محشر قائم ہے اور جنتی محلات نظروں کے سامنے ہیں اچانک اس نے دیکھا کہ ایک محل پر ملکہ زبیدہ کا نام لکھا ہوا ہے مردوں کی تو عادت ہی ہوتی ہے کہ بیوی کی ہر چیز کو وہ اپنی ہی سمجھتے ہیں، ہارون رشید یہ سمجھ کر محل میں داخل ہونے لگا کہ یہ میری بیوی زبیدہ ہی کا محل ہے۔ مگر فرشتوں نے دھکادے کر بیک بنی و دوگوشس باہر نکال دیا اور کہا کہ میاں یہ دنیا نہیں ہے کہ شوہر بیوی کی ہر چیز پر اپنا قبضہ جمالینا ہے۔ یہ عالم آخرت ہے۔ یہاں دنیا کا دستور نہیں چلے گا یہاں تو چیز جس کی ہے وہی اس پر قابض ہو سکتا ہے۔ ہارون رشید منہ لٹکائے چلے آئے مگر جب آنکھ کھلی تو ایک سناٹا چھا گیا اور زبیدہ کے جنتی محل خریدنے اور پھر اس پر اپنے ہنس دینے کا واقعہ یاد آگیا مارے افسوس و ذلت کے پریشان دماغ ہو گیا اور رات کا ٹنڈو بھر ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی اپنا خواب زبیدہ

سے بیان کیا اور کہا کہ جلد مجھے بہلول دانا کی خدمت میں لے چل میں بھی ایک محل خریدوں گا چنانچہ میاں بیوی دونوں بہلول دانا کے درویشی دربار میں پہنچے اور دیکھا کہ آپ بدستور ریت کے گھر دندے نہایت انہماک کے ساتھ بنائے جا رہے ہیں۔ ہارون رشید بولا کہ حضور میں بھی ایک جنتی محل خریدوں گا بہلول دانا نے جواب دیا کہ ہاں ہاں تم بھی خرید لو ہارون رشید نے کہا کہ حضور کتنی قیمت دوں؟ فرمایا کہ ایک محل کی قیمت تیس ہزار درہم ہیں۔ ہارون رشید کہتے لگا کہ حضور آپ نے میری بیوی زبیرہ کو تیس درہم میں ایک محل دیا ہے۔ اور آج مجھ سے تیس ہزار مانگ رہے ہیں۔ بہلول دانا نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ بھائی تمہاری بیوی نے بغیر دیکھے ہوئے محل خریدا تھا اور تم تو دیکھ بھال کر خرید رہے ہو اس لیے دام بڑھ گئے۔ ہارون رشید کے دل پر چوٹ لگی انتہائی شرمندہ ہوا۔ سبحان اللہ! حیوان خدا کے اختیارات و تصرفات کا کیا کہنا سچ کہا ہے کسی خوش عقیدہ شاعر نے

اس در کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان جہاں کی تھولی کو

محتاج کا جب یہ عالم ہے، مختار کا عالم کیا ہو گا؛

پڑھیے درود شریف :- اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بَارِكْ وَسَلِّمْ

برادران اسلام! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمۃ

للعالمین یعنی جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے ہر جگہ مصطفیٰ کی مصطفائی بھی ہے۔ یہی وجہ

ہے کہ زمین و آسمان ملکہ سارے جہاں کی ہر ہر چیز جس طرح خدا کو جانتی پہچانتی اور مانتی

ہے اس طرح ہر چیز پیارے مصطفیٰ صلعم کو بھی جانتی پہچانتی اور مانتی

ہے چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ -

كُلُّ شَيْءٍ يَعْلَمُ اَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلَّا

كُفْرَةً اِلَّا نِسْ وَالْجِبْتُ ۝ یعنی ان انسانوں اور جنوں کے سوا جو کافر

ہیں ہر چیز مجھے اللہ کا رسول مانتی ہے۔

چنانچہ معجزات نبوت کی روایات بتا رہی ہیں کہ زمین، پانی، آگ، ہوا، چاروں عناصر

اور ان کے سوا تمام کائنات عالم مدنی تاجدار کی فرماں بردار ہیں۔

فرمان بردار زمین | کون نہیں جانتا کہ وقت ہجرت جب سراقہ بن مالک نے تو

اونٹ کے انعام کا لالچ دل میں لیے ہوئے رحمۃ للعالمین کو قتل کرنے کی غرض سے
 گھوڑا دوڑاتے ہوئے مدینہ منورہ کے راستے میں مقدس اونٹنی کے بالکل قریب
 پہنچ کر حملہ آور ہونا چاہا تو سرکارِ دو جہاں نے شاہانہ کردار و سلطانی وقار کے ساتھ یہ
 حکم صادر فرمایا **يَا اَرْضُ خُذِي** اے زمین اس کو پکڑ لے اس فرمانِ شاہی کا صادر ہونا تھا
 کہ فوراً زمین نے تعمیل حکم کی اور سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک پتھر ملی زمین میں دھنس گیا سراقہ
 انتہائی لاچاری کے عالم میں شہنشاہِ دو جہاں سے پناہ و امان کی بھیک مانگنے لگا،
 رحمۃ للعالمین جن کے سینے میں ایسا رحیم و کریم دل تھا جس میں ساری خدائی کا درد بھرا
 ہوا تھا۔ سراقہ کی لاچاری و گریہ زاری پر آپ کو رحم آگیا اور زمین کو حکم دے دیا کہ **يَا
 اَرْضُ اُتْرِكِي** اے زمین سراقہ کو چھوڑ دے چنانچہ زمین نے چھوڑ دیا اور سراقہ
 کا گھوڑا زمین پر چلنے لگا لیکن حرص و ہوس کا بڑا ہو کہ پھر سراقہ کی تیت بدل گئی اور
 دوبارہ جوں ہی حملہ کا ارادہ کیا پھر دربارِ رسالت سے زمین کو حکم ہوا **يَا اَرْضُ خُذِي**
 اے زمین اس کو پکڑ لے چنانچہ سراقہ کا گھوڑا ران یا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اور سراقہ
 پہلے سے بھی زیادہ گڑگڑا کر امان طلب کرنے لگا اور پھر سرکار نے اپنا سلطانی حکم صادر
 فرمایا کہ **يَا اَرْضُ اُتْرِكِي** سراقہ کا گھوڑا زمین سے باہر نکل گیا۔ لیکن سراقہ خوف و دہشت
 سے کانپ رہا تھا اس کو رحمۃ للعالمین کی خدا داد قوت اور نبوت کا یقین ہو چکا تھا،
 اور اس نے سمجھ لیا کہ آج مکہ سے ہجرت کرنے والا یہ مسافر عنقریب فاتح مکہ ہو گا اس
 وقت میری اس بے ادبی کو شیعِ رسالت کے پروانے بھلا کس طرح معاف کریں گے؟
 عرض کرتے لگا کہ حضور مجھے امن کا پروانہ تحریر فرمادیں۔ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر دوسرا کوئی شخص
 آپ کی تلاش میں آتا ہو گا تو میں اس کو دایس لوٹا دوں گا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے امن کا پروانہ تحریر کر کے سراقہ
 کو دے دیا (کتب سر)

حضرات! یہ واقعہ دلیل روشن ہے کہ زمین جس طرح رب العالمین کو جانتی پہچانتی
 اور مانتی ہے اسی طرح وہ رحمۃ للعالمین کو بھی جانتی پہچانتی اور مانتی ہے۔ کیوں نہ

ہو کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمۃ للعالمین جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے ہر جگہ مصطفیٰ کی مصطفائی بھی ہے۔

زمین کی ٹھکرائی ہوئی لاش | صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وحی لکھتا تھا اچانک یہ بد نصیب مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے حق میں فرما دیا کہ زمین اس کو قبول نہیں کرے گی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تجھے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں خود اس زمین پر پہنچا اور بہ چشم خود دیکھا کہ اس کی لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اور لوگوں نے بتایا کہ ہم نے اس کو بار بار دفن کیا مگر زمین اس کو قبول نہیں کرتی اور اس کی لاش کو باہر نکال پھینکتی ہے۔ (الکلام المبین)

حضرات! یہ دونوں واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ زمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابع فرمان ہے اور زمین پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تصرف کی قدرت من جانب اللہ حاصل ہے۔

حضرات! یہ تو مختصر خاک پر تصرف ہے۔ اب آئیے پانی پر تصرف کا بھی ایک جلوہ آپ کو دکھا دوں!

پانی دودھ بن گیا | ابن سعد سالم بن ابی الجعد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مشک پانی بھر صحابہ کی ایک جماعت کو عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس مشک کو لے لو! یہ تمہارے راستے کا توشہ ہے صحابہ نے ایک منزل پر پہنچ کر جب بھوک سے بیتاب ہو گئے تو اس مشک کا منہ کھول کر دیکھا تو کیا نظر آیا؟ کہ پوری مشک دودھ سے بھری ہوئی ہے اور مشک کے منہ پر مکھن جما ہوا ہے صحابہ نے مکھن کھایا اور دودھ نوش فرما کر سیراب ہو گئے۔ (الکلام المبین)

سیحان اللہ! پانی بھی حضور کی نبوت کا مصدق اور تابع فرمان ہے آپ پانی کو

دودھ بن جانے کا حکم دیں تو پانی دودھ بن جاتا ہے۔ حضرات! مٹی اور پانی پر تصرف تو آپ نے سُن لیا۔ اب آگ اور ہوا پر تصرف کی بھی ایک مثال سن لیجئے !

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ و تابعین کو دعوت کھلائی اور جب دسترخوان

میں داغ دھبے پڑ گئے تو آپ نے اس دسترخوان کو آگ سے بھرے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں :

جملہ مہماناں ازیں حیراں شدند

انتظارِ دودِ کتوری بدند "

یعنی تمام مہمان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور سب لوگ اسی انتظار میں تھے کہ اب

دسترخوان چلے گا اور دھواں نکلے گا۔ مگر ہوا یہ کہ ہے

بعد یک ساعت برآورد از تنور

پاک و اسپید و ازاں اداخ دور

یعنی تھوڑی دیر کے بعد اس دسترخوان کو تنور سے نکالا تو صاف و سفید اور تمام

میل کچیل سے صاف ہو گیا تھا۔

قوم گفتند اے صحابی عزیز

چوں نسوزید و متقی گشت نیز،

یعنی قوم نے پوچھا کہ اے پیارے صحابی! کیا وجہ ہے کہ یہ دسترخوان آگ میں

نہیں جلا بلکہ صاف و سفید ہو گیا ہے

گفت زانکہ مصطفیٰ دست و دہاں

بس بمالید اندریں دستارِ خواں

یعنی حضرت انس نے فرمایا کہ اس کے نہ جلنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دسترخوان میں حضور

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنے دست مبارک و دہن شریف کو صاف

فرمایا ہے اس لیے احتراماً آگ اس کو نہیں جلاتی ہے بلکہ صاف و ستھر کر دیتی ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمہ اس روایت کو نفل فرمانے کے بعد انتہائی جوش و جذبہ عقیدت کے ساتھ اپنے والہانہ انداز میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب با چنین دست و بے کن اقتراب

چوں جمادے را چنین تشریف داد

بمان عاشق را چہا خواہد کشتاد

یعنی اے جہنم کی آگ اور عذاب سے ڈرنے والے دل! تو بھی اس مقدس ہاتھ اور مبارک ہونٹ سے نزدیکی حاصل کر! ارے! جب ایک بے جان کپڑے کو پیارے مصطفیٰ کے ہاتھوں اور لبِ مبارک کے قرب نے بہ شرف و اعزاز بخش دیا تو اگر کوئی شخص عاشق رسول ہو جائے اور اس کا سینہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مدینہ بن جائے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ اس پر کیسے کیسے شرف و اعزاز کے دروازے کھل جائیں گے اور اس کی عزت و عظمت کا مقام کتنا بلند سے بلند تر ہو جائے گا؟

سبحان اللہ! آگ اس درجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مطیع و تابع فرمان ہے کہ جن کپڑوں کو سرکارِ دو جہاں نے اپنا ہاتھ اور منہ لگا دیا ان کپڑوں کو بھی احترامِ آگ نہیں جلاتی برادرانِ اسلام! آگ پر مصطفائی تصرف کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

خوف ناک آندھی | غزوہٗ اُخزاب میں جب کفار کے لشکر ہزار نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ایک دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

خبر دی کہ آج رات میں ایک ایسی خطرناک آندھی آئے گی کہ جو شخص کھڑا ہو گا وہ اڑ جائے گا اور یہی آندھی ان کفار کے خیموں کو اکھاڑ پھینکے گی اور ان کے گھوڑوں کو آپس میں ٹکرا دیگی چنانچہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق یہ ہلاکت خیز آندھی آئی۔ جس نے لشکرِ کفار کو بھجور کر رکھ دیا اور سالارِ لشکر اس خوفناک آندھی کی تاب نہ لا کر جاک نکلا۔ برادرانِ اسلام یہی وہ آندھی ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں رب العالمین نے اس طرح فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرِّدُا

یعنی اے ایمان والو! تم اللہ کی اس نعمت

نِعْمَةً اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودُ
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّا
تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرًا

کو یاد کرو! جب تم پر بہت سے لشکر حملہ آور ہوئے
تھے تو ہم نے ان کے اوپر ایک آندھی اور ایسے
لشکروں کو بھیج دیا جنہیں تم لوگوں نے نہیں دیکھا
اور اللہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے۔

حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آندھی کا ذکر کرتے ہوئے

فرمایا کہ۔

نُصِرْتُ بِالصَّنَاءِ وَاهْلِكَتْ
عَادٌ بِالذُّبُورِ۔

یعنی پروائی ہو! میری مددگار بنائی گئی اور کچھ بھی ہوا
سے قوم عاد ہلاک کی گئی۔

برادرانِ ملت! ابھی ابھی آپ نے سنا کہ مٹی، پانی، آگ، ہوا، سب حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے فرماں بردار ہیں۔ مٹی، پانی، آگ، ہوا۔ یہ اربعہ عناصر کہلاتے ہیں اور یہ مشہور بات
ہے کہ تمام کائنات زمین جمادات، نباتات، حیوانات سب کے سب انہیں چار عناصر
سے بنے ہوئے ہیں۔ جب یہ چاروں عناصر پیارے مصطفیٰ کے فرماں بردار ہیں اور
چاروں پر تصرفاتِ رسول کی حکومت ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ تمام کائنات زمین شہنشاہ
مدینہ کی فرماں بردار ہیں اور سب پر باذن اللہ پیارے محبوب کا تصرف و اختیار ہے
یہی وجہ ہے کہ درخت آپ کے اشارے پر زمین چیرتے ہوئے چلے آئے اور حکم پاتے
یہی پھر اپنی جگہ چلے گئے اونٹوں نے، ہرنیوں نے، پرندوں نے آپ سے فریاد کی
پتھروں نے کلمہ پڑھا اور اسلام کیا پہاڑ اپنی پشت پر آپ کا قدم دیکھ کر مسرت سے
بھوم اٹھا!

جنگِ بدر میں حضرت عکاشہ کو ایک خشک لکڑی دی اور اشارہ
لکڑی کی تلوار

فرمایا تو وہ چمکتی ہوئی براق تلوار بن گئی حضرت عکاشہ عمر بھر تلوار سے
جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ صدیق اکبر کی خلافت میں مرتدین سے جہاد فرماتے ہوئے
شہید ہو گئے اسی طرح غزوہٴ احد میں عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور کی شاخ ان کے ہاتھ میں دے دی جو فوراً تلوار بن

گئی۔ یہ تلوار عبداللہ بن جحش کے پاس آخری دم تک رہی اور ان کی وفات کے بعد دو سو دینار میں فروخت ہوئی (الکلام المبین)

سہنی کی ٹارچ قتادہ بن نعمان اندھیری رات میں مسجد نبوی سے گھر جانے لگے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک درخت کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا کہ جاؤ یہ شاخ ایسی روشن ہو جائے گی کہ دنوں آدمی تمہارے آگے اور دس تمہارے پیچھے چلیں گے اور ساتھ ہی یہ غیب کی خبر دی کہ تم گھر میں پہنچو گے تو ایک کالی چیز نظر پڑے گی اسے مار کر نکال دینا چنانچہ ان کے گھر تک یہ شاخ ٹارچ کی طرح روشن رہی اور گھر میں ایک کالی چیز نظر آئی جس کو قتادہ نے مار کر پھینک دیا (الکلام المبین)

حضرت ابوہریرہ کی تھیلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام نے تھوڑے سے چھوہارے عطا فرمائے اور حکم دیا کہ اس کو اپنی تھیلی میں رکھ لو اور جب تمہارا جی چاہے اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکالو! خود کھاؤ! دوسروں کو کھلاؤ! مگر خیردار اس تھیلی کو کبھی بھاڑنا مت۔ یہ چھوہارے کبھی ختم نہ ہوں گے۔ سبحان اللہ! حضور کا حکم پا کر یہ چھوہارے ایسے بابرکت ہو گئے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین برس تک ان چھوہاروں کو کھاتے اور کھلاتے رہے بلکہ کئی من اس میں سے خیرات بھی کر چکے مگر وہ ختم نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ تھیلی کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑی جس کا عمر بھر حضرت ابوہریرہ کو صدمہ رہا اور وہ نہایت رقت انگیز اور درد بھرے لہجے میں یہ شعر پڑھتے پھرتے تھے۔

لَيْتَا سِ هُمَّ وَ لِي فِي الْيَوْمِ هَمَّانِ فَقَدْ انْجَرَابَ وَقَتْلُ الشَّيْخِ عُمَانَ
یعنی سب کو تو آج ایک غم ہے مگر مجھے دو دو غم ہیں ایک تھیلی گم ہونے کا دوسرے حضرت عثمان کی شہادت کا

عزیزانِ محترم! یہ نورانی واقعات چمکتے ہوئے سورج کی طرح اعلان کر رہے ہیں کہ زمین و آسمان کی تمام کائنات رحمتہ للعالمین کو جانتی، پہچانتی اور مانتی ہے اور

سب آپ کے فرمان پر قربان اور ان سب پر آپ کا تصرف علی الاعلان ہے اور ان ساری مخلوقات الہیہ میں خدا کی خدائی کے ساتھ ساتھ محمد کی مصطفائی کا بھی جلوہ نظر آ رہا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں نہ ہو کہ خدا رب العالمین ہے۔ اور حضور رحمۃ للعالمین

حاضرین محترم! وَمَا آتَا سَلٰتٰکَ اِلَّا رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ترکیب نحوی کی تفسیر عرض کر رہا تھا۔ اس آیت میں رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ترکیب نحوی

اعتبار سے کیا واقع ہوا ہے؟ یہ ایک علمی اور اہم سوال ہے تو براہِ دران ملت ! مفسرین کرام کے اس بارے میں دو قول زیادہ مشہور ہیں اول یہ کہ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ اَرْسَلْنَا قُلَّکَ مَقْنُوْلٌ لِّہِ ہے۔ دوم یہ کہ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کہ ضمیر حاضر سے حال ہے۔ پہلی صورت میں اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو اسی لیے بھیجا ہے کہ آپ ہی کی وجہ سے ہم سارے جہان پر رحمت کریں گے مطلب یہ ہے کہ آپ خدا کی ہر ایک رحمت کا سبب ہیں زمین و آسمان کی تخلیق ساری کائنات کو خلعت وجود بخشا، دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کو پیدا کرنا، انبیاء و مرسلین کو مراتب جلیلہ و معجزات کثیرہ عطا فرمانا، تمام کتب سماویہ کا نازل کرنا، اولیاء کاملین اور شہداء صالحین کو عظیم المرتبت منازل پر فائز کرنا یہ سب خدا کی رحمتیں ہیں۔ مگر ان سب رحمتوں کا سبب حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہی ہے۔ یہ آیت کہ ہمہ جہجھوڑ جھنجھوڑ کر متنبہ کر رہی ہے کہ اے قرآن پر ایمان لانے والو اس نکتہ سے غافل مت رہنا کہ خدا کی ساری رحمتیں محبوب خدا ہی کی وجہ سے ہیں کیوں کہ خداوند عالم نے آپ کو تمام رحمتوں کا سبب بتایا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو نہ زمین ہوتی نہ آسمان ہوتا نہ سارا جہاں ہوتا جس کو جو نعمت ملی اور جہاں جہاں رحمت الہی کا ظہور ہوا یقین رکھیے اور ایمان لائیے کہ یہ سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے طفیل ہیں ہے کیوں کہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ ”اے محبوب“ ہم نے آپ کو اسی لیے بھیجا ہے کہ آپ کی وجہ سے ہم سارے جہان پر اپنی رحمت فرمائیں گے، تو اس سے ثابت ہوا کہ ہر رحمت خداوندی کا دروازہ رسول ہی کا درپاک ہے یہی وہ ایمان انفرز

مضمون ہے جس کی طرف اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے نہایت ہی لطیف اشارہ فرمایا ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقرر !

جو دہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو دہاں نہیں

اہل علم اس مضمون کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ نحو پڑھنے والا مبتدی بچہ بھی اس مسئلہ کو جانتا ہے کہ مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے۔ اور مفعول لہ فعل معلل بہ کا سبب ہوا کرتا ہے تو اس آیت میں جب رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اَرْسَلْنَا فَعِل کا مفعول لہ اٹھہر اَلَا اَرْسَلْنَا اور رَحْمَةً دُونِ کا فاعل خداوند عالم ہی ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارسال اسی لیے ہوا کہ خداوند قدوس

آپ کی وجہ سے سارے جہاں پر رحمت فرمائے۔

مقصود نورِ اوست در جملگی ظلام

مقصود ذاتِ اوست در جملگی طفیل

دوسرا قول یہ ہے کہ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ كَ ضمیمہ حاضر سے حال واقع ہوا ہے۔

اب اس صورت میں آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اے محبوب ہم نے آپ کو اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ تمام جہان کے لیے رحمت ہیں۔

برادرانِ ملت! رحمت "مصدر ہے جب یہ لفظ ضمیمہ حاضر سے حال واقع ہوا تو یہ

مصدر یقیناً اسم فاعل رَاحِمًا یعنی رحمت کرنے والے کے معنی میں ہوگا مگر بجائے رَاحِمًا

کے رَحْمَةً مصدر مبالغہ کے طور پر لایا گیا۔ اب اس آیت کریمہ کا یہ مطلب ہوا کہ حضور علیہ

الصلاۃ والسلام رَاحِمٌ یعنی سارے جہاں پر رحمت فرمانے والے ہیں اور سارا جہان آپ

کا مرحوم یعنی آپ کی رحمت سے نوازا ہوا ہے۔

یاد رکھیے! کہ ہر مرحوم اپنے راحم کا محتاج ہوتا ہے یعنی رحمت پانے والا رحمت

عطا کرنے والے کا محتاج ہوتا ہے رحمت عطا کرنے والا، رحمت پانے والے کا محتاج

نہیں ہوتا۔ آیت کریمہ نے صاف صاف بتا دیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام رحمت عطا

فرمانے والے ہیں اور سارا جہان ان کی رحمت پانے والا ہے لہذا اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو گیا کہ سارا عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محتاج ہے اور آپ عالم میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں ہیں آپ صرف خدا کے محتاج ہیں اور ساری خدائی آپ کی محتاج ہے اسی مضمون کو عارف رومی نے اپنے عارفانہ انداز میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے

زین سبب فرمود حق صَلَّوْا عَلَیْہُ
کہ محمدؐ بود محتاج الیہ

یعنی خداوند عالم نے اسی وجہ سے سارے عالم کو دربار رسالت میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کر کے لیے حکم فرمایا کہ سارا عالم شہنشاہ رسالت کا محتاج ہے۔
عاضدین کرام! اب غور کیجئے اور انصاف فرمائیے کہ قرآن تو محبوب خدا کو سارے عالم پر رحمت فرمانے والا اور سارے عالم کو ان کی رحمت کا محتاج بتا رہا ہے اور عارف رومی اعلان کر رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم میں سے کسی کے محتاج نہیں ہیں بلکہ مختار ہیں اور سارا عالم ان کا محتاج ہے۔ مگر دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں کہیں یہ لکھتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں کہیں لکھتے ہیں کہ وہ مجبور ہیں کہیں لکھتے ہیں کہ ان کا مرتبہ قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار جیسا ہے۔ (معاذ اللہ)

سامعین کرام! اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ قرآن کا فرمان اور عارف رومی کا اعلان عقیدۃ الایمان ہو گا یا صاحب تقویۃ الایمان کا ہدیان؟

بہر کیف اب جب کہ قرآن سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے عالم پر رحمت فرمانے والے ہیں اور سارا عالم آپ کی رحمت کا محتاج ہے۔ تو پھر یہ نکتہ ذہن میں رکھیے کہ قرآن کریم نے کوئی زمانہ معین نہیں کیا کہ فلاں وقت اور فلاں زمانے میں سارا عالم حضور کا مرحوم و محتاج ہے اور فلاں وقت اور فلاں زمانے میں نہیں بلکہ قرآن نے رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کو مطلق رکھا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب سے عالم

ہے اور جب تک رہے گا ہر زمانے اور ہر وقت میں سارا عالم آپ کا مرحوم و محتاج ہے اور رہے گا اور یاد رکھیے کہ کوئی رحمت پانے والا اس وقت تک رحمت نہیں پاسکتا جب تک رحمت عطا کرنے والا موجود نہ ہو اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ سارا عالم ابھی تک موجود و باقی ہے اور رحمت پارہا ہے تو ثابت ہو گیا کہ اس عالم کو رحمت عطا کرنے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یقیناً موجود، زندہ اور باقی ہیں۔ اسی طرح اسی آیت سے حیات النبیؐ کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اب بھی اپنی قبر شریف میں تمام لوازم حیات کے ساتھ موجود و زندہ اور باقی ہیں۔

برادرانِ اسلام! میں ایک مرتبہ بوستان کا مطالعہ کر رہا تھا کہ نعت

حیات النبیؐ! میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ شعر نظر سے گزرا ہے

تو اصل وجود آمدی از تحت

دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

یعنی یا رسول اللہ! آپ وجود کی جڑ بن کر سب سے پہلے تشریف لائے اور دوسری تمام موجودات آپ کی شاخیں ہیں فوراً یہ نکتہ میرے ذہن میں آیا کہ اس شعر میں جناب سعدی مسئلہ حیات النبیؐ پر روشنی ڈال رہے ہیں کیوں کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سارے عالم کی جڑ بتایا اور سارے عالم کو آپ کی شاخ فرمایا اور ایک بچہ بھی اس بات کو لے بھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ جڑ پہلے موجود ہوتی ہے اور شاخیں بعد کو یہی وجہ ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے سب سے پہلے موجود فرمایا۔ پھر جس طرح جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں۔ اسی طرح نور محمدی سے سارے جہان کو پیدا فرمایا۔ اور یہ بات بھی ہر عاقل و نادان جانتا ہے کہ اگر کسی درخت کی جڑ کٹ جائے تو شاخیں فوراً مر چھا کر فنا ہو جاتی ہیں۔ تو اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مردہ اور مٹی میں مل جانے والا مان لیا جائے تو گویا سارے عالم کی جڑ کٹ گئی۔ پھر سارا عالم کس طرح باقی رہ سکتا ہے؟ لہذا عالم جب شاخ ہے تو اس کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اس کی جڑ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زندہ و موجود اور باقی

رہیں۔ تو گویا حضرت سعدی کے اس شعر کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہوئے تو سارا عالم موجود ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر موجود نہ رہیں تو سارا عالم بھی موجود نہیں رہے گا کیوں کہ جڑ کے وجود سے شاخوں کا وجود ہے۔ اور جڑ کے فنا ہونے سے شاخیں بھی فنا ہو جاتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے۔ تو جہاں ہے

برادران اسلام! بہر حال حیات النبی کا مسئلہ اہل سنت کا عقیدہ ہے اور تمام اہل حق کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام لوازم حیات کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات جسمانی حیات ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور قسم قسم کی نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، دیکھتے سنتے ہیں۔ کلام فرماتے ہیں اور اسلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں اپنی اُمتوں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ اور طرح طرح کے تصرفات فرماتے ہیں۔ اور فیوض و برکات پہنچاتے ہیں اور دنیا میں بہت سے خوش نصیبوں کو اپنی زیارت و دیدار سے مشرف بھی فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے لیکن اتنی کہ فقط آتی ہے

پھر اُسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ اُن کا

جسم پُر نور بھی روحانی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبارک اجسام قبروں میں سلامت رہتے ہیں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن بکثرت درود شریف پڑھا کرو۔ کیوں کہ تمہارا درود شریف میرے سامنے پیش

کیا جاتا ہے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارا درود شریف آپ کے سامنے کس طرح پیش کیا جائے گا قبر میں تو آپ کا جسم شریف بکھر چکا ہوگا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ حَذَقَ عَلٰی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاۓ (مشکوٰۃ ص ۱۱) اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَتّٰی یُرْزَقُ (مشکوٰۃ ص ۱۱) یعنی تم یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے کیوں کہ اللہ کا نبی زندہ ہے۔ اور اس کو روزی بھی ملتی ہے ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اَلْاَنْبِیَاۓ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُورِهِمْ یُصَلُّوْنَ ہ تَفْرِحُ الْاَذْکِیَہُ یعنی انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نمازیں پڑھتے ہیں۔

سبحان اللہ کیسی کیسی کھلی ہوئی دلیلیں ہیں کہ وفات کے بعد تمام حضرات انبیاء بالخصوص حضور سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی جسمانی حیات کے ساتھ مع تمام لوازم حیات کے زندہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے پھپھ جاتے والے

عالم ما کان وما یکون | ہرادران ملت اب آپ اس مضمون پر سیر حاصل تقریر سن چکے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے جہان کو رحمت عطا فرمانے والے ہیں اور سارا عالم آپ کی رحمت سے فیض یاب ہے اور یہ بھی میں عرض کر چکا کہ سارا عالم ازل سے اب تک مصطفائی رحمت سے فیض پاتا رہا ہے اور پاتا رہے گا اب یہ نکتہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ رحمت فرمانے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جن پر رحمت فرماتا ہے ان کا علم بھی رکھتا ہو۔ کیوں کہ رحمت فرمانے والا جن چیزوں کو جانتا ہی نہیں ہوگا۔ ان پر رحمت کس طرح فرمائے گا؟ تو اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ازل سے اب تک ساری کائنات عالم اور تمام مخلوقات الہیہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں کیوں کہ اگر وہ سارے جہان کو نہ

جائیں تو پھر سارے جہان پر رحمت کس طرح فرمائیں گے؟ لہذا جب یہ ایمان ہے کہ آپ رحمتہ للعالمین ہیں تو اس بات کا بھی یقین کرنا پڑے گا کہ آپ عالم العالمین بھی ہیں۔ یعنی آپ سارے عالم کو جانتے ہیں اور سب کو اپنی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ یعنی اے محبوب! اللہ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہے جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ کے اوپر بہت ہی بڑا ہے۔

برادرانِ ملت! اب اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمتہ العالمین تو تسلیم کرے اور عالم ماکان و مایکون نہ مانے تو وہ ایسا ہی ہے کہ دھوپ اور دن کی روشنی کو تو تسلیم کرتا ہے مگر سورج کے وجود کا انکار کر رہا ہے۔

پڑھیے درود شریف! اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ بہر کیف! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ قرآن مجید میں وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ فرما کر یہ بتا دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے عالم کو اپنی رحمت کا فیض پہنچا رہے ہیں اور ہر دور اور ہر زمانے میں سارا عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کا محتاج و مرہونِ منت ہے عالم ملک ہو یا عالم ملکوت، عالم ملائکہ ہو یا عالم جن و انس، جمادات و نباتات کی دنیا ہو یا حیوانات کا عالم غرض سارا عالم آپ کی رحمت سے فیض یاب ہے۔ اب آئیے! چند مثالیں بھی عرض کرتا چلوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے عالم کو کس کس طرح حصہ مل رہا ہے؟

حضرت جبریل سرور ملائکہ ہیں۔ مگر یہ بھی مصطفائی رحمت سے فیض یاب ہوئے۔ منقول ہے کہ ایک

حضرت جبریل پر رحمت

مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبریل سے دریافت فرمایا کہ اے جبریل آپ کو میری رحمت سے کیا خاص حصہ ملا؟ تو حضرت جبریل عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی لے کر جاتا رہا اور تمام زندگی خدا کی بندگی کرتا رہا ہوں مگر میں شیطان کا انجام دیکھ کر اپنے خاتمہ کی طرف

سے مطمئن نہیں تھا۔ لیکن اسے رحمتِ عالم! میں جب آپ کی خدمت میں وحی لانے لگا تو رب کریم نے میرے بارے میں یہ فرمایا کہ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ یعنی جبرئیل دربارِ الہی میں صاحبِ مرتبہ ہیں، مقتدا ہیں، امین ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد مجھے اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین ہو گیا آپ کی رحمتوں میں سے مجھے جو یہ رحمت عطا کی گئی یہ سب رحمتوں اور نعمتوں سے میرے نزدیک بڑھ کر ہے۔

برادرانِ ملت! مومنین پر تو مہرِ طغائی رحمت کا کیا کہنا؟ قرآن مجید نے فرمایا۔

مومنین پر رحمت

بِالْمُؤْمِنِينَ رِءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنی آپ مومنین پر انتہائی مہربان اور رحم فرماتے والے ہیں

اہل ایمان کی ذرا سی تکلیفِ رحمتہ للعالمین کو بے چین ویسے قرار کر دیتی ہے۔ عَزَّوَجَلَّ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّوْا گواہ ہے کہ اُمت پر ذرا سی مشقت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ناقابلِ برداشت ہے دنیا و آخرت میں نہایت ہی بلند درجات جو اہل ایمان کو عطا ہوئے یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب رحمتہ للعالمین کی رحمت ہی کا صدقہ ہے۔ در نہ ظاہر ہے کہ یہ اُمت سب اُمتوں سے کمزور، عمریں کوتاہ، اعمال کم، پھر بھی گُنَتْوُ خَيْرٌ اُمَّتٍ۔ کا شرف اور خیر الامم کا خطاب ملا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی رحمت کا صدقہ ہے اور آخرت کے بارے میں تو کیا پوچھنا؟ روایت ہے کہ جس وقت قیامت میں سب اگلی امتیں اور اگلے انبیاء کے ساتھ ساتھ دو دن نور ہوں گے مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمتِ مومنہ کا نور ہوگا تو اس شان سے کہ ہر مومن کے آگے آگے دو دن نور چل رہے ہوں گے قرآن مجید فرماتا ہے نُوْرٌ هُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ ذٰلِکَ یَمَّا فَمَیْلُوْا یعنی اس اُمت کے مومنین کے آگے اور دائیں دو دن نور دوڑتے ہوں گے۔ سب سے پہلے یہی اُمت دیدارِ الہی سے مشرف ہوگی سب سے پہلے یہی اُمت جنت میں داخل ہوگی اور ملائکہ ان کا استقبال فرماتے ہوئے تحفہ مبارکباد پیش کریں گے

اشداکبر! رحمتِ عالم کی رحمت پر قربان جاؤں ان کی رحمت کا کیا کہنا ہے

ٹوپی جن کے نہ جوتی جن کے

تاج و براق دلاتے یہ ہیں!

کفار پر رحمت

حضرات! ملائکہ و مومنین ہی پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی رحمت محدود نہیں۔ کفار بھی آپ کی رحمت سے محروم نہیں رہے کون

نہیں جانتا کہ اگلی امتوں پر ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے دنیا ہی میں غلاب آجاتا تھا اور وہ بالکل برباد کر دی جاتی تھیں۔ قوم عاد کو ہوا اڑا لے گئی۔ قوم ثمود زلزلہ سے برباد کر دی گئی۔ قوم لوط کی بستیاں الٹ پلٹ کر دی گئیں۔ قوم نوح طوفان میں غرق کر دی گئی بنی اسرائیل کے مجرمین خنزیر و بندر بنا کر ہلاک کر دیئے گئے۔ قرآن مجید میں ہے

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَوْمٍ كَانَتْ

ظَالِمَةً ۖ اَنَّا نَبْعَدُهَا قَوْماً

اٰخِرِيْنَ ۝ (انبیاء)

مگر اے برادرانِ ملت! او اور رحمتہ للعالمین کی رحمت کا جلوہ دیکھو! کفار مکہ نے

کیسے کیسے ظلم کے پہاڑ توڑے، شرک و بت پرستی کرتے رہے۔ اللہ و رسول پر غلط

اور گندی تہمتیں لگاتے رہے اور ایسے ایسے ظلم و عدوان اور سرکشی و طغیان کا مظاہر

کیا کہ زمین ان کی بد اعمالیوں سے لرزہ بر اندام ہو گئی مگر ان گناہوں اور جرموں کے

باوجود نہ ان پر آسمان سے پتھر برسائے گئے نہ ان کی بستیاں الٹ پلٹ کی گئیں۔ نہ

ان کی صورتیں مسخ ہوئیں، بلکہ حد ہو گئی کہ کفار مکہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر

قرآن حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے مگر پھر بھی رحمتہ للعالمین کی رحمت نے

ان کافروں کو بچا لیا اور خداوند عالم نے اعلان فرمادیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ بِیُعَذِّبُهُمْ

وَ اَنْتَ فِیْہُمْ ۚ یعنی چونکہ یہ کفار رحمتہ للعالمین کے زیر سایہ رہتے بستے ہیں۔ اس

لیے اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔ سبحان اللہ! اعلیٰ حضرت قلیلہ نے ارشاد فرمایا ۷

نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے

کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

غلاموں پر رحمت

حضرات! اچھی لہجی باتیں کرنی اور دل فریب مضامین لکھ دینا اور بہتر سے بہتر قانون بنادینا یہ تو بہت آسان ہے۔ مگر ان پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دینا یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن رحمۃ للعالمین کی سیرت مقدسہ کا یہ بڑا ہی نادر و نایاب اور انتہائی روشن و تابناک پہلو ہے کہ آپ نے مجمع عام میں جس بات کا حکم دیا اس پر نہ صرف بازار و میدان ہی میں بلکہ اپنے مکان کی بند کوٹھڑی میں بھی عمل کر کے دکھایا۔ حضرت! کون نہیں جانتا کہ عرب بلکہ ساری دنیا میں لونڈی غلاموں کو جانوروں سے بھی کمتر اور بدتر سمجھا جاتا تھا۔ مگر آؤ! آؤ! رحمۃ للعالمین کی تعلیم رحمت پر ایک نظر ڈالو! آپ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! یہ تمہارے لونڈی غلام تمہارے بھائی، ہی ہیں جن کو خدا نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ لہذا خیردار! تم ان کے حقوق کا خیال رکھو! جو تم خود کھاتے ہو اسی میں سے انہیں بھی کھلاؤ! اور جو لباس تم خود پہنتے ہو اسی قسم کا لباس انہیں بھی پہناؤ اور ان سے کسی ایسے کام کی فرمائش نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہو! اور اگر تم ایسے مشکل کاموں کی فرمائش کرو تو خود بھی ان کی مدد میں لگ جاؤ اور ان کا ہاتھ بٹاؤ! (بخاری ج ۱ ص ۱۷)

حضرات! زید بن حارثہ کا نام تو آپ نے سنا ہو گا؟ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام تھے۔ برسہا برس سے ان کے والد ان کے فراق میں رویا کرتے تھے اور تلاش کرتے پھرتے تھے۔ آخر مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی۔ باپ بیٹے ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر خوب روئے مہربان باپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا: آپ میرے نور نظر زید کو مجھے عنایت فرمادیجئے آپ جتنی قیمت طلب کریں میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔ رحمت عالم نے فرمایا کہ مجھے قیمت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بخوشی زید کو اختیار دیتا ہوں۔ کہ اگر وہ چاہے تو تم اس کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو، مگر جب زید کے والد نے اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو زید نے رحمت عالم کے جمال نبوت کو ایک نظر دیکھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن اخلاق اور نیک سلوک کی پرانی یادیں دل میں چٹکیاں بیٹھ گئیں اور زبان حال

سے عرض کرنے لگے۔

تیرے قدموں میں جو میں غیر کا منہ کیا دیکھیں کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلو اتیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

بھڑکیاں کھاٹی کہاں چھوڑ کے ٹکڑا تیرا،

زید نے اپنے باپ سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے اس رحیم و کریم آقا کی غلامی

پر ہزاروں آزاد یوں کو قربان کرتا ہوں۔ اور اے میرے شفیق باپ! میں کسی حال میں بھی

اپنے اس آقا کی چوکھٹ کو نہیں چھوڑ سکتا حارثہ نے اپنے بیٹے زید کی اس والہانہ

محبت رسول پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اے لختِ جگر! ہے

مجھ سے نہ پوچھو میرا حال، سُن میرا حال کچھ نہیں

تیری خوشی میں خوش ہوں میں تجھ سے سوال کچھ نہیں

جب حارثہ چلے گئے تو رحمۃ للعالمین نے زید کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا

اور آخری دم تک اپنے اس فرزند معنوی کو ایسا نوازا کہ ان کے بیٹے اسامہ کو جو غلام زاد

تھے اور اپنے نواسے حسنین کو جو امام زادے تھے۔ دونوں کو اپنے دوشِ نبوت

پر بٹھا کر مجمع عام میں تشریف لائے تھے۔ شفیق جو پوری مرحوم نے اس انوکھے تاریخی

واقعہ کو دو شعروں میں اس طرح سمویا ہے۔

جس جگہ تذکرہ فخرِ انام آتا ہے

جلی حرفوں میں اسامہ کا بھی نام آتا ہے

ایک کاندھے پہ ہے لختِ یگر شیرِ خدا

دوسرے کاندھے پہ فرزندِ غلام آتا ہے۔

برادرانِ ملت! دیکھا آپ نے غلاموں پر رحمۃ للعالمین کی رحمت ایک کاندھے پر غلام

زادے، اور دوسرے کاندھے پر امام زادے کو بٹھا کر اپنی امت کو یہ تعلیم فرما ہے، میں کہ

دنیا والو دیکھ لو! رحمۃ للعالمین کی نگاہِ رحمت میں غلام کا بیٹا اور بیٹی کا بیٹا دونوں

برابر ہیں۔

عورتوں اور بچوں پر رحمت | برادرانِ اسلام! عرب بلکہ ساری دنیا میں عورتیں اس قدر بے وقعت تھیں کہ سماج میں ان کا کوئی

مقام ہی نہیں تھا اور بے گناہ بچیاں زندہ درگور کر دی جاتی تھیں۔ مگر رحمتِ عالم نے اپنی تعلیمِ رحمت سے ایسا انقلابِ عظیم پیدا فرمایا کہ دنیا کی ٹھکرانی ہوئی عورت مردوں کے دوش پر دوش کھڑی ہو گئی اور اس کے حقوقِ قیامت تک کے لیے قائم و محفوظ ہو گئے اور زندہ درگور کی جانے والی بچیاں ساری دنیا کی نگاہِ محبت و شفقت کا مرکز بن گئیں۔ اللہ۔ اللہ۔ عورتوں اور بچوں پر رحمت کا یہ عالم ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میں نماز شروع کرتا ہوں اور یہ ارادہ کرتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھاؤں گا مگر کسی بچے کی روتے کی آواز میرے کانوں میں آ جاتی ہے۔ تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیوں کہ بچے کے روتے اور اس کی ماں کی بے چینی پر جو نماز میں شامل ہے مجھے رحم آ جاتا ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۸۸)

بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت | بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں۔

كَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسُقْمُ السَّقِيمِ لَا خَيْرَ تِلْكَ الْغَيْمَةِ إِلَى ثَلَاثِ اللَّيْلِ۔ یعنی اگر بوڑھوں کے بڑھاپے اور بیماروں کی بیماری کلیجھے خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کر دیتا۔

اسی طرح جب اسلامی لشکروں کو روانہ فرماتے تو نہایت سختی کے ساتھ یہ ہدایت فرماتے کہ خبردار! اگر جاؤں اور عبادت خانوں کے راہبوں اور بوڑھوں اور عورتوں اور بچوں کو کبھی ہرگز قتل مت کرنا اور جنگی سپاہیوں کو قتل کے بعد ان کے ہونٹ ناک، کان، وغیرہ مت کاٹنا۔ اور ضعیفوں، کمزوروں، بیماروں کے ساتھ نہایت ہی رحم و کرم کا برتاؤ کرنا۔

جانوروں اور درختوں پر رحمت | میرے بند گوا اور بھائیو! رحمتِ عالم نے صرف انسانوں ہی پر رحم کا حکم

نہیں فرمایا بلکہ جانوروں اور درختوں پر بھی آپ اس قدر مہربان تھے کہ اپنی امت کو جانوروں اور درختوں پر بھی رحمت کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ”خبردار! بے زبان جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لا دو! اور نہ بلا ضرورت انہیں مارو! اور اگر مارتے ہی کی ضرورت پڑ جائے تو ہرگز ہرگز جانوروں کے چہروں پر نہ مارو! اور ان جانوروں کے گھاس، چارہ اور دانہ، پانی میں ہرگز ہرگز کمی نہ کو تا ہی نہ کرو کسی جانور کو بھوکا پیاسا ذبح مت کرو اور نہ کُتر چھری سے ذبح کرو، بلکہ ہر طرح ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ درختوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بلا ضرورت ہرے بھرے درختوں خصوصاً پھل والے درختوں کو ہرگز ہرگز مت کاٹو۔ اور ان درختوں کو بھی مت کاٹو جو سہرا راہ ہیں اور مسافر جن کے نیچے سایہ حاصل کرتے ہیں۔

تعلیم رحمت | برادرانِ ملت! احسنو علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کا کہاں تک شمار کیا جائے۔ اب ایک حدیث سن لیجئے جس سے آپ کو رحمۃ للعالمین کی تعلیم رحمت کا جلوہ نظر آجائے گا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اِمْرًا حَمُوًا مَن فِي الْاَمْرِ مَن يَرْحَمُكُمْ مَن فِي السَّمَاءِ يَعْنِي ه

کرو مہربانی تم اہل زمین پر

خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

اور ایک حدیث میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ ”لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَن تَرَ

يَرْحَمُ النَّاسَ؟ (مشکوٰۃ ص ۴۱) یعنی جو لوگوں پر رحم نہیں کریگا اللہ اس پر رحم نہیں فرمائیں گے؟

اسلام وسیع مذہب ہے | برادرانِ اسلام! قربان جانیے کہ ہمارا خدا رب العالمین ہے اور ہمارے رسول رحمت

للعالمین سبحان اللہ! اسلام کا دامن کتنا وسیع ہے ارے سوچو تو سہی! کہ جس دین کا خدا رب العالمین اور جس دین کے رسول رحمتہ للعالمین ہوں وہ دین کتنا وسیع ہو گا اور کیوں کر نہ وہ دین ساری خدائی کا دین ہو گا؟ کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو کہا کرتے ہیں کہ

اسلام بہت ہی تنگ نظر مذہب ہے للہ انصاف! اسے جس دین نے رسول کا تعارف ان لفظوں میں کرایا کہ وہ سارے عالم کے لیے رحمت ہیں کیا وہ دین تنگ نظر ہو سکتا ہے۔ اسلام خدا کو رب المسلمین ہی نہیں مانتا بلکہ اسلام خدا کو رب العالمین مانتا ہے یعنی مسلمان اس خدا کی پرستش کرتا ہے جو صرف مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ مسلم، غیر مسلم ایشیائی، امریکی، آسٹریلین، افریقی بلکہ جمادات، نباتات، حیوانات بلکہ تمام عالم اور سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اسی طرح اسلام اپنے رسول کو صرف رحمۃ اللہومین ہی نہیں مانتا بلکہ رحمۃ للعالمین مانتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی رسول کی رحمت صرف مومنین ہی تک محدود نہیں بلکہ ان کی رحمت مسلم، غیر مسلم، انسان، جن ملائکہ زمین آسمان بلکہ ساری دنیا اور تمام جہان پر ہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا دین جس نے خدا و رسول کا اتنا وسیع تصور پیش کیا وہ دین تنگ نظر ہو سکتا ہے؟ نہیں! بلکہ اگر دنیا انصاف کی نظروں سے دیکھے تو اسلام کے سوا کوئی دین ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو نہ صرف ساری انسانیت بلکہ تمام کائنات عالم کا دین ہو سکے۔ اسی لیے قرآن مجید نے فرمادیا کہ

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ إِيْسَٰرٌ ۖ لَّيْسَ بِالشَّرَارِ وَلَا بِالنَّاصِیَةِ ۚ

یعنی دین تو خدا کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔

حرف آخر: بہر کیفیت! برادران اسلام! آپ اچھی طرح سمجھ چکے کہ ہمارے رسول سارے جہان کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے اور تمام عالم کو اپنی رحمت کی دولتوں سے مالا مال فرمادیا اور اپنی انمول تعلیم رحمت کے ساتھ ساتھ رحمت عامہ کے بے شمار علی نمونے بھی دنیا کے سامنے پیش فرمادے! لہذا اسے برادران اسلام! تم اس بات کو کبھی نہ بھولو کہ تم رحمۃ للعالمین کے امن رحمت سے وابستہ ہو لہذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنے رسول کے دامن رحمت رج رکھو! اور ہر دم ہر قدم پر خدا کی مخلوق کے لیے اپنے دلوں میں رحم و کرم کا جذبہ رکھو! اور خود بھی اپنے عمل سے دنیا کو تباہ و کربہم رحمۃ للعالمین کے غلام بنیں اور دنیا والوں کے سامنے رحم و کرم کے ایسے ایسے نمونے پیش کرو کہ تمہارے دشمنوں کے سینوں میں پتھر پڑ جائے۔

سے زیادہ سخت دل بھی تمہاری رحمتوں کو دیکھ کر موم سے زیادہ نرم بن جائیں۔
 برادران اسلام! کبھی تم نے سوچا کہ تمہارے رسول تو غریبوں، مفلسوں، یتیموں،
 بیواؤں، پڑوسیوں، یہاں تک کہ چرندوں اور پرندوں پر بھی ہر پارِ رحمت تھے مگر آج
 تمہارا عمل و کردار کیا ہے؟ سچ کہنا! کیا جب تم اپنے دستِ خوالوں پر عمدہ عمدہ اور نفیس
 و لذیذ غذا میں کھانے کے لیے بیٹھتے ہو تو کیا تمہیں امتِ رسول کے ان بھوکے غریبوں
 یتیموں اور بیواؤں کی یاد آتی ہے جنہیں نئی کئی دنوں سے خشک روٹ کا ایک ٹکڑا
 بھی نہیں ملا ہے؟

ایمان والو! ایمان سے کہنا جب تم دسمہ اور جنوری کی کڑکڑاتی، ہوئی سردیوں میں
 اپنے نرم نرم گدوں اور گرم گرم لحافوں میں سکھ اور چین کی نیند سوتے ہو تو کیا تمہیں۔
 اس وقت اپنی ملت کی وہ غریب بیواؤں بھی یاد آتی ہیں؟ جو اپنے پھولس کے
 جھونپڑوں میں صرف ایک پٹی پرانی چادر میں لپیٹ کر پاؤں سکوترے ساری رات جاگ
 کر بسر کر دیتی ہیں۔

اے اولاد والو! تمہیں تمہاری پیاری اولاد کا واسطہ! سچ سچ بتاؤ! جب تم عید
 کے دن اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر اچھے اچھے کپڑے پہنا کر ان کی انگلی پکڑے ہوئے
 خوش خوش عید گاہ کو جاتے ہو! تو کیا تمہیں امتِ رسول کے وہ یتیم بھی یاد آتا ہے
 جن کے ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکے اور وہ اپنے میلے کھیلے کپڑوں میں
 حسرت سے سب کا منہ تک رہا ہے اور دل ہی دل میں کڑھ رہا ہے۔ کہ کاش آج
 میرا بھی باپ زندہ ہوتا تو وہ بھی آج مجھے اسی طرح انگلی پکڑے عید گاہ لے جاتا۔ مگر
 ہائے کوئی نہیں! جو مجھ یتیم کی خبر گیری کرے!

آہ! برادران اسلام! افسوس! ہم نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین کے اسوہ حسنہ
 کو چھوڑ دیا ان کے مقدس راستے سے دور ہو گئے۔ ہمارے دلوں سے ایمانی،
 رحمت و اسلامی اخوت فنا ہو گئی آج نہ ہمیں غریبوں کی پروا ہے نہ بیواؤں اور یتیموں
 کا خیال ہے۔ نہ بھوکے پڑوسیوں کا غم ہے پھر ہم بھلا کس منہ سے یہ دعویٰ

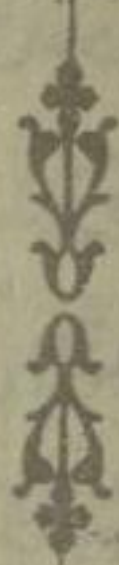
کر سکتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین کے فرمانبردار امتی ہیں۔

اللہ! اے برادرانِ اسلام! بہت سوچے اب جاگو! اور اٹھو اور اپنے دلوں
کی دنیا میں ایمانی انقلاب پیدا کرو۔ اور رحمۃ للعالمین کی سچی اطاعت کو اپنی زندگی کا
نصب العین اور حیات کا شعار بناؤ! اور رحم و کرم، الفت و محبت، مہربانی و اخوت
کے چراغوں سے اندھیری دنیا کو روشن کرو اور ساری دنیا کو رحمۃ للعالمین کا یہ پیغام
سُنادو ۵

کرد مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ أَجْمَعِينَ۔





سید المرسلین

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ خَالِقِ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالصَّلَوةِ وَالسَّلَامُ عَلَى
خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ هـ وَالْهَ الشُّرَفَاءِ هـ وَاصْحَابِهِ النَّبِيَّاهِ هـ وَعَلَى مَنْ اتَّبَعَهُمْ
بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الْجَزَاءِ هـ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوزًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَإِذْ يُخِيلُ بِأَمْرِهِمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ
وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَ
نَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ هـ

(سورۃ اعراف)

بزرگانِ ملت! وبرا درانِ اسلام! سورۃ اعراف کی ایک آیتِ کریمہ میں نے
آپ بزرگوں اور بھائیوں کے سامنے تلاوت کی ہے۔
مفتیِ حاضرین! یوں تو قرآن مجید کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی صاحبِ ایمان اس
کا ایمانی نظروں اور محبت کی نگاہوں سے مطالعہ کرے تو اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ قرآن
کی ہر ہر آیت حضورِ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء کا ایک خوش
رنگ و خوش نما پھول ہے۔ اور پورا قرآن مجید گویا لغتِ پاک کے گلہائے رنگا
رنگ کا ایک حسین و جمیل گلدستہ ہے۔ ہر آیت میں رحمتہ للعالمین کی ثنا و صفت کی
تجلیاں نئے نئے رنگ میں جلوہ گر ہیں۔ لیکن سورۃ اعراف کی یہ آیتِ کریمہ جو میں نے
ابھی ابھی تلاوت کی ہے اس میں خداوندِ قدوس نے لغتِ رسول کے ایسے دس
ستارے روشن فرمادیے ہیں کہ جن کی چمک و دمک سے ہومنین کی دنیائے ایمان

میں اجالا ہو جاتا ہے۔ مگر برادرانِ ملت! میں نے پہلے ہی عرض کر دیا کہ جو شخص ایمانی نظر اور محبت رسول کی نگاہ سے قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا اسی کو قرآن مجید کی ہر ہر آیت میں مدح رسول کے جلوے نظر آئیں گے۔ بھائیو! بات یہ ہے کہ سب کے سر میں آنکھیں ہیں اور سب کی آنکھوں میں نظر بھی ہے مگر نظر نظر میں بڑا فرق ہے۔ محبت کی نظر اور ہے اور عداوت کی نظر اور ہے جناب سعدی فرماتے ہیں:۔

ہنرِ چشمِ عداوت بزرگ تر عیبِ ست
گلِ ست سعدی و در چشمِ دشمنانِ خارست

یعنی عداوت کی نظر سے اگر تم کسی کے ہنر کو دیکھو گے۔ تو وہ ہنر تمہیں بہت بڑا عیب نظر آئے گا۔ دیکھو! سعدی پھول ہے مگر دشمنوں کی نظر میں کاٹنا نظر آتا ہے۔ کیوں کہ وہ محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ عداوت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

بزرگانِ ملت! دیکھئے قرآن ایک ہی ہے مگر رب العالمین کا فرمان ہے۔ کہ
يُصِئِلُ بِهِ كَثِيرًا وَ يَجِدِي بِهِ كَثِيرًا ط یعنی اسی قرآن سے بہت لوگ گم راہ ہوں گے
اور بہت سے لوگ ہدایت پائیں گے دیکھئے ایک ہی قرآن کچھ لوگوں کے لیے گمراہی کا
نشان، اور کچھ لوگوں کے لیے ہدایت کا سامان ہے یہ کیوں؟ اسی لیے کہ کچھ
لوگ اس قرآن کو عداوت کی نظر سے دیکھیں گے۔ اور کچھ لوگ نگاہِ محبت سے اس
کا مطالعہ کریں گے اسی طرح حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ النور ایک
ہی تو تھا۔ مگر عبداللہ بن سلام نے زندگی میں پہلی مرتبہ جمالِ نبوت کا نظارہ کیا تو عمر بھر
فرماتے رہے کہ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَرَفْتُ اَنْ وَجْهَهُ لَكَيْنَ يَوْجِبُ كَذَابًا
یعنی خدا کی قسم! میں نے ایک ہی نظر میں جان لیا، پہچان لیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا رخ النور کسی بھوٹے کا چہرہ نہیں ہے اور ابو جہل نے ہزاروں مرتبہ اسی چہرہ پر نور
کا دیدار کیا۔ دن میں دیکھا، رات میں دیکھا، تنہائی میں دیکھا، جمع میں دیکھا، بار بار
دیکھا، ہزاروں بار دیکھا، مگر افسوس!۔

مریض کفر پر لعنت خدا کی؟

مرض بڑھتا گیا ہوں ہوں دوا کی

یہ کیوں؟ اس لیے اور صرف اسی لیے کہ عبدالمذہب نے محبت کی نگاہوں سے جمالِ محمدی کا نظارہ کیا اور ابو جہل نے عداوت کی نظروں سے جمالِ رسول دیکھا ہی لیے میں نے عرض کیا کہ محبت کی نظر اور ہے، عداوت کی نظر اور۔

لہذا جو شخص محبت رسول کی نظر سے قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس کو یقیناً ہر ہر آیت میں رحمت للعالمین کی مدح و ثناء کے جگمگاتے ہوئے جلوے نظر آئیں گے اور جو بد نصیب عداوت رسول کی عینک لگا کر قرآن پڑھیں گے۔ وہ آیاتِ قرآنیہ میں لعنت رسول کے ایمان افروز نظاروں سے محروم ہی رہیں گے کہ یہ نظریں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا

ایک بد عقیدہ کٹھن ملا | برادران اسلام! چند سال پہلے دہلی وغیرہ کی اکثر مساجد میں ترجمۃ القرآن کا رواج پڑ گیا تھا۔ اور ہر بدھو، خیر احب

آدمیوں کو لے کر قرآن مجید کا ترجمہ سنایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک بد عقیدہ کٹھن ملا سورۃ فاتحہ کا ترجمہ سنانے لگا اور پہلی ہی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا ترجمہ اس طرح سنایا کہ ”تمامی تعریف اللہ ہی کے لیے خاص ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے ترجمہ تو ٹھیک ہی کیا مگر جب تفسیر شروع کی تو بڑی گرج دار آواز میں دارِ طبعی کھجلا کھجلا کر اس طرح چہکنے لگا کہ ”دیکھو بھائیو! پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ تعریف تو بس صرف خدا ہی کی ہے۔ اللہ صاحب کے سوا کوئی تعریف کے لائق ہی نہیں۔ پس اللہ صاحب کے سوا کسی کی تعریف کرنی ہی نہیں چاہیے کوئی کتنا ہی بزرگ کتنا ہی بڑا ہو، ولی ہو، نبی ہو، وہ تعریف کے لائق ہی نہیں ہے۔ نہ اس کی تعریف کرنی چاہیے۔ بدعتی لوگ کبھی پیغمبر صاحب کی تعریف کرتے ہیں، کبھی غوثِ پاک کی تعریف کرتے ہیں۔ مگر تم لوگ اسے بھائیو! دیکھ لو کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قرآن میں ہے کہ سوا اللہ صاحب کے کوئی تعریف کے قابل ہی نہیں ہے تعریف تو بس اللہ

صاحب ہی کی ہے اس لیے امٹ صاحب کے علاوہ کسی کی تعریف مت کرو! ورنہ شرک ہو جائے گا۔ مسلمان بھائیو! شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ شرک سے بچو! دوڑو! سر پر پیر رکھ کر بھاگو! ایک غریب سنی بھی اس مجلس میں پہنچ گیا تھا، وہ اس بے سر پر کی بے تکی باتوں کو سنتے سنتے پک گیا تھا۔ جب کھٹ ملا کی تفسیر ختم ہو گئی تو سنی نے بھرے مجمع میں سوال کیا کہ مولوی صاحب! ہمارے نبی کا کیا نام ہے؟ کھٹ ملا ڈانٹ کر بولا کہ تم بالکل ہی جاہل ہو، اتنا بھی نہیں جانتے کہ نبی صاحب کا نام "محمد" ہے۔ سنی نے کہا کہ اچھا یہ بتا دیجئے کہ محمد کے کیا معنی ہیں؟ کھٹ ملا ذرا ہکا کر بولا کہ محمد کے معنی بہت زیادہ تعریف کیا ہوا "سنی نے کہا کہ جناب آپ نے تو ابھی ابھی اتنا زور مارا کہ اللہ صاحب کے سوا کسی کی تعریف ہی نہیں مگر انت انتالی نے تو خود ہی اپنے محبوب کا نام "محمد" رکھا۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا کے محبوب بہت زیادہ تعریف کیئے ہوئے ہیں یعنی زمین و آسمان والے، فرش و عرش والے ساری خدائی اور خود خدا ان کی تعریف کر چکا اور کر رہا ہے اور کرتا رہے گا پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی تعریف کرتا شرک ہے۔ کھٹ ملا سنی کی پکڑ میں آچکا تھا۔ تفسیر بیان کرتے وقت تو منہ سے ہتھوک کی پھوار جھڑتی تھی، مگر اب ہتھوک گلے میں خشک ہو چکا تھا۔ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا اور لا جواب ہو کر بھاگ نکلا۔

برادران اسلام! دیکھا آپ نے یہ کھٹ ملا قرآن پڑھتا تھا مگر محبت رسول کی نگاہ سے محروم تھا اس لیے اس کو قرآن میں رسول پاک کی تعریف ہی نہیں ملی اور یہ سنی گو کم علم تھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں محبت رسول کی نظر تھی تو اس کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نام پاک ہی میں لغت پاک کے ہزاروں جلوئے نظر آ گئے اس لیے میں نے عرض کیا کہ محبت کی نظر اور ہے عداوت کی نظر اور۔

افسوس! یہ کھٹ ملا اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ اگر کوئی شخص میری اس چھڑی کی تعریف کرے کہ بہت سبک، نہایت ہی حسین، بہت ہی خوبصورت ہے۔ تو عزیز و امیری چھڑی کی جس قدر بھی تعریف کی جائے گی درحقیقت یہ چھڑی بنانے والے ہی کی

تعریف ہوگی کیوں کہ اسی نے اس چھڑی کو اتنی خوبصورت اور حسین بنایا ہے تو اسی طرح ہم حضور آقائے نامدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر بھی تعریف کریں درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کیوں کہ اسی خلاق ذوالجلال نے اس نبی جمال کو پیدا فرمایا اور اسی نے اپنے محبوب کے حسن و جمال اور ہر کمال میں بے مثال بنایا لہذا جس قدر بھی رحمتہ للعالمین کی تعریف کی جائے گی وہ درحقیقت رب العالمین ہی کی تعریف ہوگی رہے

یاد محمد یاد خدا ہے
کس کی شان گھٹاتے یہ ہیں

بہر کیف برادرانِ ملت! میں نے عرض کیا کہ سورہ اعراف کی اس ایک آیت میں خداوند قدوس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دس اوصاف جمیلہ و فضائل جلیلہ کا بیان فرمایا ہے۔ پہلے آپ اس آیت کریمہ کا ترجمہ سنئے پھر میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان دس صفتوں کی تشریح اور ان کا مفصل بیان بھی عرض کر دوں گا۔ ارشاد ربانی ہے۔

یعنی وہ لوگ جو غلامی کریں گے اس رسول

کی جو غیب کی خبریں دینے والے اُمی ہیں۔

جس کو لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات و

انجیل میں وہ رسول انہیں بھلائی کا حکم دے گا

اور برائی سے منع کرے گا۔ اور ستھری چیزیں

ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں

ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور

گلے کے چھدرے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ

جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور

اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس

کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ کامیابی پاتے ولے ہیں

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الَّذِي آتَىٰ بِحُجَّةٍ وَنَهَىٰ مَكْرُوهًا وَعَدَّ لَهُمْ
فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ مَا مَرَّهُمُ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
يَجْعَلُ لَهُمُ اللَّهُ طَيِّبَاتٍ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ
الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ
وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَاَلَّذِي
آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوا لَهُ وَاتَّبَعُوا نُورَ
الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُقْلِحُونَ ه

برادرانِ ملت! یہ پوری آیت مبارکہ کا با محاورہ و سلیس ترجمہ تھا جو آپ سن چکے اب غور فرمائیے کہ آیت پاک کا پہلا کلمہ یعنی الْكَذِّبِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ - - یہاں تک تین صفتوں کا ذکر ہے۔ رسول، نبی، امی۔

رسول برادرانِ ملت! رسول کے کیا معنی ہیں؟ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کے معنی قاصد اور پیغام لے جانے والا۔ مگر یاد رکھیے کہ یہ رسول کے لغوی معنی ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں رسول اس برگزیدہ اور منتخب خدا کے پیغام بر کا نام ہے جو خدا کی طرف سے نئی کتاب و شریعت کے ساتھ ہدایت کے لیے دنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔

عزیزانِ ملت! مرتبہ رسالت وہ با عظمت و بلند مقام ہے کہ انسانیت کے لیے اس سے بلند و بالا مقام ممکن ہی نہیں۔ قرآن مجید میں رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔ يٰٓأَيُّهَا مَنِ السُّلْطٰنِ رُسُلًا وَمِنَ السَّائِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ (سورہ حج) یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے بے شک اللہ بہت زیادہ سننے والا بہت زیادہ دیکھنے والا ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول وہی ہوتا ہے جس کو اللہ عالم الغیب والشہادہ تمام فرشتوں یا تمام انسانوں میں سے چن کر منصب رسالت کے لیے انتخاب فرما لیتا ہے دوسری جگہ قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ اَعْلَمُ مَخِیْثٌ یَّجْعَلُ مِنْ سُلٰتِیْنٍ ۙ یعنی منصب رسالت کے قابل کون ہے؟ اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ حاضری محترم! ان دونوں آیتوں کے مضمون سے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق تمام ملائکہ یا تمام انسانوں میں سے ان ہستیوں کو جو منصب رسالت کے قابل ہیں چن کر اپنی رسالت کے لیے منتخب فرما لیتا ہے۔

برادرانِ ملت! اب آپ سوچیے کہ کسی شخص کو کسی منصب کے لیے چن لینے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ دیکھیے؟ ہم اپنی لڑکیوں کے لیے داماد چنتے ہیں ہم اپنے لڑکوں کے لیے دولہن چنتے ہیں ہم اپنے تجارتی فرم کے لیے مینجیر چن کر منتخب کرتے ہیں آپ

بتائیے! اس چن لینے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اس کا مطلب یہی تو ہوتا ہے کہ ہم اپنی طاقت بھراپنے علم کے مطابق سود و سولہ کوں یا لڑکیوں یا تجارتی ماہروں کو اچھی طرح دیکھ بھال کر، چھان بین کر، پوری تحقیقات کے بعد چنتے اور منتخب کرتے ہیں، اور چنتے وقت پوری پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے داماد یا ہماری بہویا ہمارے مینجر میں کمال ہی کمال ہو۔ ذرہ برابر بھی کوئی عیب نہ ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ چوں کہ ہماری نظر محدود، ہمارا علم کوتاہ، ہمارا ماحول مختصر ہے اس لیے ہمارا چنا ہوا گو ساری دنیا سے اچھا تو نہیں ہوتا مگر پھر بھی وہ سود و سوسے تو اعلیٰ و افضل اور اچھا ہی ہوتا ہے لیکن سوچیے تو سہی کہ اللہ تعالیٰ جو ملاقا عالم ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے جو ساری دنیا کا سمیع و بصیر، جو سارے جہان کا علیم و خبیر ہے، جب وہ اپنے علم و قدرت و ارادہ کے مطابق کسی کو چنے گا پھر دس، بیس، ہزار، دو ہزار میں سے نہیں بلکہ تمام انسانوں میں سے جس کو چنے گا، پھر کسی معمولی عہدے کے لیے نہیں بلکہ عہدہ نبوت و رسالت اور اپنی خلافت و نیابت کے لیے جس برگزیدہ و معظم شخص کو چنے گا وہ شخص کتنا بلند درجہ اور کس قدر عظیم المرتبت اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا یا کمال بلکہ مہر اپا کمال شخص ہوگا اور لہذا سمجھ لو کہ ایک رسول کا مرتبہ کتنا بلند و بالا اور کس قدر عظمت والا ہوگا۔ اور یہ بھی یقین کر لو کہ رسول جب خدا کا برگزیدہ اور چنا ہوا ہوتا ہے۔ تو رسول یقیناً وہی شخص ہوگا جو تمام نقائص و عیوب سے پاک ہو اور اس میں کمال ہی کمال ہو۔ کیوں کہ رسول جب خدا کا برگزیدہ اور چنا ہوا شخص ہوتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ بے عیب خدا اپنی خلافت و نیابت کے لیے ہرگز ہرگز کسی عیب دار شخص کو نہیں چن سکتا۔ سبحان اللہ! یہ تو عام رسولوں کی شان ہے مگر خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ وَ لَکُمْ رَسُولٌ مِّنْ دُونِکُمْ یُخْبِتُ لَکُمْ دُورَکُمْ وَ یُخْبِتُ لَکُمْ دُورَکُمْ وَ یُخْبِتُ لَکُمْ دُورَکُمْ

اللہ یجتنبی من دوسلہ من یشاکو یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان چنے ہوئے رسولوں میں سے پھر جس کو چاہتا ہے خاص طور سے چن لیتا ہے معلوم ہوا کہ تمام ملائکہ اور تمام انسانوں میں سے تو اللہ تعالیٰ رسولوں کی مکرم و معظم ہستیوں کا انتخاب فرماتا ہے۔ پھر اپنے ان چنے ہوئے رسولوں میں سے بھی اس نے چن کر ایک خاص رسول کو

منتخب فرمایا ہے۔

برادرانِ ملت! ان چنے ہوئے عظیم المرتبت رسولوں کی جماعت میں منتخب خاص رسول کون ہے؟ تو آپ یقین کیجئے کہ وہ رسول اعظم و خلیفۃ اللہ الاکرم وہی رسول مکرم ہیں جنہیں اس آیت میں اس وحی ارشاد فرمایا کہ **اَلْكَذِبُ يَكْتُمُكَ الرَّسُولَ النَّبِیَّ** یاد رکھیے کہ الرسول پر "الف لام" عہد خارجی کا ہے یعنی اس رسول سے ایک خاص الخاص رسول مراد ہے اور وہ وہی رسول ہیں جو سب رسولوں میں سے خاص طور پر چنے ہوئے رسول ہیں۔ یعنی گلشن رسالت کے سب سے حسین پھول، جناب رسول مقبول، بادی الشہل، سید الرسل خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

برادرانِ ملت! اب غور کیجئے اور سوچئے کہ بے شمار ملائکہ اور لاتعداد انسانوں میں سے کچھ بے عیب و باکمال، ہستیوں کو خداوند قدوس نے اپنی رسالت و نیابت کے لیے چنا۔ پھر ان چنے ہوئے رسولوں میں سے اس نے اپنے محبوب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاص طور پر چن لیا، تو پھر سرورِ انبیاء محبوبِ کبریا علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاہ و جلال، ان کے فضل و کمال، ان کے حسن و جمال کا کیا عالم ہو اور ان کے مراتبِ جلیلہ و فضائلِ جمیلہ کی شانِ بے مثال کی کیا انتہا ہوگی۔ سبحان اللہ! اعلیٰ حضرت قیدہ قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی،	سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء و اولیاء سے رسل	اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سارے اچھوں میں اچھا سمجھئے جسے	ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس	ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
ملک کو زمین میں انبیاء و تاج دار	تاج داروں کا آقا ہمارا نبی

پڑھیئے درود شریف!

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَىٰ آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ

بزرگانِ ملت! یہی وہ مضمون ہے جس کو خداوند عالم نے ارشاد فرمایا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ
عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ط

یعنی یہ رسولوں کی جماعت ان میں سے بعض کو
ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے چنانچہ ان میں سے
کچھ ایسے بھی رسول ہیں جن سے خداوند قدوس
نے کلام فرمایا! اور کچھ تو ایسے عظیم الشان ہیں کہ رب
العزت نے ان کے لیے شمار درجیات بلند فرما

دیئے ہیں۔

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں وہ رسول جن سے خداوند عالم نے کلام
فرمایا وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور وہ رسول جن کے درجات عالیہ
بے شمار ہیں وہ محبوبِ کر و کار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
برادرانِ اسلام! خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے شرف ہم
کلامی کی معراج سے سرفراز فرمایا اور اپنے حبیبِ لولاک سیارِ فلاک صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی معراجِ ربّی میں فَاذْلَحْنِي إِلَى عَبْدِيهِ مَا أَوْحَىٰ کے
انداز خطاب کے ساتھ اپنے شرفِ کلام سے نواز کر سلطنتِ عزت و اکرام کا تاجدار بنایا
مگر آئیے معراجِ موسیٰ و معراجِ محمدی اور کلامِ موسیٰ و کلامِ محمدی کا فرق دیکھئے اور
کلیم اللہ و حبیب اللہ کے تفاوتِ درجات کی منازل کا نظارہ کیجئے۔

بزرگانِ ملت! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج ہم کلامی کا مقام
معراجِ موسیٰ کوہ طور ہے جو زمین پر ہے اور معراجِ محمدی کی منزل بالائے
عرش ہے جو آسمانوں کے اوپر ہے گویا ان دونوں معراجوں میں زمین و آسمان کا
فرق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند قدوس نے حکم فرمایا کہ وہ خود چل کر کوہ
طور پر تشریف لائیں اور چالیس دن روزہ رکھیں اور چالیس راتوں میں عبادت کریں چنانچہ
جب چلہ پورا ہو گیا تو خداوند عالم نے ان کو اپنے شرف ہم کلامی سے نواز کر اپنی
ایک بجلی کا جلوہ دکھا دیا چنانچہ رب العزت جل جلالہ، خود ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا
وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ ارْنِي
أَنْظُرْ إِلَيْكَ -

یعنی جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے
مقرر کئے ہوئے وقت پر آگئے اور ان کے رب
نے ان سے کلام فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ
اے میرے پروردگار تو مجھے اپنا دیدار عطا فرما
میں تجھ کو دیکھوں گا۔

۴

خداوند ذوالجلال نے جواب میں فرمایا لَنْ تَرَانِي یعنی اے موسیٰ علیہ السلام
تمہاری آنکھوں میں ہمارے جمال و جلال با کمال کے دیکھنے کی تاب و طاقت نہیں ہے۔
اس لیے تم ہرگز ہرگز ہمارا دیدار نہیں کر سکتے۔ مگر پھر بھی حضرت حق جل مجدہ نے اپنے
پیغمبر اولوالعزم کا دل نہیں توڑا اور ارشاد فرمایا کہ وَلَٰكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ
اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي یعنی اے موسیٰ علیہ السلام آپ پہاڑ کی طرف نظر جمائیے
اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تقریباً آپ کو ہمارا دیدار حاصل ہو جائے گا۔ لیکن
پھر کیا ہوا؟ اس کو قرآن ہی کی زبان سے سنئے! فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا
وَاَخَذَ مُوسَىٰ ذَرْعًا لِّمَعْنَاهُ یعنی جب رب تبارک و تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی
تو پہاڑ اس تجلی کی تاب نہ لا کر چور چور ہو کر زمین پر بکھر گیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
پر ایسی والہانہ کیفیت طاری ہو گئی کہ وہ دنیا سے ہوش و خرد سے بے نیاز ہو کر اور اپنے
کیف و مال میں مستغرق ہو کر کھڑے نہ رہ سکے۔ اور زمین پر لیٹ گئے پھر جب کیفیت
استغراق میں افاقہ ہوا تو کیا بولے۔ قرآن فرماتا ہے۔

فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ
تُبْتُ اِلٰهَكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ
یعنی عرض کیا کہ اے اللہ! تو پاک ہے اور
میں اب کبھی بھی تیرے دیدار کا سوال کرنے سے
تیرے دربار میں تو یہ کرتا ہوں۔

(اعراف)

معراج محمدی | برادرانِ ملت! یہ تھی کلام موسیٰ و معراجِ کلیم کی ایک جھلک
جو آپ نے ملاحظہ کیا، اچھا اب آئیے اور کلام محمدی و معراج
حبیب کا بھی ایک جلوہ دیکھئے اور یہ شعر دردِ زبان کیجئے۔

ہیں کلیم طور موسیٰ ہے شرف یہ بھی! مگر

دم میں سیر لامکان معراج اسری اور ہے۔

اشد اکبر! مہمانِ عرشِ عظیم خود سے نہیں جاتے بلکہ رب العرش ملکینِ سدرۃ المنتہی کو بھیج کر انہیں بلاتا ہے اور بے شمار اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنی بارگاہِ قدس میں مہمان بنا کر اپنے قربِ خاص میں مقربِ بارگاہ بنا کر شرفِ ہم کلامی سے مشرف فرماتا ہے۔ اور اپنے دیدار کی دولت سے مالا مال فرماتا ہے۔ سبحان اشدا کلام حبیب کی منظر کشی قرآن سے پوچھو۔ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ تَتَذَكَّرُ لَنَا نَدَدًا ۚ كُنَّا قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۚ یعنی محبوب خدا بارگاہِ کبریا، میں اس قدر قریب سے قریب تر ہوئے کہ دو کمانوں کا فرق رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے اور دیدار کا یہ عالم ہے کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۚ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۚ کہ نہ نگاہ بھپکی، نہ نظر بھپکی، اور خدا کی آیاتِ کبریٰ کا دیدار و نظارہ فرمایا۔ حضرت جانی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک پر تو جمال

تو عین ذات می نگری در تبسمی

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف جمالِ الہی کی ایک تجلی دیکھی، ایک لائٹ اور روشنی ہی دیکھی تھی۔ مگر وہ دنیا سے بوش و خرد سے اس طرح بے نیاز ہو کر کیفیتِ دیدار میں غرق ہو گئے کہ حج

میں کس کی ٹول خبر؟ تجھے اپنی خبر نہیں!

لیکن اے پیارے حبیب! آپ نے صرف تجلی اور روشنی ہی نہیں دیکھی۔ بلکہ آپ نے تو عین ذاتِ الہی کا اپنے سر کی آنکھوں سے دیدار فرمایا۔ مگر نہ آپ کی آنکھ بھپکی نہ نظر بھپکی، نہ کیفیت سے مغلوب ہوئے بلکہ پورے ہوش و خواس کی درستگی کے ساتھ لذتِ دیدار سے لطف اندوز ہو کر مسکراتے ہی رہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی نظر | برادرانِ اسلام! لیکن یاد رکھیے کہ گو موسیٰ

علیہ السلام نے صرف تجلی الہی کا مشاہدہ فرمایا۔ مگر پھر بھی اس دیدار تجلی سے ان کی آنکھوں کو کس قدر نورانی کمال حاصل ہوا؟ یہ سننے کے قابل ہے شفاء قاضی عیاض میں ایک حدیث ہے کہ

كَانَ يُبْصِرُ النَّمْلَةَ السَّوْدَاءَ
فِي اللَّيْلَةِ الظُّلُمَاءِ مِنْ عَشْرَةِ
عَشْرَةِ مِيلَافٍ
یعنی موسیٰ علیہ السلام کی بصارت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ وہ کالی چوٹی کو اندھیری رات میں تیس میل کی دوری سے دیکھ لیا کرتے تھے۔

اللہ اکبر! جس آنکھ نے صرف نور الہی کی تجلی دیکھی جب اس آنکھ کی نورانیت و بصارت کا یہ عالم ہے کہ اس کو ایک کالی چوٹی گھٹا ٹوپ اندھیری رات میں تیس میل کی دوری سے نظر آجائے، تو پھر اس آنکھ کی نورانیت و بصارت کا کیا عالم ہو گا؟ جس نے خدا کی عین ذات کو دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ
نہ نگاہ کج ہوئی نہ نظر بہکی۔

برادرانِ ملت! حق تو یہ ہے کہ جس آنکھ سے خدا نہیں چھپا اس آنکھ سے خدا کی خدائی کب چھپ سکتی ہے؟ اس لیے سبز گنبد کے مکیں حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اگر عرش و فرش، مکان و لامکان، سارے عالم، تمام جہان کو بیک وقت اپنی نگاہوں سے دیکھ لیں تو اس میں کون سا تعجب کا مقام ہے؟

برادرانِ ملت! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا مسئلہ آج گاؤں گاؤں میں اس پر سر پھٹول ہو رہی ہے۔ اور ہر بدھو، خیراتی اور کھٹے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے انکار کا گلا پھاڑ پھاڑ کر اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کج فہموں کو کون سمجھائے کہ بھائی! غیب کے کیا معنی ہیں؟ غیب کے معنی چھپا ہوا ہر چھپی ہوئی چیز غیب ہے اور آپ جانتے ہیں کہ سب سے وہ چھپی ہوئی چیز کیا ہے؟ اچھا سب سے زیادہ چھپی ہوئی چیز خدا کی ذات ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام خدا کی ذات کو غیب الغیب کہتے ہیں یعنی وہ تمام چھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چھپا ہوا ہے اور ایسا چھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے

ادراک و دیدار سے محروم و مجبور رہی رہے۔ ایک مرتبہ کسی شاعر نے خداوند قدوس کی شکایت کرتے ہوئے لکھ مارا کہ

تیرے چھپنے سے پڑے دیر و حرم کے جھگڑے
تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو امی تو ہو جائے

شاعر صاحب! جھوم جھوم کر یہ شعر گنگنا رہے تھے اور خداوند قدوس کی شکایت کر رہے تھے کہ خداوند! تیرے چھپنے امی کی وجہ سے یہ مسجد و مندر کے جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ اگر تو پردہ اٹھا کر اپنا جمال دکھا دے تو مسجد کا کلا اور مندر کا پجاری دونوں تیرے ہی آگے سر بسجود ہو جائیں اور مسجد و مندر کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ کسی صاحبِ حال صوفی نے سنا تو اس کو بلال آگیا کہ بے اوڈال کے ”لودم“ چپ کیا بکتا ہے؟

یہی بہتر ہے کہ پردہ میں وہ روپوش رہے۔
وہ اگر پردہ اٹھا دے تو کسے ہوش رہے۔

اسے خدا کی ذات غیب الغیب ہے وہ سب چھپے ہوؤں میں سب سے
بڑھ کر چھپا ہوا ہے

اسے کون دیکھ سکتا؟ وہ یگانہ ہے وہ یکتا

جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

مطلب یہ ہے کہ خداوند قدوس کی ذات غیب الغیب ہے اور سب کی آنکھیں اس کے دیدار پر انوار سے عاجز و لاچار ہیں۔ مگر سبحان اللہ! محبوب خدا کی آنکھ وہ بے مثل و بے مثال آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب یعنی خدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ برادرانِ ملت! اس آنکھ سے خدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

۵ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کر وڑوں درود

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔

عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى
غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى
مِنْ رَسُولٍ ۖ

یعنی خدا ہر غیب کا جانتے والا ہے اور
وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا لیکن
اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے
اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ
فَوْجَدَتِ بَرْدَهَا بَيْنَ شَدَى
فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ۔

یعنی شبِ معراج میں اللہ عزوجل نے اپنا
دستِ کرم میرے دونوں شانوں کے درمیان
رکھ دیا تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں
چھاتیوں کے درمیان محسوس کی پھر ہر چیز میرے
لیے روشن ہو گئی اور میں نے پہچان بھی لیا۔

ایک حدیث میں یہ بھی وارد ہوا کہ

إِنَّ اللَّهَ رَوَى لِي الْأَرْضَ
فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔

یعنی اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ
دیا تو میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا

حضرات! مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک مرتبہ
میں نے تقریر میں یہ مضمون بیان کر دیا کہ حضور علیہ

ایک دیوبندی طالب علم

الصلوة والسلام اپنے ہر امتی اور ہر جنتی و دوزخی کا علم رکھتے ہیں۔ اور سب کو جانتے
پہچانتے ہیں۔ رات میں تقریر ہوئی اور صبح کو دیوبندیوں میں ایک ہل چل مچ گئی یاروں
نے ایک مٹھے طالب علم کو سکھا پڑھا کر میرے پاس بھیج دیا۔ طالب علم نے آتے ہی نہایت
بے باکی کے ساتھ مجھ سے سوال کیا کہ آپ نے رات میں یہ کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
ہر دوزخی و جنتی کو پہچانتے ہیں۔ تو کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو ہندوستان کے تمام بھنگیوں کا علم تھا؛ کہ وہ کہتے ہیں اور کون کون ہیں؟ اس بے ادبانہ سوال پر میری رگوں میں ایمانی خون کھولتے لگا اور میں نے کہا کہ تم اس سوال کو اس طرح بھی پوچھ سکتے تھے کہ کیا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ہندوستان کے تمام سیدوں کا علم تھا؛ مگر خواہ مخواہ تمہارا دماغ سنڈاس ہی میں کیوں پہنچ گیا؟ اور تمہیں بھنگی ہی کی فکر کیوں پڑ گئی طالب علم نے شرمندہ ہو کر کہا کہ بہر حال میرا سوال یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر جنتی و دوزخی کو پہچانتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا صاحبزادے! تم پڑھتے کیا ہو؟ کہنے لگا۔ مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں نے کہا واہ وا! جب تو یار تم قریب المولوی ہو۔ میں نے فرما مشکوٰۃ شریف منکائی اور باب الایمان بالقدر کی فصل ثانی میں تیسری حدیث نکال کر سامنے رکھ دی اور کہا کہ یہاں سے پڑھو!

حدیث یہ تھی کہ۔

کتے جنتی، کتے دوزخی | حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا شانہ نبوت سے بارہ تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ لیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ دونوں کتابیں کون سی ہیں؟ حاضرین صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بغیر حضور کے بتائے ہم کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔

یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے

فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ الْكِتَابُ
هَذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ
أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ
وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أُجِيلَ عَلَى آخِرِهِمْ
فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ
أَبَدًا۔

اچھے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے آئی ہوئی ایک کتاب ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے بالوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں اور آخر میں میزان کل اور پوری فہرست کا ٹول بھی لکھا ہوا ہے لہذا اب اس میں نہ کوئی کمی ہوگی نہ زیادتی

ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ
هَذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ۔

فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَ
 أَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ
 ثُمَّ أُجِيلَ عَلَىٰ آخِرِهِمْ فَلَا
 يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ
 أَبَدًا۔

ۛ

یعنی پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے لیے فرمایا کہ یہ
 رب العالمین کی جانب سے آئی ہوئی ایک کتاب
 ہے جس میں تمام دوزخیوں کے نام اور ان کے باپوں
 اور ان کے قبیلوں کا نام لکھا ہوا ہے اور آخر میں
 سب ناموں کی میزان کل اور پوری تعداد کا ٹوٹل
 بھی تحریر ہے لہذا اب اس میں کچھ ہوئے ناموں
 سے کم یا زیادہ ایک شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا

طالب علم نے جب پوری حدیث پڑھ لی تو میں نے کہا کہ تم نے دیکھا؟ تمام جہنمیوں اور
 جہنمیوں کی فہرست مع ان کی ولایت اور خاندان کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کا علم
 ہے۔ بہر حال اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر جہنمی اور ہر دوزخی
 کا علم ہے۔ میری یہ تقریر سن کر طالب علم حیران رہ گیا۔ اور کہنے لگا کہ حضور ہم نے یہ حدیث
 پڑھی مگر ہمارے اساتذہ نے اس حدیث کی ایسی تو صیح نہیں کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کے اس وسیع علم کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میاں! یہ کون سی
 نئی بات ہے؟ قرآن مجید میں کتنی جگہ تم نے پڑھا کہ وَيَكْتُمُونَ مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ
 یعنی علمائے یہود نبی آخر الزمان کی ان نشانیوں کو جو توریت میں ستاروں کی طرح جگمگا رہی
 تھیں اپنی قوم سے ہمیشہ چھپاتے رہے اسی طرح آج بھی جن بد نصیبوں کے دلوں میں
 عظمت مصطفیٰ کا چراغ گل ہو چکا ہے۔ وہ فضائل رسول کی آیتوں اور حدیثوں کو کہاں بیا کرتے
 ہیں؟ مگر یاد رکھو! اے

کیسے چھپیں انوارِ رسول

چاند یہ کس نے ڈالی دھول

دشمنانِ رسول فضائل و کمالاتِ نبوت پر لاکھ پردہ ڈالیں۔ ہزار باران کی شان
 گھٹائیں۔ مگر زمین و آسمان زبانِ حال سے بیابانگِ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ اے
 اہل ایمان! تم دشمنانِ رسول سے کہو: کہ تم ہرگز ہرگز نبی مکرّم و رسولِ معظم کی شان

نہیں گھٹا سکتے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

مٹ گئے مٹے ہیں مٹ جائیں گے اعدائے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا ؛

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نبی آخر الزمان، قائم پیغمبر اہل صلوات اللہ علیہ وسلم کو رب
العرزت نے الرسول فرما کر یہ اعلان فرمایا کہ میرا حبیب تمام رسولوں میں ایک خاص الخاص
رسول ہے جس کو تمام رسولوں میں سے چن کر خداوند عالم نے بھیجا ہے۔ پھر اس رسول
کی عظمت شان کا بیان کس زبان میں طاقت ہے کہ ذکر کر سکے
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جائیں۔

خسرو عرش پہ اڑتا ہے پھر برا تیرا۔

پڑھیے درود شریف! اللہم صلی وسلم وبارک علی سیدنا محمد والہ اجمعین۔

برادرانِ ملت! آگے ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الَّذِي رَزَقَهُمُ الْوَسْوَیٰ لَیٰطَرَحُ "النَّبِی" پر بھی "الف لام" عہد خارجی لاکر مولیٰ عزوجل
نے اعلان فرمادیا کہ پیارے حبیب خاص الخاص رسول بھی ہیں اور خاص الخاص نبی
بھی ہیں۔ یعنی جس طرح ان کی رسالت بے نظیر ہے۔ اس طرح ان کی نبوت بھی بے مثال
ہے۔

"النَّبِی" اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری صفت ہے لیکن بہت
سے لوگ نبی کے معنی بھی نہیں جانتے۔ لہذا آئیے میں آپ کو اس مجلس میں نبی کے لغوی
واصطلاحی معنی بھی بتا دوں تاکہ آپ کو مرتبہ نبوت کی عظمت و جلالت کا کچھ حال معلوم
ہو جائے۔ اذیکھئے اصطلاح شریعت میں "نبی" وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو خداوند عالم
نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اور لغت میں لفظ
"نبی" جو فیصل کے وزن پر ہے۔ صاحب مد رک التزیل فرماتے ہیں کہ یہ لفظ یا تو نبی
سے مشتق ہے یا نبیاً سے۔ فَبِیْئُوْا سے مشتق مانیں اور فیصل کو اسم فاعل کے معنی میں

لیں تو نبیؐ کا ترجمہ ہوا "بند مرتبہ والا" اور اگر ہم اسم مقول کے معنی میں لیتے تو نبیؐ کا ترجمہ یہ ہوا کہ "بند مرتبہ دیا ہوا" سبحان اللہ لفظ نبی کے مفہوم ہی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ نبی وہی شخص ہوتا ہے جو خود نبی بند مرتبہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی بند مراتب عطا فرماتا ہے پھر اللہ اکبر وہ خاص الخاص نبی جو سب نبیوں کا بھی نبی ہے اور سب رسولوں کا بھی رسول جو سید الانبیاء و بھی ہے اور امام الرسل بھی۔ بھلا وہ کتنے بڑے بڑے مراتب والا ہو گا اور وہ دوسروں کو کیسے درجات عطا فرمانے والا ہو گا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! ہے

ہے شاہوں کو بھی وجہ نیک نامی

شرخوہاں ترے در کی غلامی

برادرانِ ملت! دربار رسول سے غلامانِ سرکار کو کیسے کیسے بند مرتبے ملے رکھا۔ دو جہاں نے اپنی شمع نبوت کے پردانوں کو دین و دنیا کی کیسی کیسی نعمتوں سے ملبند یوں اور کتنی بڑی بڑی دولتوں سے مالا مال فرمادیا۔ اس کا کچھ اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے تاریخ صحابہ کا مطالعہ کیا ہے۔

جنتی بلال حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حبشی غلام تھے۔ نہ کوئی عزت تھی نہ وقار۔ مکہ کی گلیوں میں ذلیل و خوار پھرتے تھے۔ مگر جب غلامی رسول کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال کر مسلمان بن گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس قدر نوازا کہ بڑے بڑے مراتب و درجات ان کے قدموں کی ٹھوکر پر قربان ہونے لگے۔ ایک دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا لِي يَا بِلَالُ قَدْ وَجَدْتُ
خَشَاشَتَكَ أَمَا هِيَ فِي الْجَنَّةِ
یعنی کیا معاملہ ہے اے بلال! کہ میں جب جنت
کی سیر کو گیا تو میں نے تیرے قدموں کی آہٹ اپنے آگے
آگے پائی۔

یعنی جس طرح چوب دار خادم بادشاہ کے آگے آگے چلتے ہیں۔ اے بلال! میں نے دیکھا کہ تو جنت میں خادم و چوب دار کی حیثیت سے میرے آگے آگے چل رہا ہے بلال عرض کرتے گئے کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تو میرا کوئی خاص عمل نہیں ہے۔ مگر اتنی بات

ضرور ہے کہ میں دن رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور پڑھ لیتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ اے بلال! یہ تمہارے اسی عمل کی برکت ہے۔ سبحان اللہ! بلال جیسے ایک حبشی غلام کو اتنا بلند مرتبہ مل گیا جو ہبرائیل و میکائیل علیہما السلام کو بھی نہیں دیا گیا کہ وہ جنت الفردوس میں حضور سلطان کونین کے چوہدار بن کر آگے آگے چل رہے ہیں۔ یہ صرف غلامی رسول ہی کا صدقہ ہے اور درپاک مصطفیٰ ہی کا عطیہ ہے ورنہ کہاں بلال اور کہاں جنت الفردوس میں سلطان کونین کی چوب داری کا اعزاز؟ حضرت بلال اسی نوازش رسول ہی کی بدولت اتنے معظّم و مکرم ہو گئے کہ بڑے بڑے صحابہ اور مہاجرین و انصار سیدنا بلال کہا کرتے تھے اور جب بلال مدینہ کی گلیوں میں چلتے پھرتے تھے تو وہ اکابر صحابہ جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی تھا بلال کا چہرہ دیکھ کر زبان حال پکار اٹھتے تھے۔

بدرا چھا ہے فلک پر نہ بلال اچھا ہے۔

چشم بنیا ہو تو دونوں سے بلال اچھا ہے۔

کسی شاعر نے ایک مرتبہ بلال بن عبد اللہ رئیس کی مدح میں یہ کہہ دیا کہ۔

بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ خَيْرٌ بِدَلٍّ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مصرع سن کر آپ سے باہر ہو گئے اور انتہائی حلال میں فرمایا کہ کَنْ بَتَّ يَا عَدُوَّ اللَّهِ یعنی اے دشمن خدا تو بھوٹا ہے۔

بِلَالٌ رَسُولِ اللَّهِ خَيْرٌ بِدَلٍّ

یعنی بلال بن عبد اللہ سب سے اچھا بلال نہیں ہے بلکہ خدا کی اس زمین پر اور خدا کے اس آسمان کے نیچے سب سے اچھا بلال رسول اللہ کا بلال ہے۔

حضرات! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ حضرت بلال کو مسجد نبوی کے مؤذن ہونے کا اعزاز حاصل تھا مگر چوں کہ یہ حبشی تھے اس لیے عربی حروف کو صحیح مخارج سے کما حقہ ادا نہیں کر سکتے تھے "ح" کی جگہ "ه" ادا کرتے تھے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

اَلْ بَلالِ صَدَقَ وَرَبانِکِ نَمادِ حَی رابِی اُمّی خِوانِ مَدائِ نِیازِ

یعنی حضرت بلال اذان میں **حیّ علی الصلوٰۃ** کی جگہ **ہیّ علی الصلوٰۃ** کہتے تھے۔

تا بگفتند اے پیغمبر نیست راست

ایں خطا کنوں کہ آغاز بنا است

صحابہ نے عرض کیا کہ اے پیغمبر! یہ ٹھیک بات نہیں ہے کہ ابھی اسلام کی ابتداء ہے ایسے وقت میں اتنی غلط اذان دینے والا مؤذن مناسب نہیں ہے۔

اے نبی و اے رسول کردگار

یک مؤذن کہ بودا فصیح بنیاد

اے نبی و اے خدا کے رسول! ایک ایسا مؤذن مقرر فرمائیے جو بہت زیادہ فصیح

ہوتا کہ اس کی اذان میں بہت زیادہ کشش ہو۔

خشم پیغمبر بخوشید و بگفت یک در مرے از عنایاتے نہفت

کامے خصال! تزد خدا ہیّ بلال

بہتر از صد حیّ و حیّ و قیل و قال

یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا غیظ و غضب جوش میں آگیا اور انتہائی غصّہ میں اپنی

عنایات خاصہ و ایک راز کی بات فرما کر یہ فرمادیا کہ اے کم ہمتو! تمہیں کیا خبر کہ بلال

کا **ہیّ علی الصلوٰۃ** تمہارے سیکڑوں جیاتی اور قیل و قال سے خدا کے نزدیک

بہتر ہے اور زندگی بھر **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** نے حضرت بلال کو مؤذن ہونے کے

اعزاز پر برقرار رکھا۔ سبحان اللہ! رسول کے درپاک سے کون سی وہ نعمت ہے۔ جو

تمہیں ملتی ہے۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار گوہر سے دونوں

جہان کی نعمتیں اور دولتیں ملتی ہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

لا وربّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں۔ اور "نا" کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

اے رخصتا خود صاحبِ قرآن ہے مداحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحتِ رسول اللہ کی

برادرانِ ملت! دربارِ رسول کے خطبات کا ذکر آگیا ہے تو آئیے! اس کے اور بھی
چند نمونے ملاحظہ فرمائیے! کہ در کریم سے غلاموں کو کیسی کیسی نعمتیں عطا ہوئیں!

سریا شفا خاتہ | حضرت بنِ حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن سرکارِ دو عالم سلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے دریاٹے رحمت

جوش میں تھا۔ سرکارِ دو جہاں نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھ دیا اور دُعا نے برکت
فرمادی اب حضرت کا یہ حال تھا کہ آدمی ہوا جا لڑکھی کو چھوڑا ہوا دم حضرت حضرت صرف اپنا سر اس مریض کے
جسم پر لگا دیتے تھے اور مریض کو فی الفور شفا حاصل ہو جاتی تھی۔ (الکلام المبین)

سو برس کا جوان | عمرو بنِ ثعلبہ جہنی مقامِ سیالہ میں مسلمان ہوئے یہ بڑے بہادر
اور جان نثار شخص تھے سرکارِ دو عالم کو ان پر پیار آگیا اور ان

کے سر اور داڑھی پر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔ عمرو بنِ ثعلبہ سو برس کی عمر پا کر دنیا سے
گئے مگر ان کے سر یا داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا اور آخری دم تک شباب قائم
رہا۔ (الکلام المبین)

جوان بڑھیا | اسی طرح زینب بنتِ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے پر ایک مرتبہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی چھڑک دیا اس کی برکت سے عمر بھر

جوانی کی رونق ان کے چہرے پر برقرار رہی نہایت ہی ضعیفہ ہو چکی تھیں۔ مگر چہرے
پر جوانی کا جمال بدستور رہا (الکلام المبین)

سونچول کا باپ | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مال و اولاد کی دعا فرما
دی تو ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا۔ اور کثرتِ اولاد

کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت انس فرماتے ہیں کہ میری اولاد کا شمار ایک سو سے زائد ہے۔
(الکلام المبین)

قتادہ کی آنکھ | حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ جنگِ احد میں لڑتے تھے۔

اچانک ان کی آنکھ میں ایک تیر لگا اور آنکھ پہ کر خسار پر آگئی سرکارِ دو عالم نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو حلقہٴ رحیم میں رکھ دیا اور دست مبارک پھیر دیا وہ آنکھ بالکل ابھی ہو گئی بلکہ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور روشن رہی (الکلام المبین)

برادرانِ ملت! مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ جب قتادہ بن لغمان کے پوتے عاصم بن عمر بن قتادہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں پہنچے اور امیر المومنین نے ان کا حسب و نسب دریافت فرمایا تو آپ نے تڑپ کر فخر یہ لہجے میں اپنے تعارف کے لیے یہ دو شعر پڑھ دیئے۔

أَنَا ابْنُ الذِّئْبِ سَأَلْتُ عَلَى الْخَدَّيْنِ
فَرَدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفَى آيْمَارِدَ
فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ رَأْوِلَ أُمْرِهَا
فَيَا حُسْنَ مَا عَيْنٍ وَيَا حُسْنَ قَارِدَ

یعنی میں اس شخص کا فرزند ہوں کہ جس کی آنکھ (جنگِ اُحد میں) پہ کر خسار پر چلی آئی تھی۔ تو پیارے مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کو اس کی جگہ پر واپس لوٹا دیا تو وہ آنکھ پہلے ہی جیسی ہو گئی۔ تو واہ رے! اس آنکھ کا حسن اور واہ رے! حضور کا آنکھ کو لوٹا دینا۔ امیر المومنین یہ سن کر بے حد متاثر ہوئے اور عاصم بن عمر بن قتادہ کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کیا۔ (الکلام المبین)

الغرض بلند مرتبہ والے نبی تھے اپنے غلاموں کو ایسے ایسے بلند مراتب عطا فرما دیئے کہ عقل انسانی حیران ہے۔ ہر صاحبِ مراد کی مراد پوری فرمادی کسی کو جنت بخش دی۔ کسی کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرمادیا۔ کسی کو رضائے الہی کا تمغہ عنایت فرمایا۔ کسی کو مال و اولاد کی دولت سے مالا مال کر دیا کسی کو عزت و ارین کا تاج پہنا دیا کسی کو مدین بنادیا کسی کو فاروق بنادیا کسی کو غنی کر دیا کسی کو مشکل کشائی کا منصب بخش دیا۔ مگر بھائی صحیح ڈھنگ سے مانگتے والا چاہیئے۔ سچ ہے ے

درِ رسول سے اے راز کیا نہیں ملتا

کوئی پلٹ کے نہ خالی گیا مدینے سے

برادرانِ ملت! میں عرض کر چکا کہ نبی میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ نبؤ سے مشتق

ہے یہ آپ سن چکے دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ "نبی" سے مشتق ہے۔ اس بنا پر نبی کا ترجمہ ہوا "خبر دینے والا یا خبر دیا ہوا" اب سوال یہ ہے کہ نبی کن چیزوں کی خبر دیتا ہے کیا نبی اپنے زمانے میں ہونے والے واقعات کی خبریں دیتا ہے ہرگز نہیں کیوں کہ یہ تو نامہ نگاروں اور خبر رساں ایجنسیوں کا کام ہے۔ ایسی خبروں کے لیے نبی کی کیا ضرورت ہے؟ اچھا تو کیا نبی اس بات کی خبر دیتا ہے؟ کہ شکر میٹھی ہے۔ اور مرج کڑوی ہے۔ عطر خوشبودار ہے اور کول تار بدبودار، کو آکا لٹا ہے اور بگلا سفید ڈھول کی آواز بھدی ہے اور سارنگی کی آواز سُر ملی، لوہا سخت ہے اور موم نرم، آگ گرم ہے اور برف ٹھنڈی ہرگز نہیں ان چیزوں کی خبر دیتا یہ نبی کا کام نہیں، کیوں کہ ان چیزوں کو تو ہم اپنے پانچوں حواس، زبان، ناک، آنکھ، کان، ہاتھ سے معلوم کر سکتے ہیں۔ ان خبروں کے لیے نبی کی کیا ضرورت ہے؟ اچھا تو کیا نبی اس بات کی خبر دینے آتا ہے؟ کہ دو اور دو مل کر چار ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں کیوں کہ اتنی بات تو ہم اپنی ہدایت عقل سے جان سکتے ہیں۔ پتا چلا کہ نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لیے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں نہ وہاں عقل کی رسائی ہو سکتی ہے اسی لیے صاحب مدارک التنزیل نے فرمایا کہ وَالنَّبِيُّ مِنَ النَّبَاِ لَا شَيْءٌ يُخْبِرُ عَنِ اللَّهِ تَعَالٰی "یعنی نبی "نبأ" سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لیے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی رسائی ہے۔ پتا چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لیے آتے ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا إِلَيْكَ "یعنی اسے پیغمبر! یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمہاری جانب بھیجتے ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ترجمہ القرآن میں لیا اِذَا نَبَاِكَ كَمَا تَرْتَجِمُهُ اس طرح فرمایا کہ اے غیب کی خبریں دینے والے "اور مولوی عبد الحفیظ بلبادی فاضل دارالعلوم دیوبند نے بھی اپنی کتاب مصباح اللغات میں نبی کا یہی ترجمہ لکھا کہ "اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا (مصباح اللغات صفحہ ۸۳۵)"

نبی اور علم الغیب | برادرانِ اسلام! معلوم ہوا کہ غیب کی خبر دینا نبی کے مفہوم میں داخل ہے لہذا جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی

مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غائب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی تو مانتا ہے مگر ان کی غیب دانی کا انکار کرتا ہے تو وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص آگ کو آگ تو مانتا ہے مگر اس کے گرم ہونے کا انکار کرتا ہے۔ مگر یاد رکھیے کہ آگ کی حرارت کا انکار کرنے والا درحقیقت آگ ہی کا منکر ہے اسی طرح علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔

برادرانِ ملت! غیب کی خبروں کا ذکر آگیا تو چند مثالیں بھی سن لیجئے!

مغلوب غالب ہوگا | بادشاہِ فارس اور بادشاہِ روم کی لڑائی میں بادشاہِ روم مغلوب ہو گیا کوئی نہیں کہتا تھا کہ رومی دوبارہ غالب

ہو سکیں گے مگر غیب وال نبی نے قرآنی زبان میں اعلان فرمادیا!

الْحَزَّةُ غَلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي
آذُنِ الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ
سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي يَضْحَكُ سِنِينَ ۝
یعنی رومی مغلوب تو ہو گئے مگر وہ چند ہی
برس میں غنقریب غالب ہو جائیں گے چنانچہ نو
برس کے اندر ہی رومی غالب ہو گئے۔

کون کب اور کہاں مرے گا | جنگِ بدر میں لڑائی سے ایک دن پہلے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چھڑی سے میدانِ جنگ میں

لکیریں کھینچ کھینچ کر فرما دیا کہ کل ابوہل اس جگہ مرا پڑے گا اور اُمیہ کی لاش اس لکیر کے پاس ہوگی۔ اسی طرح تمام صنادیدِ قریش جو جنگ میں مقتول ہونے والے تھے ایک دن پہلے ہی ان کی موت کی خبر دی اور مرنے کی جگہ بھی بتادی۔

ماں کے پیٹ میں کیا ہے | حضور کی چچی اُمّ الفضل ایک دن سامنے سے گزریں۔ سرکارِ دو جہاں نے فرمایا کہ چچی جان!

تمہارے اس حمل سے بیٹا پیدا ہوگا چنانچہ عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے اور اُمّ الفضل

ان کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی اور اپنا لعاب دہن بچے کے مُنہ میں ڈالا اور عبد اللہ نام رکھا اور فرمایا کہ لے جاؤ! یہ خُلقِ عو کے باپ ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہوا کہ خلفائے نبی عباس سب کے سب عبد اللہ بن عباس ہی کی اولاد میں ہیں اور پانچ سو برس سے زیادہ آپ کی اولاد نے سلطنت کی۔
(الکلام المبین)

کون پہلے اور کون بعد کو مرے گا؟ | جنگِ موتہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شکر کا امیر زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ امیر شکر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان کسی کو امیر چن لیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی واقع ہوا کہ یہ تینوں صاحبان اس لڑائی میں شہید ہوئے۔ پھر لوگوں نے حضرت خالد بن الولید کو سردار چن لیا اور ان کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ موتہ میں یہ جنگ جاری تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ میں بیٹھے ہوئے ان لوگوں کی شہادت کی خبر دیتے رہے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔
(الکلام المبین)

ابوذر کا کفن | حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو ان کی بیوی۔ رونے لگیں آپ نے پوچھا کہ روتی کیوں ہو؟ بیوی نے جواب دیا۔ میں کیوں نہ روؤں؟ تمہاری وفات جنگل میں ہو رہی ہے اور ہمارے پاس نہ کفن ہے نہ کوئی آدمی۔ ابوذر نے فرمایا مت روؤ! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ میرے صحابہ میں سے ایک شخص جنگل میں مرے گا اور اس کے جنازے پر مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں مرنے والا شخص میں ہی ہوں اس لیے تم فکر نہ کرو اور انتظار کرو! یہ کہہ کر حضرت ابوذر انتقال فرما گئے ان کی بیوی کہتی ہیں کہ اچانک کچھ سوار آگئے اور ایک نوجوان نے اپنی گھڑی میں سے

ایک نیا کفن نکالا اور حضرت ابوذر کو اسی کفن میں آنے والے مسلمانوں نے دفن کیا۔

حضرت علی کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اگلی امتوں میں سب سے زیادہ شقی وہ سُرخ رنگ کا آدمی تھا جس کا نام قدار بن ثعلب تھا۔ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر ڈالا تھا اور اس امت کا سب سے بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو تمہارے سر پر تلوار مارے گا۔ یہاں تک کہ تمہاری وارٹھی خون سے رنگیں ہو جائے گی اور تم شہید ہو جاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عبدالرحمن بن ملجم خارجی نے آپ کی پیشانی پر تلوار ماری اور آپ کا خون بہ کر وارٹھی پر آگیا اور اسی زخم سے آپ شہید ہو گئے۔

(الکلام المبین)

امی

حضرات الْكَذِبُ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأَرْحَمَ میں رسول اور نبی کے معنی تو آپ ایک حد تک سمجھ چکے۔ اب تیسری صفت امی ہے۔ امی کے یہاں دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ”ام القریٰ“ یعنی مکہ مکرمہ کی طرف نسبت سے نبی آخر الزمان امی ہیں یعنی ام القریٰ مکہ مکرمہ کے رہتے ولے ہیں۔ دوسرے معنی امی کے یہ ہیں کہ آپ نے دنیا میں کسی استاد سے نہیں پڑھا۔ بلکہ چوں کہ آپ محبوب کبریا ہیں اس لیے غیرت خداوندی نے اس کو پسند نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب کرے اور خود رب العالمین ہی تھے آپ کو تمام علوم اولین و آخرین کا عالم بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے جب عرض کیا کہ مَنْ أَدَّبَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ یعنی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کس نے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ أَدَّبَنِي أَبِي فَاحْسَنَ تَأْدِيبِي یعنی میری تعلیم و تربیت تو میرے رب نے فرمائی ہے اور بہترین تعلیم و تربیت فرمائی ہے معلوم ہوا کہ رحمۃ للعالمین کا استاد العالمین کے سوا کوئی نہیں ہے اور جس کا استاد رب العالمین ہوا اسے پھر دنیا میں کسی استاد سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا ہے

ایسا امی کس لیے منت کش استاد ہو؟ کیا کفایت اس کو اَفْوَازُكُمْ نہیں

سیحان اللہ! کسی مدرسہ میں نہیں پڑھا۔ مگر اعلیٰ الخلق میں۔ دِیَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ
وَالْحِكْمَةُ یعنی سارے جہان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ حضرت جانی اس نکتہ
کو کتنے حسین پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔

نگار من کہ بکتاب زلفت و خط نوشت

بغمزہ سبق آموز صد مدرس شد

یعنی میرے محبوب نہ کبھی کسی مکتب میں گئے نہ کبھی کوئی تحریر لکھی مگر اپنے چشم و ابرو کے
ایک اشارے سے سیکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا

حضرات! پروردگار عالم نے اپنے محبوب کی چوتھی صفت
میشتر توریت و انجیل کو اس طرح بیان فرمایا۔

الَّذِي يَجِدُ وَنَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ
یعنی نبی آخر الزمان کا ذکر جمیل لوگ توریت
و انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔

فی التوراة و الانجیل ط
نبی آخر الزمان کی نشانیاں یوں تو تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہیں مگر خاص توریت و انجیل
میں ایسے ایسے فضائل و کمالات مذکور ہیں کہ اہل کتاب کا بچہ بچہ آپ کی بعثت سے پہلے
ہی آپ کو جانتا پہچانتا تھا۔ قرآن گواہ ہے۔ یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ۔
یعنی اہل کتاب رسول کو اس طرح جانتے پہچانتے ہیں یہی نہیں بلکہ آپ کی بعثت سے جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں
پہلے ہی آپ کا وسیلہ پکڑ کر خدا سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے قرآن میں
ہے۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ط ... یعنی اہل
کتاب کفار سے جنگ کے وقت اس طرح دعائیں مانگتے تھے کہ۔

اللَّهُمَّ انصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْمُبْعُوثِ
یعنی اے اللہ! نبی آخر الزمان کے وسیلہ سے
فِي اخِرِ الزَّمَانِ الَّذِي نَجِدُ نَعْتَهُ
ہماری و فرماؤں کی صفت ہم توریت میں پاتے
فِي التوراة۔
ہیں (مدارک)

پروردگار عالم نے حضور کی پانچویں اور چھٹی صفت کا تذکرہ اس طرح فرمایا
روا مروا ہی کہ یَا مَرْهُمُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَهُمُ عَنِ الْمُنْكَرِ ط۔

رسول اعظم خدا کے بندوں کو ہر اچھی چیز کا حکم دیں گے اور ہر بُری چیز سے منع فرمائیں گے۔

اور ساتویں اور آٹھویں صفت کا ذکر فرماتے ہوئے رب العالمین نے ارشاد فرمایا۔

وَيُحَدِّثُكُمْ أَثَرُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْكُمْ أَثَرُ الْخَبَائِثِ ۝
یعنی وہ رسول تمام ستھری چیزوں کو حلال ٹھہرائیں گے اور تمام گندی چیزوں کو حرام فرمائیں گے۔

سبحان اللہ! اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ اچھائی اور برائی کا معیار کیا ہے؛ کون چیز اچھی اور کون

چیز بُری ہے؛ تو خوب سمجھ لو! کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کا حکم دے دیا یا جس چیز کو حلال فرما دیا وہ یقیناً اچھی ہے اور جس کو منع فرمایا حرام فرما دیا وہ بلاشبہ بُری ہے اگر خدا نخواستہ کسی چیز کی اچھائی یا برائی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو غم یقین کر لو کہ تمہاری عقل کی کوتاہی اور سمجھ کا قصور ہے یاد رکھو! تمہاری عقل و سمجھ ہزار بار غلطی کر سکتی ہے مگر فرمانِ مصطفیٰ ہرگز ہرگز کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ زمین پھٹ سکتی ہے اور ایک دن پھٹ جائے گی۔ آسمان ٹوٹ سکتا ہے اور ایک دن ٹوٹ جائے گا۔ سارا جہان مٹ سکتا ہے اور ایک دن مٹ جائے گا مگر خدا کی قسم! فرمانِ مصطفیٰ نہ مٹا ہے نہ مٹ سکتا ہے۔

ہزار فلسفیوں کی چناں چیں بدلی

نبی کی بات بدلی نہ تھی نہیں بدلی

دیکھ لو! اسلام نے شراب کو حرام ٹھہرایا تو یورپ اور امریکہ کے مدعیان عقل منستے تھے کہ نبی اسلام نے شراب جیسی پر لطف و کیف اور چیز کو حرام ٹھہرا کر انسانیت پر بڑا ظلم کیا۔ مگر جب یورپ و امریکہ کی عقلیں حدِ بلوغ کو پہنچیں تو انہیں سورج کی طرح نظر آگیا کہ واقعی پوتے چودہ سو برس پہلے جو نبی رحمت نے شراب کو "اُم الخبائث" تمام برائیوں کی جڑ بتا کر حرام فرمایا تھا وہ انتہائی حکیمانہ فیصلہ تھا۔ آج سارا یورپ پورا امریکہ تمام اشیاء خصوصاً بلبلا رہا ہے اور چیخ رہا ہے کہ شراب بندی کروا اور انسانیت کو اس اُم الخبائث کی بلا سے عظیم سے نجات دو!

! دیکھا آپ نے؛ آج جب عقل انسانی ترقی کی منزل پر پہنچی تو اسی کو اچھا کہا جس کو رسول عربی نے اچھا کہا تھا اور اسی کو بُرا کہا جس کو رسول عربی نے بُرا کہا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اچھائی اور برائی کا صحیح معیار اور سچی کسوٹی فرمانِ رسول ہی ہے۔

انسانیت کا محسن اعظم! | ابرارِ ان ملت! اچھا اب آئیے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نویں صفت کا جلوہ دیکھئے ارشادِ ربانی

ہے وَيَصْنَعُ غُلَامًا صَوَّهًا وَالْأَعْمَلُ الْبَقِي كَأَنْتَ عَلَيْهِمْ ط

یعنی وہ رسول انسانوں کے بوجھ اور گلے کے پھندوں کو اتار دیں گے!

بزرگانِ ملت! نبی آخر الزمان کی بعثت و تشریف آوری سے قبل دنیا طرح طرح کے غلط رسم و رواج کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی تھی اور مذہب کے نام پر ایسی ایسی بھاری پھر کم پابندیاں انسان پر لاد دی گئی تھیں کہ انسانیت ان کے بوجھ سے دب کر بلبلا رہی تھی۔ مشرکانہ مراسم کی جکڑ بندیاں اور یہودیوں کی محرف شریعت کی مشکلات اور کھٹنایا انسانیت کے نازک گلے کا طوق اور پشت کا ناقابلِ برداشت بوجھ بنی ہوئی تھیں مگر نبی آخر الزمان نے تشریف لا کر مشرکانہ رسوم اور تنگ انسانیت جکڑندیوں کا جوا انسانیت کی گردن سے اتار پھینکا اور برسوں کی روندی اور کھلی ہوئی انسانیت کو سر بلند کر کے معراجِ ترقی پر پہنچا دیا اور انسانیت کو اس کی فطری حریت کا تخت و تاج دوبارہ بخش دیا۔ اور انسان کو اتَّخَذُوا أَحِبَّاءَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ أَرْبَابًا مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ کی لعنت سے نجات دلائی اور پادریوں، راہبوں کی مصنوعی خدائی کے بتوں کو پاش پاش کر کے انسان کو صرف ایک خدائے واحد کا پرستار بنا دیا جابلوں اور گنواروں کو کتاب و حکمت کا معلم اور کنکروں، پتھروں کو میرے اور موتی سے زیادہ قیمتی اور ذروں کو رشکِ آفتاب بنا دیا۔ جن کے ہاتھوں میں اڈٹوں کی ہمار تھی۔ ان کے ہاتھوں میں قوموں اور ملکوں کی قسمت کی باگ ڈور عطا فرمادی۔ ظلم و عدوان کی اندھیری دنیا میں عدل و انصاف کے چراغوں سے چراغاں کر دیا۔ اندھوں کو آنکھیں ملیں۔ بہروں کو سماعت نصیب ہوئی۔ گونگے اعلانِ حق کے نقیب بن گئے۔

مورتیوں، پتھروں، درختوں، دریاؤں سے ڈر ڈر کر ان کے آگے جبینِ عبودیت ٹیک دینے والے انسان کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ عطا فرما کر تمام بھوٹے خداؤں کے خوف و ہراس سے نڈر بنا دیا اور انسان کو اس نعرہ حق کا علمبردار بنا دیا کہ اے انسان! تو صرف خدا کے لیے ہے اور ساری خدائی تیرے لیے ہے۔ عرب کے لوگ بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے عورتوں پر ظلم ڈھالتے تھے۔ لونڈیوں اور غلاموں پر ستم کا پہاڑ توڑتے تھے اور ان جرائم کو اپنے لیے سرمایہٴ افتخار سمجھتے تھے مگر رحمتِ عالم نے ان کا مزاج بدل دیا کہ وہ یتیم بچوں کی پرورش اور عورتوں پر رحم و کرم اور لونڈیوں، غلاموں پر ترس کھانے کو شرافتِ انسانیت کا اعلیٰ معیار سمجھنے لگے۔

نافع الخلاق، دافع البلاء | برادرانِ ملت! اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام "نافع الخلاق" بھی ہیں۔ اور دافع البلاء بھی۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "دافع البلاء" کہنا شرکت قرار دیتے ہیں کیا تکلیفوں کے بوجھ کو اتار دینا اور مصیبتوں کے پھندوں کو گلے سے جدا کر دینا۔ یہ نفع پہنچانا اور بلاؤں کا دفع کرنا نہیں ہے؟ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نافع الخلاق اور دافع البلاء کہنا کس طرح شرک ہو سکتا ہے بھائیو! ہمارا تو قرآن پر ایمان ہے۔ اس لیے ہم تو آخری ساتس تک یہی عقیدہ رکھیں گے کہ ہے

نافع، دافع، نافع، شافع کیا کیا رتبے پاتے یہ ہیں
شافعِ اُمّت، نافعِ خلقت رافعِ رتبے بڑھاتے یہ ہیں

دافع، یعنی حافظ و حامی

دفعِ بلا فرماتے یہ ہیں۔

مگر بھائیو! بات یہ ہے کہ وہابی ملاح اہل علم کئی ملاقات سے بہت کثرت سے **لطیفہ** | ہیں۔ یہ تو صرف بھولے بھالے بے علم مسلمانوں کا شکار کرتے ہیں آپ

تے مرغ، بھیڑیا، اور شیر کا قصہ تو سنا ہی ہو گا۔ صاحبِ ایک مرغ تھا وہ روزانہ کھانی کر ایک درخت کی اونچی شاخ پر بیٹھ کر بانگ دیا کرتا تھا۔ ایک بھیڑیے نے مرغ کو دیکھا تو منہ میں پانی آگیا۔ مگر بھیڑیا درخت پر چڑھ نہیں سکتا تھا۔ سوچا کہ کسی اور طریقے سے تو یہ شکار ہاتھ آئیں سکتا لہذا اس بھولے مرغ کو دین کے نام پر بلانا چاہیے۔ چنانچہ بھیڑیا درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا اور بولا کہ مرغامیاں! ماشاء اللہ تم نے اذان بہت اچھی دی۔ اچھا اب اُترو! ہم تم ایک ساتھ نماز پڑھ لیں۔ مرغ بھیڑیے کی نیت کو سمجھ گیا کہ یہ نماز کے نام پر ہلا کر مجھے چٹ کر جائے گا۔ مرغ درخت پر سے دیکھ رہا تھا کہ ایک شیر چستے پر پانی پی رہا ہے اور وہ یقیناً پانی پی کر اسی درخت کے نیچے آرام کے لیے آئے گا۔ مرغ نے بھیڑیے کو جواب دیا کہ بہت اچھا ملاجی! ذرا ٹھہریے! اذان ہو چکی ہے اور امام صاحب وضو کر رہے ہیں۔ امام صاحب کو آجانے دیجئے پھر جماعت سے نماز ہوگی۔ بھیڑیا کھڑا رہا اتنے میں شیر اپہنچا اب بھیڑیے نے جو شیر کی صورت دیکھی تو بھاگ نکلا۔ مرغ بولا۔ ارے، ارے ملاجی کہاں چلے؟ آئیے! نماز پڑھ لیجئے! امام صاحب آگئے۔ بھیڑیا بھاگتے ہوئے بولا کہ بھائی میرا وضو ٹوٹ گیا ہے وضو کرنے جا رہا ہوں۔

دیکھا آپ نے بھیڑیا مرغ کے سامنے تو نماز کی تبلیغ کرتا ہے مگر جب شیر سامنے آجاتا ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے پس یہی حال وہابی ملاؤں کا ہے۔ کہ جاہلوں کو نماز و کلمہ کے نام پر ہلا کر وہابیت کا انجکشن دے کر گمراہ کرتے پھرتے ہیں مگر جب کسی اہل علم سے ان کا مقابلہ ہو جاتا ہے تو ان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ کہہ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کہ ہم اختلافی مسائل پر بحث نہیں کرتے۔ ہم تو صرف کلمہ اور نماز کی تبلیغ کرتے ہیں۔

صاحب التورۃ | خیر! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نو صفتوں کا ذکر تو آپ سُن چکے اب دسویں صفت کا بیان فرماتے ہوئے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَ
نَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ
مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
حضرات! اس آیت میں فرمایا گیا کہ قرآن نور ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب
نور ہیں اور دوسری آیت میں ہے کہ -

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ
وَكِتَابٌ مُبِينٌ
یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود نور
ہیں -

اس میں ایک بڑا لطیف نکتہ ہے۔ دیکھئے نور کے معنی ہیں۔
الظَّاهِرُ بِنَفْسِهِ وَالْمُظْهِرُ
لِغَيْرِهِ۔
یعنی نور وہ شے ہے کہ خود تو روشن ہو
اور دوسروں کو روشن کر دے۔

رب العزت جل جلالہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور کا خطاب دے کر بتا دیا کہ اگر
تم قرآن کو سمجھنا چاہتے ہو تو قرآن کو نور مصطفیٰ یعنی حدیث رسول کی روشنی
میں پڑھو اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات نبوت کا جلوہ دیکھنا
ہو تو نور قرآن کی روشنی میں ذات پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھو۔ یاد
رکھو! اگر نور نبوت یعنی احادیث کریمہ کی روشنی سے الگ ہو کر قرآن کو سمجھنا چاہو گے تو تم
ہرگز ہرگز قرآن کو نہیں سمجھ سکتے اور اسی طرح اگر نور قرآن کی روشنی کو چھوڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی ذات پاک کو سمجھنا چاہو گے تو ہرگز ہرگز کمالات نبوت کے جلوے تمہیں نظر نہیں آ سکتے۔ سچ کہا ہے
کسی نے سہ
رسول اللہ کی مدحت کلام اللہ سے پوچھو
کلام اللہ کی عظمت رسول اللہ سے پوچھو

عزیزانِ ملت! مومن کی فلاح اور کامیابی دارین کیلئے
فلاح کی چار شرطیں

خداوند کریم نے اس آیت میں چار شرطیں رکھی ہیں۔
پہلی شرط یہ ہے کہ اس نبی پر ایمان لائیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس نبی کی تعظیم
کریں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس نبی کی نصرت کریں۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ ان پر عمل کریں۔

ایمان پہلی شرط ایمان ہے۔ ایمان کے کیا معنی ہیں؛ حضرات ایمان عربی زبان کا لفظ ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ ہے "مان لینا" یعنی خدا اور رسول کو سچے دل

سے مان لینا یہ ایمان ہے۔ برادران اسلام! آپ نے غور کیا؛ ایمان نام ہے۔ مان لینے کا۔ دیکھئے ایک تو ہے کسی کو جان لینا اور پہچان لینا۔ یہ اور بات ہے۔ اور مان لینا یہ اور بات ہے۔ یاد رکھیے کہ رسول کو صرف جان لینے اور پہچان لینے سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا مومن جب بھی ہو سکتا ہے کہ رسول کو جان پہچان کر دل سے مان بھی لے قرآن مجید میں ہے یعرفونہ کیا یعرفون ابناء ہم یعنی توراۃ و انجیل پڑھنے والے اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے کہ نبی آخر الزمان، خاتم النبیین یہی ہیں مگر یہ اہل کتاب مومن کیوں نہیں کہلائے؛ اس لیے کہ یہ لوگ رسول کو صرف جانتے پہچانتے تھے۔ دل سے مانتے نہیں تھے۔ اسی لیے میں نے عرض کیا کہ یہ جانتا اور چیز ہے۔ اور مانتا اور چیز ہے۔ میان مانتے والے کی توشان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ ماننے والا جب کسی کو مان گیا تو پھر مان گیا مانتے والے کو دنیا کی کوئی طاقت برگشتہ نہیں کر سکتی تھا ساکڑا پروانہ بلب کی روشنی کو مان گیا ہے۔ اب یہ روشنی مکان میں ہو یا دکان میں سڑک پر ہو یا میدان میں۔ شادی کی مجلس میں ہو یا عقی کی۔ پروانہ اُڑتا، اگر تپا پڑتا فوراً اس روشنی پر دوڑ پڑتا ہے۔ اور اس بلب سے سڑکرا ٹکرا کر اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتے لگتا ہے۔ اب تم اس پروانے کے سامنے وعظ کہو، ڈراؤ، دھمکاؤ، توپ بندوق سے فائرنگ کرو، بم گراؤ یا ایٹم بم برساؤ۔ یہ پروانہ اپنے محبوب بلب کو چھوڑ کر ہرگز ہرگز فرار نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر حال میں ڈٹا رہے گا اور سڑکرا ٹکرا کر اپنی زندگی کی آخری سانس اپنے محبوب پر قربان کر دے گا اور صبح کو اس کی ننھی سی لاش بے گور و کفن پڑی ہوئی زبانِ حال سے اعلان کر رہی ہوگی کہ دنیا والو! دیکھ لو۔ مانتے والے کی یہی شان ہوتی ہے۔

فلک ٹوٹے زمین پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہرگز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے !

مسلمانوں! پروانے کی لاش ایک پیغام دیتی ہے کہ دنیا والو! اگر تم کسی کو مان لینے
کا دعویٰ رکھتے ہو تو میرے جیسا جگر پیدا کرو اگر واقعی تمہارے سر میں کسی کا سودا ہے
تو میرے جیسا سر پیدا کرو۔ اپنے محبوب پر مٹو! کٹ مرو! ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ!
مٹ جاؤ! مگر کسی کو مان لیا ہے تو پھر مان لیا ہے

تیر کھانا ہے جگر پر تو جگر پیدا کر

سرکٹانے کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

برادرانِ ملت! ایمان اور رسول کے ماننے کا دعویٰ تو سمجھی کرتے ہیں۔ مگر رسول
کا سچا ماننے والا وہی ہے جو رسول کو اس طرح مان لے جس طرح پروانہ روشن بلب
کو مانتا ہے کہ کیسی بھی مصیبت آئے، آفتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، آسمان پھٹ پڑے
زمین دھنس جائے، موت آجائے، دم نکل جائے۔ مگر

فلک ٹوٹے، زمین پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے

مگر ہرگز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے۔

رسول کا ماننے والا اس پر کتنی ہی بڑی سے بڑی مصیبت کیوں نہ آجائے۔ مگر
جب تک اس کی رگوں میں خون کا آخری قطرہ، اور زندگی کی آخری سانس باقی ہے
دنیا کی کوئی طاقت اس کے سینے کے صندوق اور دل کی تجوری سے ایمان کی
دولت کو نہیں چھین سکتی۔ تمام دنیا کی طاقتیں اس کے مقابل کھڑی ہو جائیں
وہ محصور ہو جائے، اس کی دولت لُٹ جائے، اس کا گھر جل جائے اس کی گود کے
پالے بچے اس کی نظروں کے سامنے خاک و خون میں ٹرپنے لگیں۔ اس کا جسم زخموں سے
چھلنی ہو جائے مگر جب تک اس کے دم میں دم ہے اس کا یہی لغزہ ہو گا کہ
جو جان مانگو تو جان دیں گے جو مال مانگو تو مال دیں گے

مگر نہ ہو گا یہ ہم سے ہرگز بنی کا جاہ و جلال دیں گے

رسول کا ماننے والا خود خاک و خون میں تر پے گا مگر اپنے رسول کے دامنِ عظمت

پر دھبہ نہیں لگنے دے گا وہ اپنا سرکٹ کر زمین پر گرے گا ہوا دیکھنا قبول کرے گا مگر

عظمتِ رسول کے پرچم کو سترگوں ہوتے دیکھتا برداشت نہیں کرے گا وہ خود کٹ جائے گا
مگر فرمانِ مصطفیٰ کا ایک حرف کٹنے نہیں دے گا وہ خود مٹ جائے گا مگر جلالِ
رسول کے کسی نشان کو مٹنے نہیں دے گا۔ بلکہ وقت آجائے پر عزت و ناموس رسول کے
لئے وہ اپنے خون کا آخری قطرہ اور زندگی کی آخری سانس قربان کر دے گا اور اس کے
گرم گرم خون کے قطرات زمین پر بہتے ہوئے بھی آنے والی مسلم نسلوں کو یہ پیغام ایمان دیتے
ہوں گے کہ ہ

خون میں نہاؤ، زخم سہو، سرفدا کرو
جب وقت آئے دین پر یوں حق ادا کرو

برادرانِ اسلام! یہ ہے ایمان اور یہ ہے رسول کے مان لینے کا مطلب جس
کو قرآن کریم نے فرمایا کہ **فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ** خداوند کریم ہمیں اور نہیں یہ ایمان حقیقی نصیب
فرمائے۔ (آئین)

بھائیو! دنیا ایمان۔ ایمان چلاتی پھرتی ہے۔ مگر نہیں کیا خبر؟ کہ ایمان کیا ہے؟
ایمان بڑی کٹھن چیز ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے ہ

یہ شہادتِ گرفتِ میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

بہر کیف میں عرض کر رہا تھا کہ فلاحِ داریں کے لیے خداوند قدوس
نے چار شرطیں رکھی ہیں، جن میں سے پہلی شرط خدا کے رسول
پر ایمان لانا ہے جو آپ سن چکے۔ اب دوسری شرط کیا ہے؟ تو ارشاد ہوا

تَعْلِيمُ رَسُولٍ

کہ **فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ** ... دوسری شرط تعظیمِ رسول ہے یعنی
محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا ایسا آفتاب و ماہتاب سیسے میں چمکنے لگے

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات، ان کی صفات، ان کے دن، ان کی رات، ان کے
عمل، ان کی بات، غرض ان کی ہر ہر چیز کی ساری کائنات سے بڑھ کر تعظیم و توقیر کرے
اجی! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات و صفات کا تو کیا کہنا؟ یہ تو ان کی ذات

وصفات ہیں۔ میاں اشراطِ ایمان تو یہ ہے کہ جن جن چیزوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت و تعلق ہے ان کی بھی تعظیم و توقیر کرے یعنی ان کی آل، ان کے اصحاب ان کی ازواجِ مطہرات، ان کے شہر ان کے محراب و منبر، دیوار و درغرض ان کی ہر ہر چیز کے اعزاز و اکرام کا سکھ اپنے قلب پر اس طرح بٹھائے، جیسا کہ کسی عاشق رسول نے کہا ہے کہ ہے

بہ زینتِ کہ نشانِ کفِ پائے تو بود

سالمہ سجدہ گہ صاحبِ نظراں خواہد بود

یعنی یا رسول اللہ! جس جس زمین پر آپ کے پائے مبارک کا نشان ہو گا برہنہا برس آنکھ والے اس زمین پر خدا کا سجدہ کرتے رہیں گے!

عزیزانِ ملت! آج میں تمہیں تعظیمِ رسول کے نمونے کہاں سے دکھاؤں! آج تو بے ادبیوں کا دور ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ چھوٹوں میں بڑوں کا ادب نہیں رہا۔ شاگردوں میں استاد کا ادب نہیں رہا۔ جاہلوں میں عالموں کا ادب نہیں رہا۔ مریدوں میں پیرانِ کبار کا ادب نہیں رہا اور خدا کا قہر و غضب ہے کہ آج اُمتیوں میں اپنے نبیوں کا بھی ادب نہیں رہا۔ تو آج میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ کس طرح تعظیمِ رسول کرنی چاہیے؛ مگر یاں آؤ! میں تمہیں دو صحابہ کی سیر کراؤں اور بتاؤں کہ صحابہ کرام جو سب سے اعلیٰ درجے کے مسلمان اور صاحبِ ایمان تھے وہ کس طرح رسول کی تعظیم کرتے تھے؛ سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عمرہ کا احرام باندھ کر چودہ سو صحابہوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ کفارِ مکہ نے آپ کا راستہ روک لیا اور آپ میدانِ حدیبیہ میں اتر پڑے۔ عروہ بن مسعود ثقفی جو کفار میں سب سے زیادہ معمر و معتز شخص تھا مکہ مکرمہ سے میدانِ حدیبیہ میں آتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ گفتگو کر کے پھر مکہ مکرمہ سے جا کر حرمِ کعبہ میں کفار کو جمع کر کے اپنا چشم دید حال بیان کرتا ہے۔ جو سننے کے قابل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اے مکہ والو! تم محمد سے مت ٹکراؤ۔ میں میدانِ حدیبیہ سے یہ منظر دیکھ کر آ رہا ہوں کہ۔

قَوْلَا لِلّٰهِ مَا تَخْتَرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ نَحْمَدُہٗ اِلَّا وَقَعَتْ

فِي كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَذَكَرَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ لَيْسَ خَدَاكِي قَسَمَ جِبِّ بَحْمَرٍ رَسُولِ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهْنَكَارِ كَرْتُو كَتِي هِي تُو آيِ كِي لَعَابِ دِهِي كُو صَحَابِي زَمِيْنِ پَر نِيْسِي
 پُڑْنِي دِيْتِي هِي۔ بلكہ وہ كُسي نہ كُسي صَحَابِي كِي ہاتھ ميں پُڑتا ہيے اور وہ صَحَابِي اس كُو بطور
 تبرك اپنے پيرے اور بدن ميں مل ليتا ہيے۔ وَ اِذَا اَمَرَهُمْ اَبْتَدَرُوا اَمْرًا -
 اور وہ جب كُسي كُو كُسي بات كا حكم فرماتے هِي۔ نو سب كے سب ان كے حكم كِي تعميل كے
 ليے جھپٹ پُڑتے هِي اور ہر ايك يہي كوشش كرتا ہيے۔ كہ ميں سب سے پہلے حكم كِي
 تعميل كروں۔ وَ اِذَا تَوَضَّأَ كَاذُوا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوئِهِ اور جب وہ
 وضو كرتے هِي تو صَحَابِيہ ان كے وضو كے دھوون كا ايك قطرہ بھي زَمِيْنِ پَر نِيْسِي كرنے ديتے
 بلكہ اس طرح والہانہ جذبات و عقيدت و خوش محبت كے ساتھ غسالہ وضو كُو لوٹتے هِي
 كہ گويا ان ميں تلوار چيل پُڑے گي۔ اور وہ كٹ مريں گے۔ وَ اِذَا اَتَكَلُّوْا خَفَضُوْا
 اَصْوَاتَهُمْ۔ اور جب وہ كُوئي كلام فرماتے هِي۔ تو چودہ سو سالوں كا شكر ہيے
 مگر سب ايك دم خاموش اور ہمہ تن گوش ہو كر ان كا كلام سنتے هِي وَ مَا يَجِدُوْنَ اِلَيْهِ
 النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ يَٰعْنٰى كُوئي بھي آنكھ بھر كر ان كِي طرف نظر نِيْسِي ڈالتا۔ بلكہ كمالِ تعظيم كِي وجہ
 سے نيچي نيچي نظروں اور كنگھيوں سے ان كے جمالِ نبوت كا نظارہ كرتے هِي۔

اَيُّ قَوْمٍ وَاللّٰهُ لَقَدْ
 وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَوَفَدْتُ
 عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِي
 وَاللّٰهُ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يَعْظُمُ
 اَصْحَابُهُ كَمَا يَعْظُمُ اَصْحَابُ
 مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا

يعني اسے ميري قوم خدا كِي قسم ميں بہت
 سے بادشاہوں كے درباروں ميں بارياب
 ہو چكا ہوں اور ميں وہ شخص ہوں كہ قيسر بادشاہ
 روم اور كسري بادشاہ ايران اور نجاشي بادشاہ
 حبشہ كا دربار ديكھ چكا ہوں ليكن خدا كِي قسم
 ميں نے كُسي بادشاہ كو نِيْسِي ديكھا كہ اس كے
 درباري ايستے بادشاہ كِي اتني تعظيم كرتے هوں
 جتني تعظيم محمد كے صَحَابِيہ محمد كِي كرتے هِي۔ (صلى
 اللّٰهُ تعالٰى عليه وسلم)

مسلمانو! آپ نے عروہ بن مسعود ثقفی کی تقریر سن لی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اے اہل مکہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ مت کرو۔ کیوں کہ ان کے ساتھ ایسے جانشینوں کا شکر ہے کہ جو ان کے تھوک اور وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتا۔ تو جہلا ان کے خون کو کس طرح زمین پر گرنے دے گا؟

برادرانِ اسلام! دیکھا آپ نے تعظیم رسول کا ایک منظر؟ یہ صحابہ ہیں۔ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا اور ان لوگوں نے قرآن کو خود صاحب قرآن سے پڑھا۔ ان سے زیادہ قرآن کو کون سمجھ سکتا تھا؟ یہ صحابہ بھی قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی آیت تلاوت کرتے تھے مگر کبھی ان صحابہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر نہیں سمجھا کیوں کہ اگر صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے امی جیسا ایک بشر سمجھتے تو ان کے تھوک اور وضو کے وضو کو لوٹ لوٹ کر اپنی آنکھوں اور چہروں پر نہ ملتے اور ایسی تعظیم و تکریم نہ کرتے کہ شاہانِ عجم کے درباری بھی اپنے بادشاہوں کی ایسی تعظیم نہیں کر سکتے تھے مگر آج کل کے کٹھن ملا با بات پر قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پڑھتے رہتے ہیں اور یہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رتبہ تو بڑے بھائی کے برابر ہے کیوں کہ وہ بھی بشر تھے ہم بھی بشر ہیں۔ ان کو خدا نے بڑائی دی تو وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم چھوٹے بھائی۔ تو بہ، معاذ اللہ! کہاں صحابہ کی وہ تعظیم رسول اور کہاں آج کل کے بے ادبوں کی یہ بے ادبی؟

بہر حال اب فلاح کی تیسری شرط بھی سن لیجئے۔ ارشاد ہوا۔

نصرت رسول

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ۔ یعنی

ایمان و تعظیم کے ساتھ رسول کی نصرت بھی کی۔ مطلب یہ ہے کہ فلاح و نجات کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مومن، اپنی جان، اپنے مال، اپنے تن، من، دھن سے ہر دم ہر قدم پر رسول کی نصرت و حمایت بھی کرے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے جیسا کہ آپ سن چکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادنیٰ اشارے پر جان و مال سب کچھ قربان کر دیا۔ مکہ مکرمہ میں ہزاروں کی دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے۔ حضرت مہیب

رضی اللہ عنہ جب تیر و ترکش لے کر ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تو اہل مکہ نے گھیر لیا آپ
نے فرمایا کہ مکہ والو! تمہیں معلوم ہے کہ میرا نشانہ خطا نہیں کرتا دیکھو میرے ترکش
میں جتنے تیر ہیں جب تک میں ایک ایک تیر تمہارے جسموں میں پیوست نہ کر لوں گا
تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے مگر میں اس وقت لڑنا نہیں چاہتا ہوں بلکہ میں فراق رسول
میں بے قرار ہو کر مدینہ منورہ جانا چاہتا ہوں۔ میری ہزاروں کی دولت میرے گھر کے
فلاں فلاں کو نے میں دفن ہے جاؤ! اس کو لے لو مگر میرا راستہ مت رد کو یہ سن کر
لاچی راستہ سے ہٹ گئے اور اس پر دانہ رسول نے شمع نبوت کے پاس پہنچ کر
زندگی کی آخری سانس خدمت و نصرت رسول میں قربان کر کے دم لیا۔ ایک مرتبہ سرکار
مدینہ نے صحابہ سے نصرت اسلام کے لیے مال طلب کیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ

اک دن رسول پاک نے اصحاب سے کہا	دیں مال راہ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرط طرب میں عمر اٹھے	اس روزان کے پاس تھے در ہم کئی ہزار
لائے غرض کہ مال رسول خدا کے پاس	ایشان کی ہے دست نگر، ابتداء کے کار
بولے حضور سرور عالم، کہ اے عمر!	اے وہ کہ جوش حق سے ترے دل کو ہے قرار
چھوڑا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے مال	مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
بولے کہ نصف مال ہے، فرزند وزن کا حق	باقی جو ہے وہ ملت بیضا ہے سے نثار
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا	جس سے بندے عشق و محبت سے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد و فاشعار	ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہے اعتبار
بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی	کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار

پردانے کو چراغ ہے، بلبل کو بھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

اسی طرح ہجرت کی رات میں یار غار صدیق جاں نثار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو اپنی پشت پر لے کر نوکیلے پتھروں کی چٹانوں اور نامہوار وادیوں کو رو بندتے ہوئے
پہنچوں کے بل چل کر غار ثور تک پہنچتے ہیں اور غار میں پہنچ کر سرکار نامدار احمد مختار

صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنی ران پر رکھ کر سلا دیتے ہیں اور خورسانپ کے بل پر اپنی ایڑی لگا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ سانپ بار بار رقیق غار کے پاؤں میں دس رہا ہے۔ مگر واہ رے نصرت رسول وہاں نشاری مصطفیٰ اکاشا بنکار کہ ایڑی کو سانپ چبا رہا ہے مگر پاؤں نہیں ملاتے کہ محبوب پر دردگار کی نیند میں خلل پڑ جائے گا۔ برادران ملت! دیکھا آپ نے: یہ ہیں نصرت وہاں نشاری رسول کے دوا جلوے کہ جن کو آفتاب و مانتار کی آنکھوں نے نہ کبھی پہلے دیکھا ہو گناہ قیامت تک دیکھیں گے۔

پڑھیے درود شریف اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔

برادران گرامی! فلاح و کامیابی کی جو عقی شرط بھی سن لیجئے۔

قرآن کی پیروی | وَأَتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ۔ یعنی قرآن مجید

کے احکام کی پوری پوری اتباع و پابندی بھی فلاح و نجات کے لیے ضروری ہے۔ مومن کا ہر قول، ہر عمل قرآن مجید کے مطابق ہو۔ اور بال برابر بھی قرآن مجید کی خلافت و ریزی نہ ہو تو ارشاد ربانی ہے کہ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یعنی ان مومنین کے سروں پر فلاح دارین کا تاج رکھا جائے گا یہ لوگ خداوند قدوس کے غضبان و رضوان کی دولتوں سے مالا مال کر دیئے جائیں گے؟

برادران اسلام! حقیقت تو یہی ہے کہ ہم مسلمانوں کی تباہی و بربادی اور ذلت و خواری کا سبب یہی ہے کہ ہم تارک قرآن ہو گئے ہم نے قرآن پاک کی مقدس تعلیمات کو ٹھکرا دیا۔ اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے طریقوں پر چل پڑے ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے بزرگ و اسلاف یہی کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھ کر سارے عالم میں معزز و مکرم تھے بڑے بڑے بادشاہوں کے تخت و تاج ان کی ٹھوکروں سے پامال ہوتے تھے اور سارے جہان پر ان کی شوکت و سطوت کا پرچم لہراتا تھا۔ ان کے لغز و تکبر سے پہاڑوں کے دل لرز جاتے تھے یہ جدھر رخ کرتے تھے آسمان سے نصرت ملتی تھی وَاللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ اِذَا رَاكَ

کے قدموں کا بوسہ لیا کرتی تھی۔ عزت و عظمت ان کی لونڈی غلام تھی اور بادشاہی و سلطنت ان کے قدموں کی ٹھوکر کا نام تھا۔ مگر آہ۔ آہ۔ برادران عزیز! آج ہم ذلیل و خوار ہیں۔ بے یار و مددگار ہیں۔ غلامی دہے چارگی کی بلا، اور ذلت و بکست کا عفریت ہمارے سروں پر مسلط ہے آج ہم در بدر ذلیل ترین مخلوق کفار و مشرکین سے امان و حفاظت کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ مگر ہر جگہ سے ٹھکرائے جاتے ہیں اور کوئی ہمارے کا سہ گدائی میں ایک ٹکڑا بھی نہیں ڈالتا۔ یہ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ کس لیے ہوا؟ سن لو اس لیے اور صرف اس لیے کہ

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

برادرانِ اسلام! قرآن کریم خداوندِ قدس کی وہ آخری مقدس کتاب ہے جس میں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے کہ اس پر عمل کر کے انسان دونوں جہان میں کامیاب و بامراد ہو سکتا ہے اس لیے میرے بزرگو اور بھائیو! شہداء! آپ قرآن مجید کو اپنے اسلاف کی طرح پھر سینے لگائیے اور اس کی مقدس تعلیمات پر عمل کر کے اپنی بہرت، اپنے نسل اپنے کردار میں سچے مسلمان بن جائیے پھر دیکھئے کہ یہی آسمان آپ پر رحمت کی بارش برسائے گا اور یہی زمین آپ کے لیے خیر و برکت کے خزانے اگل دے گی اور اسی آسمان کے نیچے اور اسی زمین کے اوپر رب العزت آپ کو وہ عزت و شوکت عطا فرمائے گا کہ ردے زمین کے سلاطین آپ کی غلامی پر فخر کریں گے!

برادرانِ ملت! ہم سنیں یا نہ سنیں مگر حقیقت یہ ہے کہ زمین و آسمان بلکہ سارا جہان زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ یہ لڑکا برا نہ کام کرنے والی سدا ستار ہا ہے کہ اسے مسلمان اتیری ہلاکت اتیری بربادی کا نقطہ ایک ہی سبب ہے کہ

تو غلامِ مشہ اُمم نہ رہا

چشمِ عالم میں محترم نہ رہا

لیکن زمین و آسمان سے دن رات صبح و شام خدا کا یہ پیغام نشر ہو رہا ہے کہ
اے مسلمان! تو مایوس نہ ہو۔ تو بیمار ضرور ہے۔ مگر قرآنی شفا خانہ میں تیرا بہترین علاج موجود
ہے۔ تو برباد ضرور ہو چکا ہے مگر تیری آبادی کی تدبیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اے
مسلمان! پس تو صاحب ایمان بن جا۔ سچا مسلمان بن جا اور محبت و عظمت رسول کا پورا غ
اپنے دل میں روشن کر لے اور قرآن کی پیروی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے۔

پھر یقین رکھ! کہ تیرے لیے خداوند قدوس کا وعدہ ہے کہ
ہے
کی محمد سے دنیا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا! اور جو قائم تیرے ہیں

وَلِلّٰهِ الْجَنَّةُ وَرِيسُولِهِ وَرِلْمُؤْمِنِينَ کی آیت قرآن میں اس طرح چمک رہی ہے
جس طرح آسمان میں ستارے چمکتے ہیں کہ عزت تو صرف اندر اس کے رسول اور
مومنین ہی کے لیے ہے!

برادران محترم! اگر آج بھی ہم دولت ایمان کے رسی بن جائیں تو یقیناً خداوند قدوس
کائنات عالم کو ہمارے لیے مسخر فرمادے گا اور ہم کو عزت و اقتدار کا تاجدار بنادے گا
! مسلمانو! یقین رکھو۔ کہ یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن ہے کہ

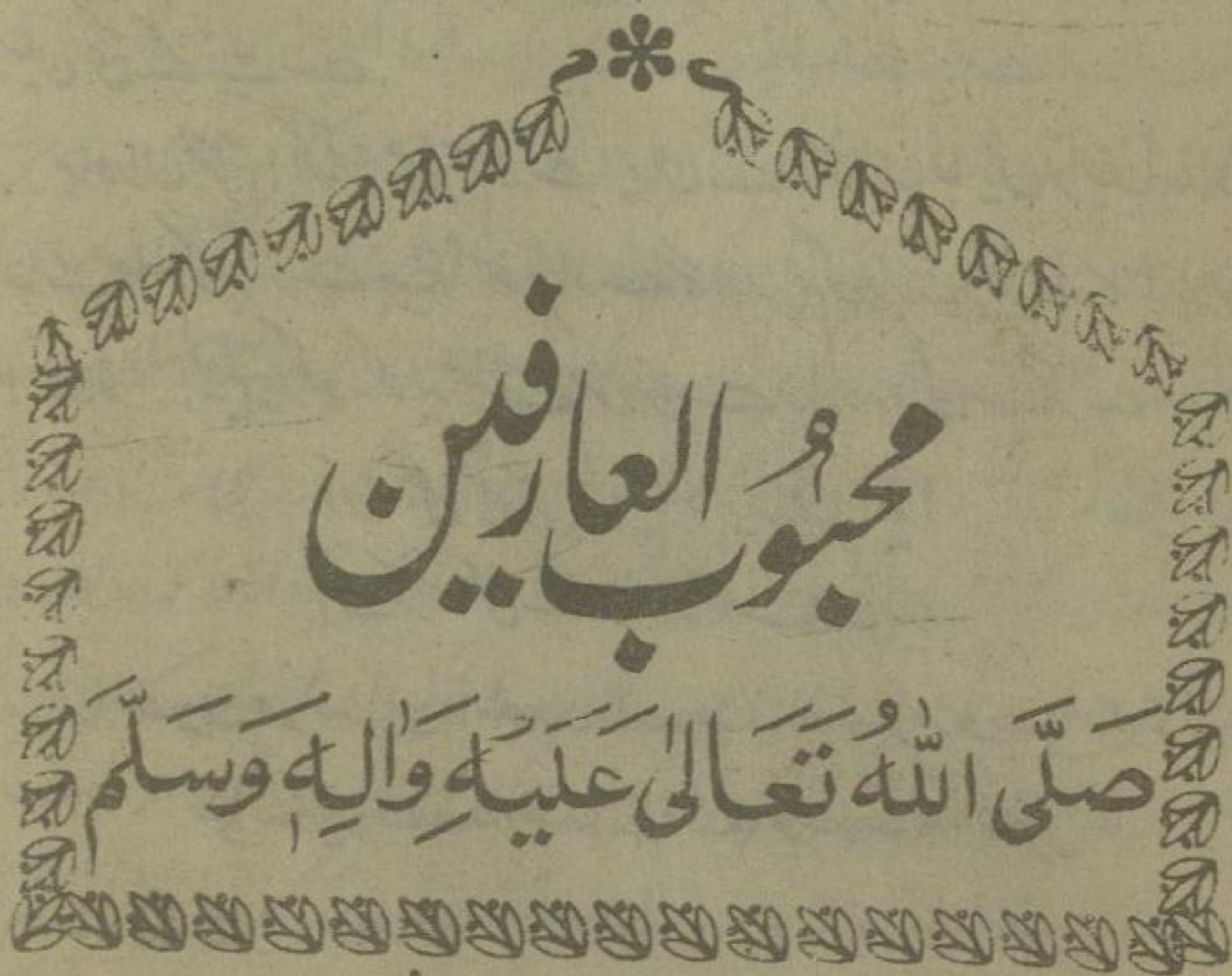
آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی

عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدًا وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط

ۛ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله خالق الارض والسماء والصلوة والسلام
على سيدنا ومولانا محمد بن المصطفى خاتم الانبياء
وعلى آله واصحابه الاصفياء۔ اما بعد فاعوذ بالله
من الشيطان الرجيم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ
عَشِيرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ اِنْتَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ
تَرْضَوْنَهَا احَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَوُوا حَتَّى
يَاْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (توبہ)
برادران اسلام! ایک ایک مرتبہ با آواز بلند بارگاہ نبوت میں درود و سلام کا
نذرانہ پیش کیجئے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم ۙ
برادران ملت! سورہ توبہ کی آیت کریمہ جو ابھی ابھی میں نے خطبے کے بعد تلاوت
کی ہے۔ یہ ہم مسلمانوں کے لیے ایمان کا امتحان لینے کے لیے ایک اعلیٰ معیار
اور بہترین کسوٹی ہے۔

حشرات! ایک مرتبہ بہت سے لوگ اپنے ہاتھوں میں سونا لیے ہوئے سڑ سڑ
کی دکان پر چلا رہے تھے کہ میرا سونا سب سے اچھا، میرا سونا سب سے
کھرا۔ سنا بولا کہ ٹھہرو! شور مت کرو۔ میں ابھی ابھی صندوقچی میں سے سنگ کسوٹی نکالتا

ہوں۔ یہ کالا پتھر فوراً فیصلہ کر دے گا کہ کس کا سونا کھرا ہے اور کس کا سونا کھوٹا اور فیصلہ بھی اتنا سچا اور قطعی کہ دنیا کی کسی عدالت میں بھی اس کی اپیل نہیں کی جاسکتی چنانچہ سزا نے کسوٹی کا پتھر نکالا اور ہر ایک کے سونے کو کسوٹی پر کس کر بتا دیا کہ تمہارا سونا کھرا ہے اور تمہارا کھوٹا۔

حضرات! بالکل یہی مثال ہے کہ آج کروڑوں انسان سینہ تان تان کر اعلان کر رہے ہیں کہ میں سچا مسلمان، میں سچا مسلمان! لیکن سورہ توبہ کی یہ آیت کھرے کھوٹے ایمان کی پہچان کے لیے بہترین کسوٹی ہے جو فیصلہ کر دیتی ہے کہ کس کے ایمان کا سونا کھرا ہے اور کس کے ایمان کا سونا کھوٹا! کون سچا مسلمان ہے اور کون جھوٹا؟

برادرانِ ملت! اس مجمع میں جتنے لوگ حاضر ہیں میں جس سے بھی سوال کروں کہ تم کون ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ تو یقیناً سب یہی کہیں گے کہ میں مسلمان ہوں اور میرا دین اسلام ہے۔ میں خود بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہوں۔ اور میرا پردی بھی مجھ کو مسلمان ہی کہتا ہے۔ میں حکومت کے نزدیک بھی مسلمان ہی ہوں۔ چنانچہ مردم شماری کے دفاتروں میں میونسپلٹی کے پیدائش اور موت والے رجسٹروں میں غرض ہر جگہ میں مسلمان ہی لکھا جاتا ہوں۔

لیکن برادرانِ ملت! کبھی ہم نے اس پر بھی غور کیا کہ ساری دنیا تو ہمیں مسلمان کہتی ہے۔ مگر خدا اور رسول بھی ہمیں مسلمان کہتے ہیں یا نہیں؟ تمام دنیا دی رجسٹروں اور دفاتروں میں تو ہم مسلمان لکھے ہوئے ہیں۔ مگر خدائی اور مصطفائی دفاتروں میں بھی ہم مسلمان لکھے ہوئے ہیں یا نہیں؟ یاد رکھئے کہ ساری دنیا ہمیں مسلمان کہے یا نہ کہے لیکن اگر خدا کہدے کہ تو مسلمان ہے اور رسول کہدیں کہ تو مسلمان ہے تو ہم بلاشبہ مسلمان ہیں اور اگر خدا اور رسول کے نزدیک ہم مسلمان نہیں تو پھر گو ساری دنیا ہمیں مسلمان کہے، مگر ہم مسلمان نہیں۔

میرے بزرگو! اور بھائیو! اس موقع پر مجھے ایک کہانی یاد آگئی۔ ذرا غور سے

سنئے!

لیلیٰ مجنوں کی کہانی

جس زمانے میں لیلیٰ مجنوں کا بڑا چرچا تھا۔ ایک دن غریب
مجنوں مصیبت کا مارا لیلیٰ کے دروازے پر آگیا ہزاروں
تماشائیوں کا ہجوم لگ گیا۔ اتنے میں لیلیٰ کی کسی سہیلی نے لیلیٰ سے کہا کہ اے لیلیٰ!
تیرا عاشق مجنوں بھوکا پیاسا تیرے دروازے پر آگیا ہے۔ تو نے اپنے عاشق کی کوئی
خاطر تواضع نہیں کی؟ لیلیٰ کو رحم آگیا اس نے ایک تھالی میں سرپوش سے چھپا کر اپنے
مجنوں کے لیے حلوہ بھیجا۔ لونڈی جو تھالی لے کر مکان سے باہر نکلی تو کیا دیکھا؟
کہ ہزاروں کا مجمع ہے۔ وہ غریب بھڑ میں پہچان نہ سکی کہ مجنوں کون ہے؟ لونڈی نے
یکارا کہ مجنوں کون؟ مجنوں کون؟ کسی منخلے نے پوچھا کہ بی بی! کیا کام ہے مجنوں سے
لونڈی بولی کہ لیلیٰ نے اپنے مجنوں کے لیے حلوہ بھیجا ہے۔ حلوے کا نام سنتے ہی
سب کے منہ میں پانی آگیا۔ بھائیو! حلوہ چیز ہی ایسی ہے کہ اس کا نام سنتے ہی چاہے
شبِ برات کا حلوہ پکانے والے ہوں یا حلوے کے منکر سب ہی ریشہ خطمی ہو جاتے
ہیں۔ سب گردن اٹھا اٹھا کر بلکہ بہت سے تو پنجنوں پر کھڑے ہو کر لمپائی نظروں سے
حلوے کی تھالی کو گھورنے لگے اور آخر ایک شخص بول پڑا کہ میں ہوں مجنوں! ادھر
لاؤ حلوہ! دوسرا بولا میں مجنوں! تیسرا بولا میں مجنوں! پھر تو ہر طرف سے یہی آواز آنے
لگی کہ میں مجنوں! میں مجنوں! گویا مجمع میں مجنوں کا مہینہ پھوٹ پڑا اور دھوتی، ننگوٹی
پائے جامہ، تیلون، ہر لباس میں مجنوں ہی مجنوں نظر آنے لگے۔ غریب لونڈی حیران
رہ گئی اور تھوڑا تھوڑا حلوہ سب مصنوعی مجنوں کے ہاتھ پر رکھ دیا اور ابڑ جا کر
بولی کہ اے لیلیٰ! ہم تو سمجھتے تھے کہ تیرا ایک ہی مجنوں ہے۔ مگر آج پتا چلا کہ
تیرے سیکڑوں بلکہ ہزاروں مجنوں ہیں۔ لیلیٰ نے کہا! غلط بالکل غلط! میری پیاری
لونڈی! افسوس، تو نے مجنوں کو نہیں پہچانا۔ میرا مجنوں تو صرف ایک ہی ہے۔ اچھا!
اے لونڈی! اب تو اس تھالی میں ایک چھری رکھ کر بیچ جا۔ اور اعلان کر کہ جو مجنوں
ہو وہ آگے بڑھے آج لیلیٰ نے اپنے مجنوں کے بدن کا ایک بوٹی گوشت مانگا ہے
لونڈی تھالی میں چھری رکھ کر سرپوش سے چھپا کر باہر نکلی دیاروں حلوہ کھا کر ابھی

مونٹ چاٹ ہی رہے تھے کہ دوسرا تھاں دیکھ کر سب کی باچھیں کھل گئیں اور دل
 ہی دل میں خوش ہونے لگے کہ اب میٹھے کے بعد ذائقہ بدلنے کے لیے نمکین آیا ہوگا
 لونڈی نے پکارا کہ مجنوں کون؟ آپ جانتے ہی ہیں کہ بگڑی ہوئی عادت بُری چیز
 ہے پھر سب تے سارس کی طرح گردن میں کرری، اور چونچ پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگے
 کہ میں مجنوں میں مجنوں۔ لونڈی نے بڑی متانت سے کہا کہ اچھا! تو صاحب مجنوں
 ہوں وہ آگے بڑھیں۔ یہ تھالی ہے اور یہ پھری! آج لیلیٰ نے مجنوں کے بدن کا ایک
 بوٹی گوشت طلب کیا ہے۔ یہ سنا تھا کہ کوئی سر کھجلائے لگا۔ کوئی ٹوپی درست کرنے
 لگا۔ کوئی بنلیں جھانکتے لگا کوئی اوپر دیکھنے لگا۔ کوئی نیچے گھورنے لگا۔ سب کھسکنے
 لگے۔ تو پس میں آیا۔ میں چلا تم بھی آؤ۔ غرض چند منٹ میں تمام حلوہ خور مجنوں رفوچر
 ہو گئے۔ مگر ایک دبلا پتلا انسان! چہرہ زرد، بال الجھے، غبار میں اٹا ہوا آگے بڑھا
 اور پھری ہاتھ میں لے کر بولا کہ اے لونڈی! اتنا اور بتا دے کہ میری پیازی لیلیٰ نے
 میرے بدن کے کس حصے کی بوٹی طلب کی ہے؟ لونڈی خاموش رہی تو یہ جاں باز
 کہنے لگا کہ اچھا! لے، میں اپنے بدن کے ہر حصے کی ایک ایک بوٹی کاٹ کر رکھ
 دیتا ہوں۔ نہ معلوم میری لیلیٰ نے کہاں کی بوٹی طلب کی ہے؟ یہ کہا اور اپنی ایک بوٹی
 کاٹ کر تھالی میں رکھ دی۔ لونڈی گھبرا کر تھالی لے کر بھاگی اور لیلیٰ کے سامنے تھالی
 رکھ کر کھڑی ہو گئی لیلیٰ نے بڑے ناز و انداز کے ساتھ فخریہ لہجے میں کہا کہ اے لونڈی
 لے دیکھ لے! یہ ہے میرا مجنوں یہ ہے میرا مجنوں!

برادرانِ ملت! دیکھا آپ نے ایک ہزار انسانوں نے مجنوں ہونے کا دعویٰ کیا
 مگر سچا مجنوں، واقعی مجنوں، حقیقی مجنوں، وہی عظمہا جس کو لیلیٰ نے اپنی زبان سے کہہ
 دیا کہ یہ ہے۔ میرا مجنوں۔ تو بزرگو! اسی طرح آج لاکھوں کروڑوں انسان
 مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر خدا کی قسم! سچا مسلمان، واقعی مسلمان وہی ہوگا۔
 جس کو خدا کہہ دے کہ تو مسلمان! جس کو رسول کہہ دیں کہ تو مسلمان ہے

توحید تو جب ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

برادران اسلام! آج کی مجلس میں مجھے بھی عرض کرنا ہے کہ سچا مسلمان کون ہے؟
اسی لیے میں نے عرض کیا کہ سورہ توبہ کی یہ آیت کھڑے اور کھوٹے مسلمان کی پہچان کے
لیے ایک اعلیٰ معیار اور بہترین کسوٹی ہے۔ اس کسوٹی پر جس مسلمان کا اسلام پورے اثر اور
تو سمجھ لو کہ وہ خدا اور رسول کے نزدیک مسلمان ہے اور جس کا اسلام اس کسوٹی پر نیل ہو گیا
تو یقین کر لو کہ اگرچہ ساری دنیا اس کو مسلمان کہتی رہے۔ مگر وہ خدا اور رسول کے نزدیک
مسلمان نہیں!

برادرانِ گرامی! اب آپ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ سنئے۔ رب العزت جل جلالہ ارشاد
فرمایا ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
وِإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ
تَخْتَمُونَ كِبَادَهَا وَمَا كُنْتُمْ تَرْضَوْنَهَا
أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ
رِجَالٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَضَوْا حَتَّى يَأْتِيَ
اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفَاسِقِينَ ۝

یعنی اے محبوب آپ فراریجئے کہ اگر تمہارے
باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور
تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی
کے مال اور تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان
کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یہ
چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس
کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو
انتظار کرو کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ
فاسقوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

عزیزانِ گرامی! اس آیت میں ایسی آٹھ چیزوں کی فہرست ہے کہ جن سے انسان کو
فطری محبت اور قلبی لگاؤ ہوتا ہے یہ آٹھوں چیزیں یعنی باپ، بیٹا، بھائی، بوی
کنبہ، مال، دکان، مکان ایک طرف ہیں اور دوسری طرف تین چیزیں ہیں۔ یعنی اللہ
رسول، راہِ نہاد، اب ارشادِ ربانی ہے کہ اے مسلمانو! اگر ان آٹھ چیزوں

کی محبت تمہارے دلوں میں، ان تین چیزوں کی محبت سے زیادہ اور بڑھ کر ہے۔ تو پھر تم سمجھ لو کہ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ رحمت الہی و نعمت خداوندی کا کوئی حصہ تمہیں نصیب ہو، بلکہ تم اتنے سنگین مجرم و خطار کار ہو کہ تمہیں قہر قہار و غضب جبار کا انتظار کرنا چاہیے جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ گویا تمہارا ایمان، تمہارے طغیان و عصیان کی وجہ سے برباد و غارت ہو چکا اور تم اس قابل ہو چکے کہ تم پر قہر الہی کی بجلیاں گر پڑیں اور تم دنیا میں ذلیل و خوار اور آخرت میں عذابِ نار کے حق دار بن جاؤ! اور اگر ان تین چیزوں کی محبت پر قربان کر دیا تو پھر اس کی جزا میں خداوند سبحان تمہیں دنیا میں اپنے فضل و رضوان اور آخرت میں دارالجنان کی دولتوں سے ضرور مالا مال کر دے گا۔

برادرانِ ملت! ابھر حالِ عشق و محبت کی ترازو میں ان آٹھ چیزوں کو ایک پلڑے میں اور تین چیزوں کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر یہ دیکھنا ہے کہ کون سا پلہ چھکا ہوا اور بھاری ہے؟ اگر ان آٹھ چیزوں کی محبت کا پلہ بھاری ہے تو تمہارا ایمان کھوٹا اور جھوٹا ہے اور اگر ان تین چیزوں کی محبت کا پلہ بھاری ہے تو تمہارا ایمان کھرا اور سچا ہے۔ اسی لیے میں نے عرض کیا کہ سورہ توبہ کی یہ آیت کھرے اور کھوٹے ایمان کی پہچان کے لیے بہترین کسوٹی ہے۔ اب اسی کسوٹی پر ہمیں اپنے اپنے ایمانوں کے سونے کو کس کر دیکھنا ہے کہ ہمارے ایمان کا سونا کھرا ہے یا کھوٹا؟

برادرانِ ملت! باپ، بیٹے، بھائی، کنیہ وغیرہ سے محبت کرنے کو اسلام نے منع نہیں کیا ہے۔ بلکہ حکم دیا کہ صَلُّوا بِالْأَرْحَامِ یعنی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور ان سے الفت و محبت رکھو۔ مگر سوال اس وقت کا ہے۔ کہ جب اللہ و رسول کی محبت کا ان چیزوں کی محبت سے ٹکراؤ ہو۔ تو اس وقت اسلام کا کیا حکم ہے؟ تو برادرانِ ملت! اس وقت اسلام کا حکم یہی ہے کہ ان تمام چیزوں کی محبت کو اللہ و رسول کی محبت پر قربان کر دیا جائے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَبْغِيَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
یعنی اس وقت تک کوئی تم میں سے

اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ قَالِدِهِ وَ
وَلَدِهِ وَالتَّاسِ اَجْمَعِينَ ۝

مومن، بوی نہیں سکتا جیت تک کہ وہ اپنی اولاد
اپنے ماں باپ، بلکہ تمام جہان کے انسانوں
سے بڑھ کر محبوب خدا کے ساتھ محبت نہ کرے

(مشکوٰۃ ص ۱۲)

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے؛
محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
محمد ہے متارح عالم ایجاد سے پیارا
زن و فرزند سے، ماں باپ سے اولاد پیارا
برادران ملت اور حقیقت محبت رسول ہی مدار ایمان ہے۔ اسلامی احکام کا
لاکھ پابند ہو، نمازی بھی ہو، حاجی بھی ہو، غازی بھی ہو۔ لیکن اگر اس کا سینہ محبت رسول
کا مدینہ نہیں ہے تو ہرگز ہرگز وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے منافقین نمازی بھی پڑھتے،
حاجی بھی تھے۔ میدان جہاد کے غازی بھی تھے۔ میاں ہم لوگ تو بہت معمولی امول کے
پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ مگر یہ منافقین تو امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں
پہنچ وقت مسجد نبوی کے اندر نماز ادا کرتے تھے مگر کیا وجہ ہے؟ کہ قرآن کریم نے
ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ یعنی یہ لوگ مومن نہیں
ہیں۔ برادران ملت! منافقین کیوں مومن نہیں کہلائے؟ بس یہی وجہ تھی کہ ان کے
دلوں میں محبت رسول کی روشنی نہیں تھی اس لیے یہ لوگ عمر بھر دولت ایمان سے
محروم ہی رہے اور ان لوگوں کے روزہ و نماز، حج و زکوٰۃ وغیرہ تمام اعمال صالحہ
غارت و اکارت ہو گئے۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے

بہ مصطفیٰ برسوں خولیش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باوند رسیدی تمام بولہبی ست

یعنی اے مسلمان! تو اپنے کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عظمت و محبت تک
پہنچا دے اور یقین رکھ کہ دین نام ہی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کا۔
یاد رکھ! کہ اگر تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار عظمت و محبت تک نہ پہنچ سکا اور

غلام مصطفیٰ بن سکا۔ تو پھر تجھ میں اور ابولہب میں کچھ فرق نہیں رہے گا! اسی مضمون کو کسی دوسرے شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، اور زکوٰۃ اچھی؟
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

برادران اسلام! اسی مضمون کو قرآن مجید نے اس آیت میں پیش فرمایا ہے کہ۔
أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ۔ یعنی اللہ کی محبت
رسول کی محبت، جہاد کی محبت، ان تینوں کی محبت کو سارے جہان کی محبت سے بڑھ
کر ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کے لیے واجب الاعتقاد اور لازم العمل قرار دے دیا ہے
مگر برادران ملت! ان تینوں محبتوں میں اگر غور کیجئے تو محبت رسول ایسی ہے کہ
تینوں محبتوں کی جامع اور اصل الاصول ہے۔ دیکھئے اگر کوئی شخص صرف اللہ سے
محبت کرے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رسول اور جہاد سے بھی محبت کرے
کیوں کہ اللہ سے تو کفار و مشرکین بھی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں مگر رسول اور جہاد کی
محبت ان کے دلوں میں کہاں ہے؟ اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ سے محبت کرنے
والے کے لیے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رسول سے بھی محبت کرے مگر یاد رکھیے کہ جو شخص
رسول سے محبت کرے گا وہ یقیناً اللہ سے بھی محبت کرے گا تو جہاد فی سبیل اللہ سے
بھی ضرور محبت کرے گا۔ اس طرح ثابت ہوا کہ محبت رسول تینوں محبتوں کی جامع اور
اصل الاصول ہے!

برادران ملت! ایک خاص بات سن لیجئے۔ یہ تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ اللہ اور
رسول دونوں کی اطاعت مومن پر فرض ہے۔ مگر قرآن میں ارشاد ہوا کہ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ
فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کر لی اس نے خدا کی اطاعت
کر لی! یہ نہیں فرمایا گیا کہ جس نے خدا کی اطاعت کر لی اس نے رسول کی اطاعت

کر لی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے کتنے نفیس انداز میں اس مضمون کو ادا فرمایا ہے کہ
 صدیق بلکہ غار میں جاں ان پہ دے چکے اور حفظِ جاں تو جاں فرضِ عمر کی ہے۔
 مولیٰ علی نے داری تری نیند پر نماز اور وہ عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
 ہاں تو نے ان کو جاں انہیں پھیر دی نماز پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
 ثابت ہوا کہ جملہ فرائض شروع ہیں۔ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
 دیکھئے اپنی جان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض فرمایا ہے۔ مگر یار غار
 رسول حضرت صدیق اکبر نے محبت و اطاعتِ رسول میں اس فرض کو ترک فرمادیا۔ سانپ غار
 ثور میں انہیں ڈستار ہا۔ مگر انہوں نے اپنا پاؤں نہیں ہٹایا کہ محبوبِ خدا کی نیند میں خلل
 پڑ جائے گا اسی طرح فاتحِ خیبر علی حیدر نے منزلِ صہبائیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان
 کی ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے تو سورج غروب ہو گیا اور نمازِ عصر
 قضا ہو گئی۔ مگر آپ سے پاؤں نہیں اٹھایا اور محبوبِ خدا کی نیند میں خلل نہیں پڑنے
 دیا۔ اللہ اکبر! صدیق اکبر نے محبت و اطاعتِ رسول میں جان بچانے کا فرض چھوڑ دیا
 اور علی حیدر نے محبت و اطاعتِ رسول میں نمازِ عصر خدا کے فرض کو ترک کر دیا۔ مگر ان
 دونوں پر کوئی تخطاب نہیں ہوا بلکہ صدیق اکبر کے ختم پر لعابِ دہن لگا کر رحمۃ للعالمین
 شفاء عطا فرماتے ہیں اور خداوند قدوس سکینۃ نازل فرماتا ہے اور مولائے کائنات
 کے لیے لبِ پاکِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کلمات جاری ہوتے ہیں کہ اِنَّ
 عَلِيًّا كَانَ فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ عَلِيًّا اللہ اور رسول کی فرماں برداری میں
 تھے۔ پھر اشارہ فرماتے ہیں تو ڈوبا سورج پلٹ آتا ہے اور شبیر خدا نمازِ عصر ادا فرماتے
 ہیں۔ برادرانِ ملت! حضرت صدیق اکبر اور علی حیدر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل اعلان کر رہا
 ہے کہ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَحْبَبَ اللَّهَ۔ جس نے رسول کی
 اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اسی لیے اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ نے
 فرمایا کہ ہے ثابت ہوا کہ جملہ فرائض شروع ہیں؟
 اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

برادران! یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام کی مقدس زندگی اور ان کے طرز عمل سے پتا چلتا ہے کہ یہ پاکباز مومنین سب اعمال سے زیادہ محبت رسول ہی کو اہمیت دیتے تھے۔

قیامت کی تیاری | حضرات! مجھے اس وقت ایک حدیث یاد آگئی ایک مرتبہ ایک بھولے بھالے دیہاتی صحابی ذوالخویصرہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ

عنه بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! متى الساعة یعنی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) قیامت کب آئے گی؟ ارشاد فرمایا کہ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا۔ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ صحابی نے عرض کی مَا أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ... (مشکوٰۃ ص ۱۴۶) یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس اس کے سوا اور کوئی تیاری نہیں ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

نہ طاعت پر نہ تقویٰ پر نہ زہد و تقا پر ہے

ہمارا ناز جو کچھ ہے محمد مصطفیٰ پر ہے

سرکار دو جہاں نے یہ سن کر فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اُحْبِبْتَ یعنی تم اطمینان رکھو کہ تم جس کے ساتھ محبت رکھتے ہو۔ قیامت کے دن اسی کے ساتھ رہو گے۔ صحابہ کرام نے یہ سن کر لغزہ تکبیر بلند کیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو اسلامی زندگی میں کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی خوشی اس وقت ہوئی جب سرکار مدینہ نے یہ خوشخبری سنائی کہ جو دنیا میں رسول پاک سے محبت کرے گا وہ قیامت میں رسول کی کالی کالی رحمت والی کلمی کے زیر سایہ رہے گا۔ بخاری شریف کی روایت میں حضرت انس کا یہ ارشاد بھی مذکور ہے کہ آپ نے یہ بشارت سن کر فرمایا

یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور ابو بکر و عمر سے محبت رکھتا ہوں۔ لہذا

میں یہ امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن

نَاَنَا اُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَرْجُو

أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ يَوْمَ بَيْتِ إِتَاهَهُ وَ

اِنَّ كَمَ اَعْمَلُ بِسَبِيلِ اَعْمَالِهِمْ
 میں ان لوگوں کے ساتھ ہی رہوں گا۔ اگرچہ
 میرا عمل کبھی بھی ان حضرات کے اعمال کے برابر
 نہیں ہو سکتا۔ (بخاری، ج ۱، ص ۵۲)

بہر حال برادرانِ ملت! محبت رسول وہ دولت ہے بہا ہے کہ ایک مومن کے لیے
 زمین و آسمان کے خزانوں میں اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ مگر آج جب کہ
 مال و زر اور متاع دنیا کی محبت عفریت بن کر مومنین کے قلب و دماغ پر مسلط ہو چکی
 ہے۔ میں کس طرح تمہیں سمجھاؤں؟ کہ محبت رسول سے بڑھ کر کوئی انمول دولت نہیں لیکن
 ہاں! صفحات تاریخ پر ستاروں کی طرح چمکنے والے صحابہ کرام کی محبت رسول کے
 چند نمونے تمہارے سامنے پیش کر دوں تو امید ہے کہ ان کی نورانیت سے تمہارے
 دلوں کی دنیا میں کچھ اجالا ہو جائے گا۔ اور تمہیں بھی یہ نظر آ جائے گا کہ دونوں جہان
 کی ساری دولتیں اسی لیے ہیں کہ ان کو ایک محبت رسول کی دولت پر قربان کر دیا جائے!
انصار کا ایشارہ! برادرانِ اسلام! جنگ حنین میں بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ

آیا تھا اور اس دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین
 اسلام کو اس قدر کثیر مال غنیمت عطا فرمایا کہ سب کو مالا مال فرما دیا۔ ایک ایک مجاہد کو
 سو سو اونٹوں کی قطار عنایت فرمادی لیکن یہ عجیب بات ہوئی کہ اس جہاد میں حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام نے سب جگہوں کے مجاہدین کو تو مالا مال فرمادیا مگر شمع نبوت کے
 خاص پر دانوں، یعنی جماعتِ انصار کو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دی یہ منظر دیکھ کر کچھ
 نوجوان انصار یوں کے منہ سے نکل گیا کہ یَغْفِرُ اللّٰہُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
 وَسَلَّمُوْا یُعْطِیْ قُرْبٰنًا وَّ یَدْعُنَا وَ سُبُوْنًا نَقْطُرُ مِنْ دِمَائِہُمْ.....
 یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے کہ آپ قریشیوں کو عطا فرماتے
 ہیں۔ اور ہمیں کچھ نہیں دیتے۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے کفار کا خون ٹپک رہا ہے
 نوجوان انصار یوں کا یہ جملہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گوش مبارک تک پہنچ گیا اس
 وقت آپ نے قاصد بھیج کر تمام انصار یوں کو بلایا اور فرمایا کہ حَدِیْثٌ بَلَغْنِیْ عَنْکُمْ

اے انصار! یہ کیسی بات ہے جو تمہاری طرف سے میرے کان میں آتی ہے تو انصار کے
سمجھ دار بڑے بوڑھوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم
میں سے جو صاحبان فہم و فراست ہیں انہوں نے تو کچھ بھی نہیں کیا مگر
چند نوخیز لڑکوں نے ضرور کچھ کہہ دیا ہے یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ۔

أَمَّا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذَّهَبَ النَّاسُ
بِالْأَمْوَالِ وَأَنْتُمْ تَرْجِعُونَ إِلَيَّ
رَحَالَكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَدْ رَضِينَا۔

یعنی اے گروہ انصار! کیا تم اس
بات پر رضامند نہیں ہو کہ سب لوگ تو اپنے
اپنے گھر مال و دولت لے کر جائیں گے اور تم
جب اپنے گھر جاؤ گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو اپنے ساتھ لیکر جاؤ گے کیونکہ میں مکہ والوں یا
دوسرے لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ بلکہ

(مشکوٰۃ ص ۲۶)
تو تم بتاؤ! اور جواب دو! کہ تمہیں مال و دولت لے کر گھر جانے میں زیادہ مسرت حاصل
ہوگی؟ یا رسول اللہ کو ساتھ لے کر گھر جانے میں زیادہ خوش رہو گے؟ یہ سن کر محبت رسول
کا سیلاب انصار کے دلوں سے اٹھ کر آنکھوں میں آگیا سب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور سب کا یہی جواب تھا کہ
پروردانے کو چراغ ہے میل کو پھول بس۔ انصار کے لیے ہے خدا کا رسول بس
یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اونٹ، یہ بکریاں، یہ سونا چاندی یہ سارا مال آپ
دوسروں کو دے دیجئے ہمیں تو اللہ کا رسول چاہیے، کیوں کہ یہ وہ دولت ہے کہ اس
سے بڑھ کر زمین و آسمان کے خزانوں میں کوئی دولت نہیں۔
پڑھیے درود شریف۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
حضرات! یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنا
تن، دھن، سب قربان کر دیا مگر رحمۃ للعالمین کے دامنِ رحمت کو نہیں چھوڑا۔ مارے
گئے، لگے، قتل کیے گئے، سولی پر لٹکائے گئے۔ اور ان پر ایسی ایسی
مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے کہ اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے بھی قدم اکھڑ جاتے، ہمالیہ ہوتا

تو اس کے بھی پائے استقامت میں لغزش ہو جاتی مگر عاشقان رسول کے سینوں میں وہ دل
 تھا کہ تمام آلام و مصائب کو برداشت کر لیا اور ہنستے کھیلتے آگ کے انگاروں پر لیٹ گئے
 اور پھانسیوں کے تختوں پر چڑھ گئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیا اور اپنی زندگی کی
 آخری سانس قربان کر دی مگر محبت رسول کی دولت کو اپنے سینے کے صندوق اور دل کی
 تجوری سے لٹا نا گوارا نہیں کیا!

حضرت بلال کا استقلال | اللہ! اللہ! حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کون نہیں جانتا
 ان کے گلے میں ظالموں نے رسی کا پھندا ڈالا ان کی
 مقدس پیٹھ پر اس قدر کوڑے برسائے کہ پشت مبارک لہو لہان ہو گئی۔ ان کے اس
 سینے پر جس کے نیچے وہ نورانی دل تھا جس میں محبت رسول کے ہزاروں دیکھ چل رہے
 تھے کافروں نے اتنا وزنی پتھر رکھ دیا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل پڑی پھر چلچلاتی دھوپ
 میں گرم گرم ریت پر زخمی پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ مگر زمین گواہ ہے، آسمان گواہ ہے خدائی گواہ
 ہے خد گواہ ہے کہ اس بے کسی و بے بسی کی حالت میں بھی وہ کلمہ حق لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ - بلند آواز سے پڑھتے جاتے تھے اور زبانِ حال سے اعلان کرتے جاتے
 تھے کہ

میں مصطفیٰ کے جامِ محبت کا مست ہوں
 یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

حضرت عمار آگ کے گولوں پر | اسی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
 کو پہلے چوب اور کوڑوں کی مار سے کفار
 نے نڈھال کر دیا۔ پھر آگ کے دہکتے ہوئے گولوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ مگر یہ استقامت
 کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے اسی حالت میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم ان کے قریب سے گزرے تو عمار نے یا رسول اللہ کہہ کر آپ کو پکارا عمار کی یہ مصیبت
 دیکھ کر رحمت عالم کے سینے میں شیشے سے زیادہ نازک دل صد ہوں سے چور چور ہو گیا
 اور فرمایا۔

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى
عَمَّارٍ كَمَا كُنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ؕ
یعنی اے آگ! تو عمار پر اسی طرح ٹھنڈک
اور سلامتی بن جا جس طرح تو حضرت ابراہیم پر
ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی تھی۔

رحمت عالم، حضرت عمار کے زخموں پر اپنا دستِ شفقت پھیرتے تھے کہ عمار طیب
و مطیب یعنی پاکیزہ و خوشبودار ہے۔ (اکمال)

حضرت جناب کی جلی مونی پیٹھ | امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
ایک مرتبہ حضرت جناب صحابی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی پیٹھ نظر آگئی آپ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان
ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے جناب! یہ تمہاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں آپ
نے فرمایا کہ امیر المومنین! آپ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب
آپ تنگی تلوار لے کر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کاٹنے کے لیے دوڑتے
پھرتے تھے اس وقت ہم نے محبت رسول کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے
اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوٹوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا میری پیٹھ
سے اتنی چربی پگھلی کہ کوٹلے بچھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا۔ مگر رب کعبہ کی قسم!
کہ جب مجھے ہوش آیا۔ تو سب سے پہلے میری زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ نکلا۔ امیر المومنین حضرت جناب کی مصیبت سن کر آپ دیدہ ہو گئے اور فرمایا
کہ اے جناب! کرتا اٹھاؤ! میں تمہاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ
کتنی مبارک و مقدس ہے، جو محبت رسول کی بدولت آگ میں جلائی گئی ہے۔ (طبقات
بن سعد ج ۳ تذکرہ جناب)

بنی سُمیہ کا خون ناحق | عمار بن یاسر کی ماں بنی سُمیہ ایک مسکین۔
عورت تھیں۔ لیکن محبت رسول کی دولت سے

مالا مال تھیں۔ ایک دن البو جہل زہریلی بھجایا ہوا نیزہ لے کر آیا اور دھمکیا کہ سُمیہ! تو
کلمہ اسلام کو چھوڑ دے۔ یہ پیکر ایمان! ایک ظالم و سفاک انسان کے سامنے سینہ

تہاں کرکٹھری ہو گئی اور زور زور سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے لگی۔ ابو جہل لعین نے اس مومنہ کی ناف کے نیچے ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے پار ہو گیا اور بی بی سمیہؓ خون میں لت پت ہو کر زمین پر گر پڑیں اور شہید ہو گئیں۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا ایک عورت کا خونِ ناحق ہے جو کافروں نے حرم کی مقدس زمین پر بہایا (ابن الاثیر ذکر تعذیب المستضعفین)

حضرت زید بن وثنہ کی شہادت | حضرت زید بن وثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے دھوکہ دے کر گرفتار کر لیا اور مکہ لے جا کر صفوان بن امیہؓ کے ہاتھ بیچ دیا۔ صفوان کا باپ امیہؓ جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ اس کے دل میں آتش انتقام بھڑک رہی تھی اس نے حرم کے باہر لے جا کر حضرت زید کو قتل کرایا، ہزاروں تماشاخی جمع تھے۔ عین شہادت کے وقت ابوسفیان نے پوچھا کہ اے زید خدا کی قسم سچ کہنا! کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ ہم تم کو سولی سے اتار لیں؟ اور تمہارے بدلے تمہارے رسول محمدؐ کو سولی پر لٹکا دیں؟ یہ سن کر عاشقِ رسولؐ کے سینے میں دل پھٹ گیا۔ آنکھیں نم ہو گئیں مگر آپؐ نے نہایت جرات کے ساتھ یہ جواب دیا کہ میں مجھے ہونا ز قسمت پر اگر نام محمدؐ پر یہ سرکٹ جائے اور تیرا سراپا اس کو ٹھکرائے یہ سب کچھ ہے گو ارا پر یہ دیکھا جاتا نہیں سکتا۔ کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں اک کا نٹا بھی چبھ جائے۔

حضرت زید کا جواب سن کر ابوسفیان کہنے لگا کہ میں نے بہت سے محبت کرنے والوں کو دیکھا ہے مگر خدا کی قسم! جیسی محبت محمدؐ کے ساتھیوں کو محمدؐ سے اس کی مثال دیکھنے میں نہیں آئی۔ صفوان کے غلاموں نے تلوار مار مار کر حضرت زید کو شہید کر ڈالا۔ آخری سانس تک حضرت زید نے اپنے ماں باپ اور بچوں کو یاد نہیں کیا اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

یہ حالت ہے اب سانس لینا گراں ہے
مگر آپ کا نام دردِ زباں ہے

حضرت خلیب سولی پر!

حضرت خلیب بن عدی مدینہ منورہ کے رہنے والے
جاں باز انصاری تھے اور جنگ بدر میں عارث

بن عامر کافر کو قتل کر چکے تھے یہ بھی دھوکے سے گرفتار کر کے لائے گئے۔ عارث بن عامر
کے بیٹوں نے ان کو اندھیری کوٹھری میں قید کر کے دانہ پانی بند کر دیا۔ مگر عارث کی بیٹی تے بارہا
! یہ کرامت دیکھی کہ خلیب انکور کے خوشے ہاتھ میں لئے کھا رہے ہیں حالانکہ اس وقت
مکہ نوکریاں پورے جزیرۃ العرب میں کہیں انکور کا موسم نہ تھا ان کو بھی اہل مکہ نے حرم کے
باہر سولی پر چڑھایا۔ ہزاروں تماشاں اس عاشق رسول کے خاک و خون میں تڑپنے کا
منظر دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے سولی پر لٹکاتے کے وقت آخری تمنا کے طور پر پوچھا گیا
کہ خلیب! تمہارا آخری وقت ہے۔ اگر کوئی تمنا ہو تو کہہ دو؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے
سوا کوئی تمنا نہیں ہے کہ تم لوگ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو آپ
نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ مگر بہت ہی مختصر کسی کافر نے پوچھا کہ اے خلیب! یہ تمہاری
زندگی کی آخری نماز تھی۔ تم نے اتنی مختصر کیوں ادا کی؟ فرمایا کہ ظالمو! میرا دل تو یہی چاہتا
تھا کہ یہ میری زندگی کا آخری سجدہ ہے اس لیے گھنٹوں سجدے سے سر نہ اٹھاؤں۔ مگر
مجھے خیال آگیا کہ تم کہیں یہ نہ سمجھ لو کہ میں جان کے ڈر سے لمبی نماز پڑھ رہا ہوں۔ اور
تم یہ طعنہ نہ دو کہ عاشقانِ رسول جان کے ڈر سے لمبی نماز پڑھتے ہیں۔ اس لیے میں
نے اس نماز کو مختصر ادا کیا۔ کفار آپ کو گھیسٹے ہوئے لائے اور سولی پر لٹکا کر دونوں
ہاتھوں میں لوہے کی کیل ٹھونک دی آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ کوئی
ایسا شخص ہوتا جو میرے رسول کو میرا آخری سلام پہنچا دیتا۔ خداوند قدوس نے آپ
کی تمنا پوری فرمادی کہ بذریعہ وحی سرکار مدینہ کو خلیب کا آخری سلام پہنچا دیا۔ چنانچہ
حنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعلیک السلام یا خلیب! کہہ کر جواب دیا اور صحابہ کرام
کو حضرت خلیب کی شہادت سے مطلع فرمایا حضرت خلیب سولی پر لٹکے ہوئے رحمۃ للعالمین
کی یاد میں گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں

بحرم عشق تو امی کشند غوغا بیست تو نیز بر سر بام آ! کہ خوش تماشا بیست

یعنی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سوا اور میرا کوئی جرم نہیں ہے کہ میں
 آپ سے محبت رکھتا ہوں اور اسی جرم محبت میں آج میں قتل کیا جا رہا ہوں مگر مجھے موت
 کا غم نہیں ہے ہاں! یہ تمنا ضرور ہے کہ کاش۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ
 میرے سامنے اس وقت تشریف فرما ہوتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ آپ کی
 شیعہ نبوت کا پروردگار کس طرح والہانہ شان کے ساتھ اپنی جان قربان کر رہا ہے کفار نے
 یہ دیکھ کر کہ آخری وقت میں بھی یہ عاشق جان باز اپنے محبوب ہی کے عشق و محبت کا گیت
 گارہا ہے۔ جل بھن کر حضرت حبیبِ کاملہ سولی سے ایک طرف کو پھیر دیا۔ حبیبِ ندھال
 ہو چکے تھے مگر تڑپ گئے اور بلند آواز سے یہ اشعار پڑھنے لگے۔

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْبُؤَا

قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلَّ مَجْمَعٍ

یعنی کفار کی تمام جماعتیں میرے گرد جمع ہو گئی ہیں اور ان لوگوں نے اپنے اپنے
 قبیلوں کو بھی جمع کر کے پورا پورا مجمع اکٹھا کر لیا ہے۔

وَقَدْ قَرَّبُوا ابْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ

وَقَرَّبْتُ مِنْ جَذَعٍ طَوِيلٍ مُمْتَعٍ

وَكُلُّهُمْ يُبْدِي الْعَدَاوَةَ جَاهِدًا

عَلَيَّ لَا يَنْتَهِ وَشَاقَّ جَمْعُيْ

یہ لوگ اپنے بیوی بچوں کو بھی تماشادیکھنے کے لیے میرے قریب لائے ہیں اور مجھ کو کھجور کے۔ بلے
 اور مضبوط تنے پر لٹکا چکے ہیں۔

اور سب کے سب بھرپور دشمن ہو کر میرے قتل میں کوشاں ہیں اس لئے کہ
 میں مقتل میں رسیوں سے جکڑا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ کاش میں بندھا ہوا نہ ہوتا۔ بلکہ
 میرے ہاتھ میں شمشیر ہوتی ہیں ان دشمنانِ رسول سے لڑتا ہوا جامِ شہادت نوش کرتا۔

إِلَى اللَّهِ أَشْكُوا كَرَبَّتِي بَعْدَ عُرْبَتِي

وَمَا جَمَعَ الْأَحْزَابُ لِي عِنْدَ مَصْرَعِي

اپنی مصیبتِ غریبِ الوطنی اور ان جماعتوں کے ظلم و ستم کی شکایت میں اپنے پروردگار

کے سوا اور کہیں پیش کرنا نہیں چاہتا۔

وَلَسْتُ أَبَالِي حَيْثُ أُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلَى آيَةِ شَقِّ كَانَ فِي اللَّهِ مَضْرُوعٌ

اے کافرو! سن لو میں جب مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے کہ میں کس کروٹ پر مر رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تم میرا منہ جدھر چاہو پھیر دو۔ میرا منہ اتر کی طرف پھیر دو، یاد کھن کی طرف پھیم طرف پھیر دو یا پورے طرف مگر یاد رکھو کہ تم میرے منہ کو جدھر چاہو پھیر سکتے ہو لیکن میرے سینے میں جو دل ہے۔ تم اس کو دینے سے کبھی نہیں پھیر سکتے۔

وَذَالِكُنِي ذَاتِ الدَّلِيلِ قَرَانٌ يَشَاءُ

يُبَايِعُنِي عَلَى آوَصَالِ شَيْءٍ مُّسْرِعٍ

یاد رکھو! کہ یہ میری شہادتِ فدا کی راہ میں سے اس لیے اگر خدا چاہے گا تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے بدن کے جوڑ جوڑ کو اپنی برکتوں اور رحمتوں سے سرفراز فرما دیگا۔ آپ ان اشعار کو پروردگارِ مگر جزائت و جلال کے لہجے میں پڑھ رہے تھے کہ کفار نے ہر چہار طرف سے نیزے مار مار کر آپ کے جسم کو پھلنی بنا دیا اور آپ جامِ شہادت سے سیراب ہو گئے! اللہ اکبر! اے

بنا کردند خوش رسمے بہ خاکِ دغونِ غلطیدن

خدا رحمت کنند این عاشقانِ پاکِ طینتِ را

یعنی ان پاک باز عاشقوں پر خدا اپنی رحمت کی بارش فرمائے کہ ان لوگوں نے محبوب کی یاد میں خاکِ دغون کے اندر تڑپ تڑپ کر مرنے کی کتنی اچھی رسم جاری کر دی ہے۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کفار کے یہ روح فرسا مظالم یہ جلا دانہ بے رحمیاں یہ عبرت خیز سفاکیاں بھی ان عاشقانِ رسول کے قدموں کو متزلزل نہ کر سکیں اور یہ عشاقِ مصطفیٰ صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر ان ظالموں کے آگے سینہ سپر بن کر ڈٹے رہے اپنا مال و سامان بلکہ جان بھی قربان کر دی۔ مگر محبتِ رسول کے گوہر آبدار کو داغ دار نہیں ہونے دیا اور آخری دم تک ان کا یہی نعرہ رہا کہ ہے

جو جان مانگو تو جان دیں گے، جو مال مانگو تو مال دیں گے

مگر نہ ہو گا یہ ہم سے ہرگز نبی کا جاہ و جلال دیں گے

برادران ملت! محبت رسول کے جان نثاروں کی کون کون سی داستانیں آپ کو سناؤں؟ جنگ احد میں جب گھمسان کارن پڑا اور جنگ کا نقشہ بگڑ گیا بدحواسی میں دونوں فوجیں اسی طرح باہم مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے اسی درمیان میں غل مچ گیا کہ رسول شہید ہو گئے اس آواز سے عام بدحواسی چھا گئی۔ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے اس بل چل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بہت ہار دی کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پتا نہیں چلتا تھا کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں مجاہدین اسلام نہایت بے جگری کے ساتھ لڑتے جا رہے تھے حضرت علیؓ تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کرتے چلے جا رہے تھے مگر کعبہ مقصود کا کہیں پتا نہیں چلتا تھا۔

حضرت انس بن نصر کے اسی زخم | حضرت انس بن نصر جو حضرت انس بن مالک کے چیلے تھے لڑتے بھڑتے بہت

آگے نکل گئے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے ہتھیار بھینک دیے ہیں۔ انس بن نصر نے پوچھا کہ یہاں تم لوگ کیا کرتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ پتا نہیں چلتا لوگوں نے کہا ”اب لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہی نہیں رہے ہم نے سنا ہے کہ رحمت عالم شہید ہو گئے انس بن نصر یہ سن کر تڑپ گئے اور فرمایا کہ پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ یہ کہہ کر دشمن کی فوج میں گھس گئے اور لڑ کر شہادت پائی۔ جنگ کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو اسی سے زیادہ تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم تھے کوئی شخص پہچان تک نہ سکا۔ ان کی بہن نے انگلی دیکھ کر لاش کو پہچانا۔ (بخاری غزوہ

احد صفحہ ۵۷۸ مسلم ج ۲ ص ۱۳۸)

قدم رسول پر شہادت | جنگ احد کی اسی بل چل اور بدحواسی میں جب مہر سالت کو ہجوم کفار کے دل بادل نے گھیر لیا اور اس وقت سید

المحبوبین نے پکارا کہ "کون مجھ پر جان دیتا ہے تو حضرت زیاد بن سکن چند انصاریوں کو لے کر یہ خدمت ادا کرنے کے لیے بڑھے ہر ایک نے جاں بازی سے لڑتے ہوئے اپنی جان فدا کر دی مگر ایک زخم بھی رحمت عالم کو لگنے نہیں دیا اور زیاد بن سکن کو توبہ شرف حاصل ہوا کہ زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔ رحمت عالم نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ میرے قریب لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی آپ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ محبوب خدا کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں آپ کی روح پرواز کر گئی (مسلم غزوہ احد) سبحان اللہ! اس موت پر ہزاروں زندگیاں قربان ہے ترے قدموں پہ سر ہوا اور تارِ زندگی ٹوٹے

.. یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے

اللہ، اللہ! اس موت کا لطف و مزا تو عاشقانِ رسول ہی سے پوچھو۔ ہم تو بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے

کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

یعنی وہ نیاز مند کتنے ناز کے ساتھ دیتا ہے گیا ہو گا، کہ بوقتِ وفات جس کے سر ہانے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف فرما ہو گئے ہوں گے۔

برادرانِ اسلام! بہر کیف میں نے سورہ توبہ کی آیت تلاوت کی اور ترجمہ بھی آپ کو سنا چکا کہ آٹھ چیزوں کی محبت کو جو شخص اللہ و رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کی محبت پر قربان کر دے گا وہی درحقیقت سچا مسلمان ہے اور اگر ان آٹھ چیزوں کی محبت اللہ و رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کی محبت پر غالب ہو گئی تو پھر سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا دل ایمان کی روشنی سے محروم ہے اور وہ ہرگز ہرگز سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

برادرانِ ملت! دیکھئے ان آٹھ چیزوں میں سب سے پہلی چیز باپ و داداؤں کی محبت ہے جس کو ارشاد فرمایا کہ قُلْ إِنَّ كَانَ آبَاؤُكُمْ عَلَىٰ عِلَّةٍ يَسْتَدِينُونَ (یعنی سچا مسلمان وہ ہے کہ باپ و داداؤں کی محبت کو اللہ و رسول اور جہاد کی محبت پر قربان کر دے۔)

بیٹے کی تلوار، باپ کا سر! | اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو سورہ منافقین پڑھیے۔
عبداللہ بن ابی بن سلول تمام منافقوں کا سردار

تھا ایک مرتبہ اس نے کہہ دیا کہ کَیْنُ رَجَعْنَا اِلَی الْقَدِیْنِہِ لَیْخْرِجَنَّ اِلَیْہَا الرَّحْلُ۔
یعنی اگر ہم لوگ مدینہ واپس لوٹے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کر دیں گے۔
معاذ اللہ! اس منافق نے اپنے کو عزت دار اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور
صحابہ کو ذلیل کہا۔ جس وقت اس کے بیٹے عبداللہ کو اس کی خبر ہوئی۔ تو یہ مؤمن صادق
الایمان آپ سے باہر ہو گئے اور نیکی شمشیر لے کر آئے اور باپ کے سر پر تلوار رکھ کر
کہا کہ تم زور زور سے اعلان کرو کہ میں ذلیل ہوں اور رسول عزت والے ہیں درنہ میں
اسی تلوار سے تمہارا سر قلم کر دوں گا چنانچہ جب تک منافق نے یہ اعلان نہیں کیا حضرت
عبداللہ نے باپ کے سر سے تلوار نہیں اٹھائی۔

اسی طرح جنگ بدر میں کفار کا سپہ سالار عقبہ بن ربیعہ جب میدان میں نکلا تو اس
کے فرزند حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کھینچ کر اس کے مقابلے کو نکلے مگر رحمت
عالم نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ بیٹے کی تلوار باپ کے خون سے رنگین ہو۔ اس لیے
ابو حذیفہ مقابلہ ہٹا دیئے گئے اور عقبہ بن ربیعہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار
سے قتل ہوا۔ (سیرت ابن ہشام)

باپ ناپاک، بستر پاک | ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد
ابوسفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے اپنی
بیٹی سے ملنے گئے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو نبی ام حبیبہ نے بستر الٹ دیا اور فرمایا
کہ یہ اللہ کے حبیب کا پاک بستر ہے اور تم مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہو اس لیے
تم اس بستر نبوت پر نہیں بیٹھ سکتے ابوسفیان کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ مگر حضرت ام حبیبہ
کے دل میں جو عظمت و محبت رسول تھی اس کے لحاظ سے وہ کب برداشت کر سکتی تھیں
کہ بستر نبوت پر ایک مشرک بیٹھے۔ اللہ اکبر! حضرت ام حبیبہ نے اپنے باپ کی عظمت
و محبت کو محبت رسول پر قربان کر دیا کیوں کہ یہی ایمان کی شان ہے کہ باپ چھوٹ

جائے تو چھوٹ جائے مگر عظمت مصطفیٰ اور محبت رسول کا دامن نہ چھوٹنے پائے! برادران اسلام! آگے ارشاد فرمایا کہ **وَأَنشَأْتُ كُفْرًا وَخَوَانُكُمُ وَأَسْرَافُكُمْ وَعِثْ يَرْثُكُمْ** یعنی باپ دادا کی طرح بیٹے، بھائی، بیوی، خاندان کی محبت کو بھی اللہ و رسول اور جہاد کی محبت پر نچھاور کر دینا ضروری ہے۔

شمشیر صدیق نور نظر پر | آپ نے سنا ہوگا کہ جنگ بدر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند عبد الرحمن، ابو جہل کے جھنڈے کے نیچے کھڑے تھے جب میدان جنگ میں عبد الرحمن نکلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر مقابلے کے لیے چھپے عبد الرحمن سامنے سے اگر نہ نکل جھاگتے تو شمشیر صدیق بیٹے کا سر اڑا دیتی۔

برادران ملت! یہ ہے محبت رسول کا سچا جذبہ! کہ بیٹے کے سر میں رسول کی شہنی کا سودا سما گیا ہے تو شفیق باپ کی تلوار اپنے نور نظر کی گردن کاٹنے کے لیے بے تاب ہے۔ کیوں نہ ہو! کہ ایمان کی یہی شان ہے کہ محبت رسول پر باپ بیٹا سب کچھ قربان ہے۔

حضرت ابوسلمہ کے زن و فرزند | میرے بزرگوار بھائیو! آپ نے حضرت ابوسلمہ کا نام سنا ہوگا یہ صاحب الہجر تین ہیں یعنی پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر وہاں سے واپس ہو کر مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے وقت انہوں نے اپنی بیوی ام سلمہ اور اکلوتے بیٹے سلمہ کو اونٹ پر بٹھایا اور خود نکیل پکڑ کر چلے۔ دفعۃً ام سلمہ کے میکے والے خاندان بنو مغیرہ کے لوگ آگئے اور کہا کہ خیر دار! اسے ابوسلمہ! تم خود جا سکتے ہو مگر ہم اپنی لڑکی ام سلمہ کو ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ مدینہ نہیں جانے دیں گے اور زبردستی ظالموں نے ام سلمہ اور بچے سلمہ کو اونٹ سے اتار لیا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ بیوی اور بچے کی محبت ابوسلمہ کو ہجرت سے روک لے گی۔ مگر واہ رے محبت رسول کا جذبہ کہ گو بیوی اور بچے کی جدائی سے کلیجہ شق ہو رہا تھا۔ مگر قدم نہیں ڈگمگائے اور بیوی بچے کو خدا حافظ کہہ کر اکیلے مدینہ

چلے گئے۔ پھر ابو سلمہ کے خاندان والے بنی عبد الاسد نے بچے سلمہ کو یہ کہہ کر بنی مغیرہ سے چھین لیا کہ لڑکی تمہاری ہے۔ مگر بچہ ہمارے خاندان کا ہے اس طرح بی بی ام سلمہ اپنے شوہر اور لخت جگر دونوں سے جدا ہو گئیں۔ اور ایک سال تک شوہر اور بچے کے فراق میں روتی رہیں بالآخر ان کے چچا زاد بھائی نے سب کو سمجھا بچا کر راضی کر لیا کہ ام سلمہ اپنے بچے کو لے کر ابو سلمہ کے پاس مدینہ چلی جائے۔ بی بی ام سلمہ کا جذبہ ہجرت دیکھو کہ بچے کو لے کر تنہا مدینہ منورہ روانہ ہو گئیں۔ مگر تنعیم کے پاس عثمان بن طلحہ ملے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر نہایت شریف انسان اور ابو سلمہ کے دوست تھے پوچھا! تم اکیلی کہاں جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا مدینہ! پوچھا تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟ بی بی ام سلمہ نے کہا کہ ہمارے ساتھ امیر کی ذات کے سوا کوئی بھی نہیں؛ عثمان بن طلحہ کی رگ شرافت پھڑک اٹھی کہنے لگے کہ یہ غیر ممکن ہے۔ کہ تم ایک شریف کی بیوی ہو کر تنہا اتنا لمبا سفر کرو خود اونٹ کی نیکیل پکڑ کر بی بی ام سلمہ کو مدینہ منورہ تک پہنچا دیا۔ راستے میں اونٹ پر سامان لا کر اونٹ کو بٹھا دیتے اور خود کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے جب ام سلمہ سوار ہو جاتی تھیں تو یہ اونٹ کی نیکیل پکڑ کر چل دیتے تھے اس طرح بی بی ام سلمہ مدینہ منورہ اپنے شوہر ابو سلمہ کے پاس پہنچ گئیں۔ پھر جب ۳۷ھ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنگ میں زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ تو حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی ام سلمہ سے نکاح فرمایا اور ان کو امت مسلمہ کی مادر مقدس ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔

برادرانِ ملت! دیکھا آپ نے؟ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی اور اکلوتے نورِ نظر کو چھوڑ دیا مگر فراقِ رسول برداشت نہ کر سکے یہ ہے۔ اَبْنَاؤُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ حِطُّوا بِمَحَبَّتِکُمْ مَحَبَّتِکُمْ رَسُوْلٍ پَر قُرْبَانِ کر دینے کا ایک بے مثل نمونہ پڑھیے۔
 درود شریف۔ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلو۔

مدینہ کی ایک ضعیفہ | برادرانِ ملت! جنگِ احد میں جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ۔

مختصر رحمت عالم شہید ہو گئے تو مدینہ کی ایک ضعیفہ عورت دریافت حال کے لیے میدان
جنگ کی طرف دوڑ پڑی۔ یہ بڑھیا وہ ہے کہ ہے

گئے تھے جنگ میں اس کے برادر اور شوہر بھی
پتھار کر دیئے تھے اس نے فرزندوں کے گوہر بھی
راستہ میں ایک مجاہد ملا جو فتح مبین کی خوشخبری لے کر مدینے آ رہا تھا۔ بڑھیا نے اس
کو دیکھا۔ تو ہے

نہ بھائی کا نہ شوہر کا نہ بیٹے کا خیال آیا
رسول اللہ کیسے ہیں؟ یہی لب پر سوال آیا
یہ ضعیفہ چلتے چلتے اُحد کی پہاڑی تک پہنچ گئی اور جب اس نے بحیثیت خود رحمت عالم
کا دیدار کر لیا تو جوش مسرت میں اس بڑھیا نے کیا کہا؟ سنئے! ہے
نظر آیا کہ ہاں! جلوہ فلک طور تجلی ہے پکار اٹھی کہ بس میری تسلی ہی تسلی ہے
تسلی ہے، پناہ بیکساں، زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے
اللہ اکبر! بھائی، شوہر، بیٹے کی لاش خون میں نہائی ہوئی نظر کے سامنے پڑی ہوئی ہے
مگر یہ پیکر ایمان، جب اپنی آنکھوں سے جان ایمان کا نظارہ کر لیتی ہے۔ تو بے اختیار
پکار اٹھتی ہے کہ ہے

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا

اے شہ دین اتیرے ہو سچوئے کیا چیز ہیں ہم

شہنشاہِ عمر اور ماموں کا سر! | حضرات! جنگ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کا حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ غصے میں

بچھرا ہوا جنگ کے لیے میدان میں نکلا حضرت فاروق اعظم نے بڑھ کر مقابلہ کیا اور
بھانجے نے ماموں کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی جڑے تک اتر گئی اور
فاروق اعظم نے قیامت تک کے لیے یہ نظیر قائم کر دی کہ کنبہ قبیلہ اور رشتہ داری

سب کچھ محبت رسول پر قربان ہے!
برادرانِ گرامی! آگے ارشادِ ربانی ہے۔

وَأَمْوَالٌ بِأَقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ مَرْضَوْنَهَا
یعنی مال، مکان، بھی رحمتِ عالم کی محبت
پر قربان کر دینا شانِ ایمان کا تقاضا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنا مال، دکان، مکان سب
کچھ چھوڑ دیا اور رحمتِ عالم کے دامنِ رحمت میں پناہ لیتے کے لیے خالی ہاتھ مدینے کو
ہجرت کر گئے۔ روایت ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مدینہ منورہ کی ہجرت
کا ارادہ کیا تو قریش نے کہا کہ اپنا سارا مال و سامان چھوڑ جاؤ تو مدینے جا سکتے ہو۔ چنانچہ
نہایت خوشی کے ساتھ اپنا مال، دکان، مکان سب چھوڑ کر حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ مدینہ منورہ چلے گئے!

برادرانِ اسلام! خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف آٹھ چیزیں ہیں یعنی باپ، بیٹا، بھائی،
بیوی، قبیلہ، مال، دکان، مکان اور دوسری طرف تین چیزیں ہیں اللہ رسول، جہاد فی سبیل
اللہ، اب ہر مسلمان کو یہ سوچنا ہے کہ میرے دل میں ان آٹھ چیزوں کی محبت زیادہ
ہے یا ان تین چیزوں کی۔؟ بس یہی ایمان کی پہچان کا صحیح معیار اور قابلِ اعتبار کسوٹی
ہے کہ اگر ان آٹھ چیزوں کی محبت ان تین چیزوں کی محبت سے زیادہ ہے تو سمجھ لو!
کہ تمہارا ایمان ناقص ہے اور تم ہرگز اس قابل نہیں ہو کہ رحمتِ خداوندی تم پر کرم فرمائے
بلکہ تم قہرِ قہار و غضبِ جبار کے سزاوار اور عذابِ نار میں گرفتار ہو جاؤ گے ان تین چیزوں
کی محبت ان آٹھ چیزوں کی محبت پر غالب ہے اور تمہارے قلب کا یہ حال ہے کہ اللہ
و رسول اور جہاد کی محبت اس طرح تمہارے دل میں رچی بسی ہے کہ ان تین کے مقابلے
میں آٹھ چیزیں تو کیا؟ اٹھارہ ہزار عالم، میچ ہیں تو یقین کر لو کہ تمہارا ایمان کامل ہے اور
تم صادق الاسلام مسلمان ہو اور بلاشبہ تم دونوں جہان میں رحمتِ خداوندی کے حق
دار اور فلاح دارین کے تاجدار ہو۔ تم جدھر رخ کرو گے خدا کی رحمت تمہارا استقبال کرے گی
اور فتح و نصرت تمہارے قدموں کا بوسہ لے گی تمہارے ہر قدم پر جنت نثار اور

تمہاری سجدہ گاہ کے بوسہ کے لیے ملائکہ بے قرار نظر آئیں گے تمہاری دعاؤں کے استقبال کے لیے عرش الہی وجد کرے گا اور تمہاری مرادیں اور تمنائیں تمہاری تلاش میں دوڑتی پھریں گی تمہارے قدموں کی ٹھوکر سے کائنات زیر و زبر ہوگی اور تم جبرہ نگاہ اٹھا کر دیکھو گے زمین و آسمان بلکہ سارا جہان تمہیں یہ پکارتا ہوا نظر آئے گا کہ
نعمتیں دونوں جہاں کی ہیں تمہارے در پر

تم خدا کے ہوا خدائی ہے تمہاری ساری

برادرانِ ملت! اللہ در رسول کی محبت کو تو ایک حد تک آپ سمجھ چکے۔ اب میں جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں بھی کچھ تشریح کیے دیتا ہوں اس کو بھی ذرا غور سے سن لیجئے!

جہاد فی سبیل اللہ! | مسلمان بھائیو! جہاد فی سبیل اللہ کے دو معنی ہیں ایک لغوی دوسرے اصطلاحی۔ لغوی معنی تو ہیں "اللہ کی راہ

میں کوشش کرنا اور جہاد اصطلاحی کے معنی ہیں "جان و مال سے خدا کی راہ میں جنگ پھر جہاد اصطلاحی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک جہاد کفار۔ دوسرے جہاد نفس۔ جہاد کفار یہ ہے کہ اللہ و رسول کے ان باغیوں سے لڑنا جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اسلام کے نظام کو برباد کر کے کفر و عصیان اور شرک و طغیان کے طوفان سے جہان کو دیران کر دینا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے ظالموں اور فساد یوں سے جو اپنے ظلم و عدوان سے امن عالم کو غارت کر رہے ہوں۔ جنگ کرنا اور لڑنا ہر نیک و صالح بندے کا فطری و پیدائشی حق۔ بلکہ انسانی فریضہ ہے اور اسی مقدس جنگ کا نام "جہاد کفار" ہے جنگ بدر ہو یا جنگ احد، جنگ خندق ہو یا جنگ خیبر یہ ساری اسلامی لڑائیاں جہاد کفار ہیں۔ جن میں جاں باز مجاہدین اسلام نے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ کون نہیں جانتا کہ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق میں قریشی کفار ہزاروں کالشکر ہمارے کو مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور یہ ناپاک عزائم لے کر چلے تھے کہ مدینہ کے گوشہ عافیت میں خدا کی عبادت کرنے والے پاک باز عابدوں زاہدوں کو ہلاک کر دیں۔ بے گناہ بچوں کو ذبح کر دیں، عفت ناب

خواتین اسلام کی بے حرمتی کریں اور غریبوں فقیروں کے مسکن شہر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں! برادرانِ ملت! جہاد کفار میں صحابہ کرام نے کتنے جوش اور دلولے کا مظاہرہ کیا میں اس کے متعلق صرف جنگ بدر کی چند جھلکیاں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ ایک ہزار کفار کا شکر سیلاب کی طرح بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ رحمت عالم نے اس نازک گھڑی میں جب مومنین کا اجتماع کر کے جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان فرمایا تو صرف تین سو تیرہ تھے اور بے سروسامان مجاہدین نے جس جذبے اور دلولے کے ساتھ اس حق و باطل کی جنگ میں حصہ لیا ہے شاید آفتاب و ماہتاب کی نگاہوں نے روئے زمین پر ایسی جاں بازی و سرفروشی کا منظر نہ دیکھا ہوگا۔

انصار کی جاں نثارانہ تقریر! | بدر کی روانگی سے قبل حضرات ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے بڑی پرجوش تقریریں لیکن رحمۃ اللعالمین انصار کا جواب سننے کے لیے بے قرار تھے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا۔ کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ عرض کیا ہے

معاذ اللہ! یہ شیوہ ہی نہیں ہے با و فاؤں کا
 بنی کا حکم ہو تو کو دو جائیں ہم سمندر میں
 سان نیزہ بن کر سینہ دشمن میں گڑ جائیں
 قریش مکہ میں کیا چیز! ہم دیووں سے لڑ جائیں
 پیائے دودھ ہم نے اپنی غیرت والی ماؤں کا
 جہاں کو غرق کر دیں لغزہ اللہ اکبر میں
 ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہوگا
 کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہوگا۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت مقداد بن اسود نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یوں نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ کے داہنے سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ انصار کی اس تقریر سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا۔

آخر ساتھ مہاجرین اور دوستوں انصار کل تین سو تیرہ جاں نثاروں کا لشکر بدر کی
کے جانب چل پڑا۔ جوش جہاد کا یہ عالم تھا کہ بوڑھے اور جوانوں کے ساتھ عمیر بن ابی وقاص
چودہ برس کے کم سن بچے بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ آخر رحمت عالم نے ان کو
اجازت دے دی اور ان کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے اس کم سن سپاہی کے گلے
میں بھی ایک تلوار حائل کر دی۔

برادرانِ اسلام! مجاہدین بدر کی بے سروسامانی کا بھی حال سن لیجئے
تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زریں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں ؟
یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواجِ الہی کا ؟
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا
مجاہدین کی یہ مختصر سی جماعت قریش کے جم غفیر سے ٹکر لینے کے لیے میدان بدر
میں صف آرا ہو گئی اور ایسی جاں نثاری کا مظاہرہ کیا کہ آسمان سے ان کی مدد کے لیے
فرشتوں کی فوج اتر پڑی !

ابو جہل کے قاتل | حضرت عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ میں صف میں
تھا اور میرے دائیں بائیں دو کم سن نوجوان معاذ و معوذ
کھڑے تھے دونوں نے مجھ سے پوچھا کہ اے چچا! ابو جہل کون ہے؟ میں نے کہا
بھتیجے! ابو جہل کو پوچھ کر کیا کرو گے؟ تو دونوں نے جواب دیا کہ ہ
قسم کھانی ہے مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو
اتنے میں ابو جہل سامنے آگیا عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے اشارہ کر دیا
کہ ابو جہل وہ ہے صورت دیکھتے ہی دونوں نوجوان باز کی طرح تھپٹے اور ابو جہل زمین پر
ڈھیر ہو گیا ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے معاذ کے بائیں شانے پر ایسی تلوار
ماری جس سے ان کا بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا مگر وہ

وہ بچ کر بھاگ نکلا۔ معاذ اسی حالت میں لڑتے رہے لیکن کٹے ہوئے ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہو رہی تھی اس لیے ہاتھ کو پاؤں سے دبا کر کھینچا کہ لقمہ بھی الگ ہو گیا اور اب وہ آزاد تھے۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ ہیں جہاد فی سبیل اللہ سے محبت کے چند عملی نمونے اللہ اکبر! یہ نمازیوں کی فوج، یہ غازیوں کی جماعت، اے آسمان بول اے زمین بتا کیا تو نے کبھی ایسا جذباتی لشکر دیکھا ہے؟ جس کی رگ رگ میں جوش جہاد کا آتش فشاں پنہاں ہو۔ افسوس! یہ مسجدوں کے نمازی اور میدان جنگ کے غازی دنیا سے چلے گئے آہ۔ آہ! یہ رات کے عابد مشرب زندہ دار اور دن کے شہ سوار آج دنیا میں نہ رہے مسلمانو! ۱۰

اک طرف تیغ بکف ایک طرف سر پہ سجود
پھر ضرورت ہے انہیں بے سرو سامانوں کی
برادرانِ ملت! خیر! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک جہاد کفار
دوسرا جہاد نفس، جہاد کفار کا حال تو آپ سن چکے اب جہاد نفس کی حقیقت کو بھی سمجھئے
اور عمل کی کوشش کیجئے!

جہاد نفس | میرے بزرگو اور بھائیو! جہاد نفس کیا ہے؟ اچھی یہ جہاد کی اعلیٰ ترین
قسم ہے یہاں تک کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ (مشکوٰۃ ص ۳۳) یعنی مجاہد کامل تو وہی ہے
جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ بلکہ ایک غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ
رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔ یعنی اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے
جہاد کی طرف لوٹے۔ آپ نے غور کیا۔ میدان جنگ میں تیر و تلوار کی لڑائی کو حضور اقدس صلی
اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا جہاد فرمایا اور جہاد نفس کو بڑا جہاد قرار دیا۔ ایسا کیوں؟ بات یہ
ہے کہ واقعی جہاد نفس بہت کٹھن چیز ہے تیر و تلوار کا جہاد تو چند دنوں بلکہ چند گھنٹوں
تک رہتا ہے۔ مگر جہاد نفس تو ہر دم ہر قدم پر آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔ جہاد

نفس کیا ہے؟ سینے! تمام گناہ والی لذتوں اور شہوتوں سے نفس کو روک لینا اور تمام عبادتوں کی مشقتوں پر ثابت قدم رہنا یہ ہے جہاد نفس۔ غور فرمائیے کہ دنیا بے شمار گناہ والی لذتوں اور شہوتوں سے بھری پڑی ہے شراب و منشیات سینما و موسیقی، قص و سرود، حسن و جمال کے عریاں نظارے، یہ گناہوں کے وہ دلکش و دل فریب سامان ہیں کہ نفس انسانی بار بار ان کی طرف لپکتا ہے۔ مگر حجاب نفس کی یہ شان ہے کہ وہ نفس کی لگام کو بڑی مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہمیشہ نفس کو ان گناہوں کی طرف بڑھنے سے روکے رہتا ہے۔ اسی طرح غور تو کیجئے! کہ کڑکڑاتا جاڑا، صبح کا وقت ٹھنڈے پانی سے وضو، مسجد کی حاضری، کس قدر نفس پر شاق ہے۔ ذرا غور تو فرمائیے کہ جون کی گرمی گرم گرم لو کے تھپیڑے، ناقابل برداشت پیاس اور سامنے ٹھنڈا ٹھنڈا برف کا پانی میٹھا میٹھا برف کا شربت، سوچیے تو سہی کے نفس کس قدر بے قرار ہو کر پانی اور شربت کی طرف لپکتا ہوگا؟ مگر نمازی اور روزہ دار وہ حجاب نفس ہیں کہ اپنے نفس سے لڑتے اور جہاد کرتے ہیں۔ دیکھ لیجئے! وقت فجر کا نمازی اپنے نرم نرم بستر اور گرم گرم لحاف کی میٹھی نیند کو ٹھوکر مار کر، کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں وضو کر کے مسجد میں اپنے مبعود حقیقی کے سامنے سر بسجود ہو کر نفس سے جہاد کے اس جہاد میں فتح پاتا ہے اسی طرح روزہ دار پیاس کی شدت میں ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے میٹھے شربت کو حقارت کی نظروں سے دیکھ کر نفس پر فتح مبین حاصل کر کے جہاد فی سبیل اللہ کے شرف سے سرفراز ہوتا ہے!

برادران اسلام! یہی وجہ ہے کہ گلشن نبوت کے سب سے زیادہ حسین پھول یعنی پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **اَلَا اَدْتُكُمْ عَلٰی مَا مَحْوُ** اللہ بہ الخطایا یعنی اے لوگو! کیا میں تم لوگوں کے ایسے اعمال کی طرف رہ نمائی نہ کروں جن کے سبب سے خداوند کریم گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ **وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ** اور بڑے بڑے بلند درجے عطا فرماتا ہے۔ **فَاَلَمْ اَكُنْ بِكُمْ نَارًا سَاطِئَةً**۔ لوگوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! ضرور ہماری رہ نمائی فرمائیے!

قَالَ اسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ
وَكَثْرَةِ الْخَطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ
وَالْإِنْتِظَارِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمْ
الزَّبَاطُ - (مشکوٰۃ ص ۳۸) -

ارشاد فرمایا کہ تکلیفوں کے باوجود وضو کو مکمل
طریقے سے کرنا اور کثرت سے مسجدوں کی طرف
آمد و رفت رکھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز
کا انتظار کرنا یہ جہاد ہے۔

اور امام مالک کی روایت میں ہے کہ دومرتبہ ارشاد فرمایا کہ۔

فَذَلِكُمُ الزَّبَاطُ فَذَلِكُمُ الزَّبَاطُ -
یعنی یہ جہاد ہے یہ جہاد ہے۔
اسی طرح حج و عمرہ کے بارے میں حضور شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
وَقَدْ أَتَى اللَّهَ ثَلَاثَةٌ الْغَايَةِ
وَالْحَاجَّةِ وَالْمُعْتَمِرِ -
میدان جنگ میں لڑنے والا اور حج کرنے والا
اور عمرہ کرنے والا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۳)

آپ نے دیکھا! غازی جہاد کفار کرتا ہے اور حج و عمرہ کرنے والا جہاد نفس کرتا ہے۔
سرکار دو جہاں نے ان سب کو مہمانِ خدا کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ یوں ہی زکوٰۃ
دینے والا بھی مجاہد نفس ہے کیوں کہ اپنی کمائی اور محبوب مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا
یقیناً نفس پر بہت شاق گزرتا ہے بغرض میں عرض کر چکا کہ ہر گناہ سے بچنے والا مجاہد
نفس ہے اور ہر نیکی پر ثبات قدم رہنے والا مجاہد نفس ہے۔ لہذا اسے برادرانِ ملت
اگر ایمان حقیقی کا لطف اور دنیا و آخرت میں خداوند قدوس کی رضا اور مغفرت چاہتے
ہو تو اللہ و رسول کی محبت کی طرح جہاد فی سبیل اللہ سے بھی محبت کرو اور حب
جہاد کفار کا وقت آجائے تو تن من دھن کے ساتھ جہاد کفار بھی کرو اور ہر دم ہر قدم
پر جہاد نفس کرتے رہو یعنی گناہوں سے بچتے رہو اور نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہ تمام
اعمال صالحہ کرتے رہو!

مگر بھائیو! چاہیے تو یہ تھا کہ ہم باپ، بیٹا، بھائی، کنبہ، مکان، دکان، مال ہر چیز
کو جہاد نفس کے وقت فراموش کر دیتے مگر افسوس! کہ آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم مسجد
میں بھی جاتے ہیں تو دکان و تجارت کا خیال بھوت بن کر ہمارے سروں پر سوار رہتا ہے

بلکہ نماز میں بھی سرسجدے میں اور دل بازار میں لگا رہتا ہے۔ جہاں اللہ اکبر کہا اور نیت باندھ کر کھڑے ہوئے سبحانک اللہم کی جگہ پوری دکان کا سامان یاد آ گیا اور بلیک کے سہارے بھی کھاتے نظروں کے سامنے آ گئے۔ دو رکعت ہو گئی؛ چار رکعت کی باندھی تھی تو دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا اور پھر اٹو کی طرح سوچ رہے ہیں کہ دو ہوئی کہ چار۔

برادرانِ ملت! مجھے اس وقت ایک لطیفہ یاد آ گیا جو ہمارے حال کے بالکل مطابق ہے

ایک لطیفہ

مشہور ہے کہ ایک کنجوس، مکھی چوس، بخیل اپنے مکان میں روپیہ دفن کر کے جگہ بھول گیا۔ روتا ہوا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں نے اپنے مکان میں روپیہ دفن کیا تھا مگر جگہ بھول گیا ہوں حضور بتا دیں کہ میں نے کس جگہ روپیہ دفن کیا تھا؟ امام اعظم نے فرمایا کہ بھائی! کوئی مسئلہ ہو تو مجھ سے پوچھ لو خزانہ کہاں دفن ہے؟ یہ بتانا میرا کام نہیں ہے۔ مگر یہ شخص گڑ گڑا کر انتہائی اصرار کرتا رہا تو امام اعظم نے فرمایا کہ اچھا میں تجھے ایک عمل بتاتا ہوں اگر تو نے یہ عمل کر لیا تو امید ہے کہ تیرا مدفون خزانہ تجھ کو یاد آ جائے گا تم جاؤ! آج رات میں ایک سو رکعت نفل نماز پڑھ کر دعا مانگو مگر شاید تم یہ عمل نہ کر سکو گے! بخیل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ نہیں حضور! میں ضرور یہ عمل کروں گا گھر آیا اور رات میں مصلی بچھا کر بڑے حضور قلب کے ساتھ نماز نفل شروع کر دی۔ ادھر شیطان کے پیٹ میں درد اٹھا کہ اگر اس مسلمان نے رات میں سو رکعت پڑھ لی تو یہ مقبول یا رگاہ الہی ہو جائے گا۔ شیطان دوڑ کر آیا اور پہلی ہی رکعت میں ایسا دوسو سو ڈالا کہ اس کو خزانے کی جگہ یاد آ گئی۔ پھر کیا ہوا؟ بس پوچھیے مت، نماز ہی میں دل دھک بھک کرنے لگا۔ سٹاسٹ نہ کھٹاکھٹ، جلدی جلدی نماز پوری کی اور کہاں کا مصلی؟ کیسی نماز؟ جلدی جلدی بھاگا اور کدال بچاؤ ڈاڈھونڈنے لگا اور کھودتے کھودتے خزانہ مل گیا اور اس کو گنتے سنبھالتے میں صبح ہو گئی اور دوسے تیسری رکعت نہ پڑھ سکا صبح امام کے سلام کو حاضر ہوا اور بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ امام نے پوچھا کہ رات میں سو رکعت نماز پڑھ لی تھی بولا کہ حضور نہیں! پہلی ہی رکعت میں خزانہ یاد آ گیا۔ پھر کھودنے، گنتے رکھنے میں صبح

ہو گئی امام نے فرمایا کہ بھائی! کہ میں نے تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہیں سو رکعت پڑھنے نہیں دے گا دلیا ہی ہوا۔ بھائیو! یہی حال ہمارا ہے کہ نماز میں بھی مکان، سامان و کان کا خیال لگا رہتا ہے۔

دوسرا لطیفہ | سنا ہے کہ ایک مرتبہ چند نمازی آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ بھائیو! نماز سے دنیا و آخرت کے بڑے بڑے فائدے ہیں لہذا خیر ادارہ گز ہرگز نماز نہ چھوٹنے پائے۔ ایک بلیک سے تیل بیچنے والا بیوپاری یہ گفتگو سن رہا تھا اس نے کہا کہ ہاں۔ بھائی۔ ہاں! خدا کی قسم تم لوگ سچ کہتے ہو میں تو صرف عشا کی نماز پڑھتا ہوں مگر اس قدر اکبر! اس کا کتنا بڑا فائدہ ہے؛ اس کو بس میں ہی جانتا ہوں بے شک نماز سے بہت بڑا فائدہ ہے ایک شخص نے پوچھا کہ اچھا! صاحب بتائیے تو کہ عشا کی نماز میں آپ کو کون کون سا فائدہ نظر آیا؟ بیوپاری! ڈٹ کر بولا کہ واہ صاحب۔ واہ! آپ کو کیا خیر؟ دن بھر لوگ میرے یہاں سے ادھار تیل لے جاتے ہیں اور مجھے بھڑائی میں مجھے یاد نہیں رہتا کہ کون کون؟ کتنا کتنا تیل لے گیا ہے؛ مگر جیب میں عشاء کی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے کو گھور ہوا، بھگیلو، گتوارو، ڈومن، سب کا خیال آ جاتا ہے کہ کون کون؟ کتنا کتنا تیل لے گیا ہے؛ کیا یہ کوئی معمولی فائدہ ہے؛ جو آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو نماز عشاء سے کیا فائدہ ہے۔

براہِ درانِ ملت! ذرا سوچیے تو سہی! کہ یہ بھی کوئی نماز ہے؛ اچھی نماز! اس قدر اکبر کیا خیر ہے نماز؟

نماز وہ ہے جو سینوں میں بجلیاں بھر دے

نہ وہ کہ صرف رکوع و قیام بن کے رہی

بزرگوں کی نماز | دوستو! اور بزرگو! نماز دیکھنی ہو تو حضرت فضیل و ابوسعید

اور خواجہ جنید بغدادی و بایزید سیستانی کی نماز دیکھو! جاوید نامہ میں کیا خوب لکھا ہے؟

پاک مرداں چو فضیل و ابوسعید

عارفانِ مثل جنید و بایزید؟

قراتے کروے خلیل آید بوحید

روح پاک جبرئیل آید بوحید

یعنی حضرت فضیل والبوسید اور خواجہ جنید و بایزید جیسے پاک باز عارفوں اور اللہ والوں کی نماز یہ تھی کہ ان کی قرات کے سوز و گداز سے حضرت ابراہیم خدا کے خلیل اور روح الامین جبرئیل کو وحید آتا تھا!

دل از درد سینہ گرد و نا عبور

شور الا اللہ خیز و از قبور

ان کی قرات سے سینوں میں دل بے قرار ہو جاتا تھا بلکہ قبرستان کی قبروں سے بھی الا اللہ کا نعرہ بلند ہو جاتا تھا۔

سجدہ کروے زمین لرزیدہ است

بر مرادش ہر دمہ گردیدہ است

وہ ایسا سجدہ کرتے تھے کہ ان کی پیشانی کی روحانی ہمیت سے زمین کاپ جاتی تھی اور ان کی تمنائیں پوری کرنے کے لیے چاند و سورج گردش کیا کرتے تھے۔

ایں زماں جز سر نیز سے، یحییٰ نیست

اندروں جز ضعف پیر سے، یحییٰ نیست

آج کل سر جھکانے کے سوا سجدوں میں کچھ بھی نہیں ہے اور دلوں میں بڑھاپے کی کمزوری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

لا الہ اندر نمازش بود و نیست

نازبا اندر نیازش بود و نیست

اللہ والوں کی نمازوں میں لا الہ الا اللہ کا جلال تھا جو آج نہیں رہا۔ ان کے

نیاز میں ہزاروں ناز پوشیدہ تھے۔ جو آج ناپید ہو گئے!

سینہ ہا از گرجی قسراں تہی

از چنین مرداں چہ امید ہی،

صاحبِ قرآن! وہ بے ذوقِ طلب

العجب، ثم العجب، ثم العجب

آج مسلمانوں کے سینے قرآن کی گرنی سے خالی ہو چکے۔ پھر بھلا ایسے لوگوں سے کیا نلاج و بہبود کی امید کی جاسکتی ہے؛ اہی صاحبِ قرآن ہو کر صنائے مولیٰ کی طلب سے بے ذوق ہو۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ بہت ہی تعجب کی بات ہے۔ نہایت ہی تعجب کی بات ہے۔

کاش! اے برادرانِ ملت! ہمیں خدا کے ان پاک بندوں جیسی نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی جس کو حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنْتَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔

(مشکوٰۃ ص ۱)

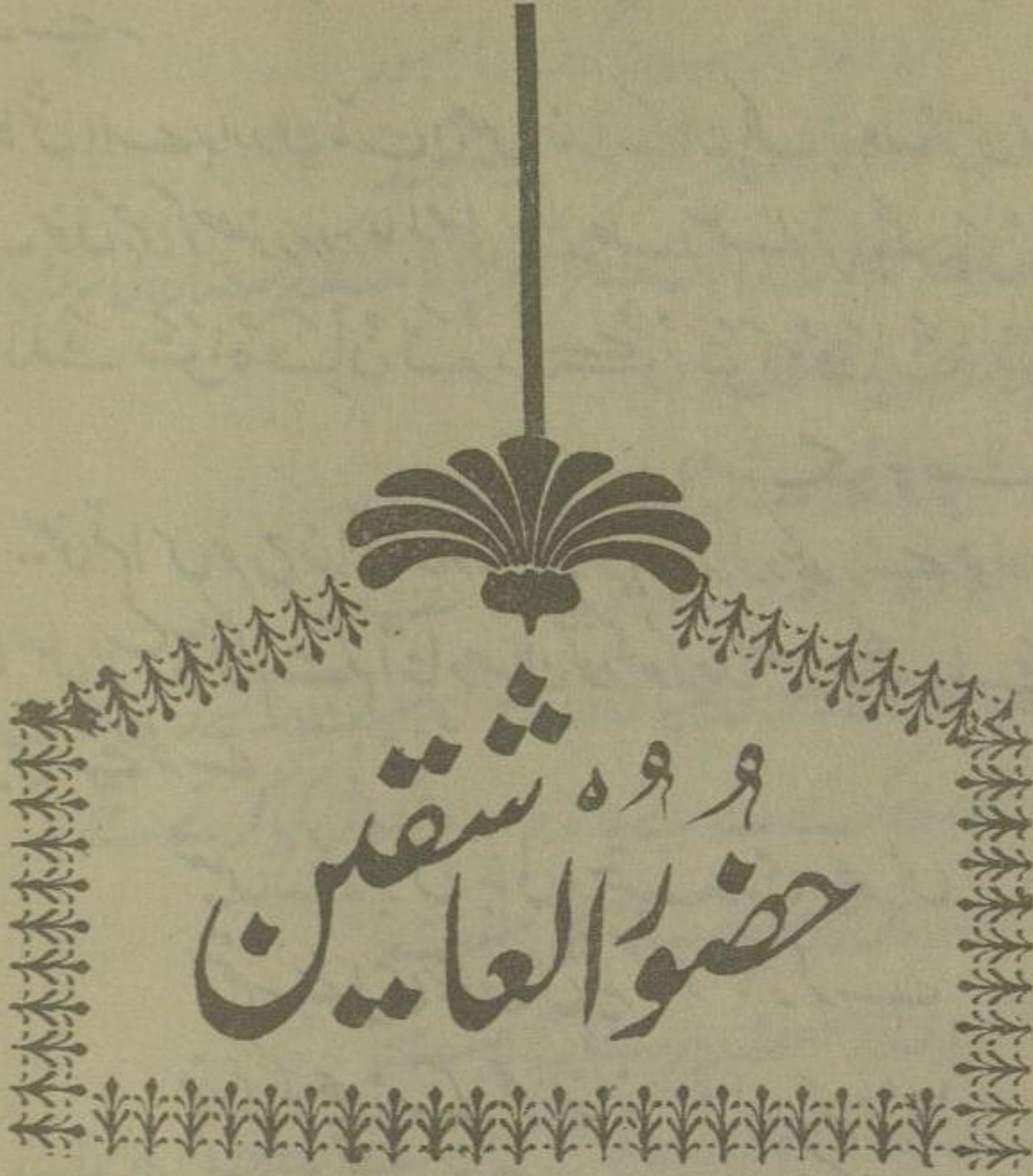
یعنی تم اس طرح خدا کی عبادت کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر تمہیں اتنی حقوری نہیں حاصل ہو سکتی تو کم سے کم اتنا دھیان تو رکھو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ مسلمانو! بس رونا تو یہی ہے کہ ہے۔

نہیں بے جوش بلالی و حیرری تجھ میں
ستم ہے اپنی نمازوں پہ گر تو نماز کرے
خودی کو چھوڑ کے نحو نماز یوں ہو جا!
کہ خود نماز ہی تیری ادا پہ نماز کرے

والاخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وصلى اللہ
تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین

ۛ







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ
الْأَحْزَابَ وَحَدَّثَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى نَبِيِّهِ الَّذِي
لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ كُلَّمَا حَمِدَ لِلَّهِ حَمْدًا أَمَّا بَعْدُ
فَاعُوْذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهُ الْغُثِّ وَالرَّحِيْقِ (انفال)



آواز ہو بلند درود سلام کی
مخفل ہے یارو! سیرت خیر الانام کی
امش کا وظیفہ ہے اور قدسیوں کا بھی
کیا شان ہے رسول علیہ السلام کی

اللہ صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم
حضرات گرامی! میں نے اس وقت سورہ انفال کی ایک آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔
جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے ایمان والو! تم امش اور رسول کی پکار پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں
ایسی چیز کے لیے پکاریں جو تمہیں زندگی بخشی ہے اور تم لوگ یقین کر لو کہ

اللہ کا ارادہ آدمی اور اس کے دلی ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تم سب لوگ اسی کے دربار میں جمع کئے جاؤ گے۔

برادرانِ ملت! خداوندِ قدوس نے اس آیت مبارکہ میں مومنوں کو یہ حکم فرمایا کہ مومن کہیں بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو مگر جب اللہ و رسول کی پکار اس کے کان میں پڑ جائے تو اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ و رسول کی پکار پر لبیک کہہ کر دوڑ پڑے اور ایک لمحے کے لیے بھی دیر نہ کرے اگر اللہ و رسول کی پکار پر حاضری میں ایک لمحہ بھی تاخیر کرے گا تو وہ یقیناً اللہ و رسول کی بارگاہِ عظمت کا محرم قرار پائے گا چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوسعید بن علی کا بیان ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ عین حالت نماز میں حضورِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا۔ مگر میں نے نماز کی مشغولیت کی وجہ سے جواب نہیں دیا اور نماز پوری کر کے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور اپنی حاضری کی تاخیر کا یہ عذر کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز میں تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم نہیں فرمایا ہے کہ لَا سْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔۔۔ یعنی اللہ و رسول جب اور جس حال میں بھی تمہیں پکاریں تو تم ان کی پکار پر فوراً حاضر ہو جاؤ (مشکوٰۃ ص ۱۸۴)

اسی طرح ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور حالت نماز ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار ان کے کان میں آئی۔ یہ سوچ میں پڑ گئے کہ نماز کی حالت میں کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب دوں؟ بالآخر جب نماز پوری کر کے حاضر بارگاہِ عالی ہوئے اور عذر کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز میں تھا۔ تو فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا سْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱)

حضرات! ان دونوں روایات سے پتا چلا کہ اللہ و رسول کی پکار پر فوراً ہی

حاضر ہو جانا فرض ہے۔ اتنی ہمت بھی نہیں کہ نمازی نماز پوری کر کے آئے بلکہ عین حالت نماز میں دوڑ کر حاضر ہو جانا ضروری ہے کیوں کہ ابو سعید بن معلیٰ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما نماز کے بعد فوراً ہی حاضر ہو گئے تھے، مگر پھر بھی معتبوب ہوئے۔

حضور اکرم کا جواب دینے سے نماز تمہیں لوٹتی ^ط **فہما** ^ط **اکرام** ^ط **کافتوی** ^ط **سے کہ نماز**

میں اگر کسی شخص کی بھی پکار کا جواب دیا جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ لیکن اگر کسی خوش نصیب کو عین حالت نماز میں رحمت عالم پکاریں تو اس پر فرض لازم ہے کہ فوراً نماز چھوڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پکار کا جواب دے اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام و کلام کرے ان کے حکم کی تعمیل کرے، چلے پھرے خدمت انجام دے لیکن بارگاہ نبوت سے واپس لوٹ کر پھر وہیں سے نماز پڑھے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا کیوں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پکار کا جواب دینے اور ان کی بارگاہ غفلت میں حاضر ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ چنانچہ مرقاۃ میں ہے کہ۔

دَلَّ الْحَدِيثُ عَلَى أَنَّ إِجَابَةَ
الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تُبْطِلُ الصَّلَاةَ كَمَا أَنَّ خَطَايَاهُ
بِقَوْلِكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
لَا يُبْطِلُهَا۔

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار کا جواب دینے
سے نماز باطل نہیں ہوتی جس طرح کہ آپ
کو مخاطب کر کے "السلام علیک ایھا النبی"
کہنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۸۵)

یہی مضمون بخاری شریف کے حواشی ص ۱۶۱، ص ۶۲۲، ص ۶۶۹ پر بھی ہے۔ اور غازی وغیرہ تفسیر کی کتابیں بھی اس نورانی مضمون سے منور ہیں۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! اس مضمون سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بے مثالی، آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ نماز میں اگر کسی کو زبان

سے تو کیا؛ اگر اشارہ سے بھی کوئی سلام کر دے تو اس شخص کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ مگر رحمت عالم خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ شان بے مثالی ہے کہ ان کی پکار پر نمازی نماز چھوڑ کر دوڑ پڑے ان کی خدمت میں حاضر ہو جائے ان سے سلام و کلام کرے وہ جہاں بھیجیں چلا جائے ان کی خدمت بجالائے۔ سب کچھ کرے مگر اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”صراط مستقیم“ پر ایمان لائے ہوئے ہیں کہ نماز میں جناب رسالت کا خیال لانا بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بڑا ہے۔ معاذ اللہ! تو یہ! تو یہ! لغو ذبا اللہ! کاش یہ لوگ ان نوزانی عبارتوں کو ایمانی نگاہوں سے دیکھتے ہوا کہ ان کی آنکھیں کھل جاتیں اور انہیں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چمکتا ہوا آفتاب نظر آ جاتا۔ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے ہے

یا محمد یادِ خدا ہے
کس کو خر سے گھٹاتے یہ ہیں،

ایک عجیب نکتہ میرے بزرگوں اور بھائیو! یہاں ایک عجیب نکتہ اور بھی قابلِ غور ہے کہ ابو سعید بن معلیٰ اور ابی بن کعب کو خدا نے نہیں پکارا تھا بلکہ ان دونوں کو محبوبِ خدا نے پکارا تھا۔ مگر محبوبِ خدا کی پکار کو اللہ و رسول کی پکار فرمایا گیا۔ یہ کیوں؟ یہ اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پکار خدا ہی کی پکار ہے۔ قرآن مجید کی آیات گواہ ہیں کہ رب العزت جل جلالہ کا اپنے حبیب پر اتنا کرم عظیم ہے کہ وہ اپنے حبیب کے فعل کو اپنا فعل فرماتا ہے اور اپنے حبیب کے حکم کو اپنا حکم اور اپنے حبیب کے فرمان کو اپنا فرمان بتاتا ہے۔

براہِ راست روایت ہے کہ کفار مکہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر کے کاشانہ نبوت کو گھیر لیا۔ تو جبریل امین نے سرکارِ دو جہاں کو اس کی اطلاع دی رحمت عالم اٹھے اور بستر نبوت پر شہنشاہِ ولایت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلا کر خود باہر تشریف لائے اور ایک مٹھی کنکری کفار کے جم غفیر کی طرف پھینکی۔ یہ

کنکریاں کافروں کی آنکھوں میں پڑ گئیں وہ آنکھیں ملتے ہی رہے اور سلطان کو نین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سے ہو کر سلامتی کے ساتھ حرم کعبہ میں پہنچ گئے۔

خدا کی پھینکی ہوئی کنکریاں! حضرات! ان کنکریوں کو کس نے پھینکا تھا؟ کفار سے پوچھو تو وہ یہی کہیں گے کہ ان کنکریوں کو پھینکنے والے رسول ہیں۔ اور خود کنکریوں سے بھی اگر پوچھا جائے کہ اے کنکریو! بتاؤ تمہیں کس نے پھینکا؟ تو وہ یہی جواب دیں گی کہ ہم کو رسول نے پھینکا، مگر جب خدا سے پوچھو گے تو یہ جواب ملے گا کہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی - خداوند قدوس فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! جب آپ نے ان کنکریوں کو پھینکا تھا، تو آپ نے نہیں پھینکا تھا بلکہ ان کنکریوں کو تو خدا نے پھینکا تھا۔

اللہ اکبر! کنکری پھینکنے والے محبوب خدا ہیں۔ مگر قرآن گواہ ہے کہ کنکری پھینکنے والا خدا ہے۔ دیکھ لو۔ رسول کے عمل کو خدا اپنا عمل فرما رہا ہے۔ برادرانِ ملت اس آیت میں رسول کی عظمتِ شان و رفعت مکان کا عظیم الشان نشان دیکھ لو! رحمۃ للعالمین کا کام رب العالمین کا کام ہے۔ رسول کریم کافرمان خداوند کریم کافرمان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و اللہ کی رضا ہے۔ محبوب خدا کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ اسی لیے میں نے عرض کیا کہ رسول خدا کی پکار خدا کی پکار ہے سبحان اللہ! خوب فرمایا ہے۔ کسی نے

پیش او گیتی جبیں فرمودہ است

خویش را خود عبیدہ افرمودہ است

یعنی رسول کی عظمتِ شان کے آگے زمین اپنی پیشانی رگڑ رہی ہے مگر واہ رے اس رسول مکرم کی تواضع کہ اس جلالتِ شان کے باوجود آپ ہمیشہ اپنے کو عبیدہ یعنی خدا کا بندہ فرماتے رہے۔ مگر حضرات! سن لیجئے کہ حضور اکرم نے اپنے کو خالی عبیدہ نہیں کیا بلکہ عبیدہ کہا اور خداوند عالم نے بھی سبحان الذی اسریٰ لبعبدہ میں رسول کو عبیدہ فرمایا ہے یہ کیوں؟ اس لیے کہ ہے۔

عید دیگر عیدہ، چیزے دگر

ماسراپا انتظار او منتظر !

جی ! خالی عید یعنی بندہ ہونا اور چیز ہے اور عیدہ، یعنی عید اور عیدہ کا فرق

یہ حال ہے کہ ہم مسراپا انتظار رہے ہوئے ہیں کہ کاش رحمت خداوندی کی کوئی تجلی ہم پر پڑ جاتی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عیدہ ہیں تو ان کی یہ شان ہے کہ خداوند کریم شب معراج میں ان کو مہمان بلا کر ان کے انتظار میں رہے۔

میاں ! یہ تو سمجھی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے بندے ہیں مگر خدا کی قسم اس بندے کی معراج ہو گئی جس کو ایک مرتبہ خدا کہہ دے کہ تو میرا بندہ ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

ہر جفا، ہر ستم گوارا ہے

اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے بار بار فرمایا کہ میرا محبوب میرا عید ہے۔ پھر رسول کی شانِ عبدیت کا کیا کہنا؟ خدا کی قسم! جس طرح میرے رسول کی رسالت بے مثال، نبوت بے مثال، شفاعت بے مثال، امامت بے مثال، اسی طرح ان کی شانِ عبدیت بھی بے مثل و بے مثال ہے، سن لیجئے

مَدْعَا پیدانگر دو زیں دو بیت

تاناہ بینی از مقامِ ماریت

یعنی ان دو شعروں سے مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا، جب تک کہ تم ماریت

از رمیت والی آیت کا مطلب غور سے نہیں سمجھو گے اس وقت تک تم کو رسول کی

عبدیت کا جاہ و جلال نظر نہیں آسکتا۔ مسلمانو! بار بار پڑھو! و ماریت از رمیت

اور خود دیکھ لو! اور دنیا کو دکھا دو کہ رسول کی یہ شانِ بندگی ہے کہ رسول کوئی کام کرتے

ہیں یا کچھ فرماتے ہیں تو خداوند قدوس ان کے کام کو اپنا کام اور ان کے فرمان کو اپنا

فرمان بتاتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
یعنی رسول اپنی خواہش سے تو کچھ فرماتے ہی نہیں۔ بلکہ ان کا فرمان تو فرمان خدا ہوتا ہے۔

بیعت الرضوان بزرگانِ ملت! آپ نے بیعت الرضوان کا حال نہیں سنا؟
ایں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ طیبہ سے چودہ سو صحابہ کرام کی جماعت کو ہمراہ لے کر عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کی طرف احرام باندھ کر روانہ ہوئے۔ کفارِ مکہ نے آپ کا راستہ روک لیا اور اعلان کر دیا کہ ہم محبوبِ خدا کو خدا کے گھر کا طواف نہیں کرنے دیں گے۔ رحمتِ عالم بحالت احرام میدانِ حدیبیہ میں اتر پڑے اور صلح کی گفتگو کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ کفارِ مکہ نے کہا کہ اے عثمان۔ تم اکیلے کعبہ کا طواف کر لو مگر ہم تمہارے رسول کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بغیر محبوبِ خدا کو ساتھ لیے ہوئے تنہا خدا کے گھر کا طواف نہیں کر سکتا بات بڑھ گئی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لوٹنے میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بھول کے درخت کے نیچے رونق افروز ہو گئے اور اعلان فرمایا کہ کون کون میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرتا ہے؟ کہ جب تک اس کی جسم میں خون کا ایک قطرہ اور زندگی کی ایک سانس باقی ہے وہ خدا کی راہ میں جنگ کرتا رہے گا۔ چنانچہ چودہ سو جاں نثار دوڑ پڑے اور سب نے رحمتِ عالم کا دست مبارک اپنے ہاتھ کے اوپر رکھ کر بیعت کر لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں تھے وہ کیسے بیعت کرتے؟ مگر رحمتِ عالم کا کرم دیکھو کہ آپ نے اس وقت فرمایا کہ۔ اِنَّ عِشْرَانَ كَانَ فِي حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ سُوَيْسٍ (مشکوٰۃ ص ۵۶) یعنی حضرت عثمان اس وقت اللہ کے رسول کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر سرکارِ دو عالم نے اپنے واسطے ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے بائیں ہاتھ کو فرمایا کہ یہ رسول کا ہاتھ ہے۔ اور اپنا بائیں ہاتھ اپنے دل سے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ ہٰذَا لِعِثْمَانَ (مشکوٰۃ ص ۵۶) یہ حضرت عثمان کی بیعت ہے ا

عزیزان گرامی! آپ نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے کام کے لیے بھیجا تھا مگر فرما رہے ہیں کہ حضرت عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں لگے ہوئے ہیں یہ صاف صاف اس بات کا اعلان ہے کہ رسول کا کام خدائی کا کام ہے اور رسول کی خدمت خدائی کی خدمت ہے۔ مسلمانو! یہی تو وجہ ہے کہ حالت نماز میں محبوب خدا کی پکار پر دوڑ پڑنے والے کی نماز باطل نہیں ہوتی کیوں کہ محبوب خدا کا خدمت گزار درحقیقت خدائی کا پرستار و فرماں بردار ہے۔

رسول کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے | برادرانِ ملت! یہاں بھی یہ نکتہ یاد رکھیے کہ صحابہ کی بیعت رسول کے ہاتھ پر ہوئی تھی اور صحابہ کے ہاتھوں پر رسول کا ہاتھ تھا مگر قرآن میں رب العالمین کا فرمان ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یعنی جن لوگوں نے اے محبوب! آپ سے بیعت کی انہوں نے خدا سے بیعت کی بلکہ یہاں تک فرمایا کہ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْہُمْ۔ یعنی صحابہ کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ تھا۔ اللہ اکبر یہ ہے محبوبیت کبریٰ کا جلوہ! کہ رسول کی بیعت کو خدا نے اپنی بیعت قرار دیا اور خداوند سبحان و قدوس جو ہاتھ سے پاک ہے فرما رہا ہے کہ میرے محبوب کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

برادرانِ ملت! اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ جب پروردگار عالم اپنے محبوب کی بیعت کو اپنی بیعت اور اپنے محبوب کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرما رہا ہے تو پھر محبوب کی پکار کیوں کہ نہ خدا کی پکار ہوگی؟ اس لیے حضرت ابوسعید بن معلیٰ اور حضرت ابی بن کعب نے اگرچہ رسول کی پکار پر دوڑنے میں تاخیر کی تھی مگر وہ اس لفظ کے ساتھ موردِ عتاب ہوئے کہ کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی تھی؟

اَسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ ؕ کہ اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر فوراً حاضر ہو جاؤ

زینب بنت جحش کا نکاح | حضرات! زینب بنت جحش خاندان قریش کی دخترِ نیک اختر تھیں۔ صاحبِ مال اور حسن و جمال والی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ تم میرے غلام

زید بن حارثہ سے نکاح کر لو! زینب بنت جحش کے بھائی عبداللہ بن جحش کی رگ قریشیت پھڑک اٹھی اور انہوں نے انکار کر دیا۔ کہ ایک قریشی صاحب نادہی ہرگز ایک غلام کے نکاح میں نہیں دی جاسکتی۔ رحمتہ للعالمین کی یہ حکم عدولی رب العالمین کو اس قدر ناگوار ہوئی کہ فوراً جبریل امین اس حکم الحاکمین کا حکم لے کر فرشتہ زمین پر اتر پڑے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (احزاب)۔
یعنی اللہ و رسول جب کسی مومن بندے یا مومن بندہ کو کسی بات کا حکم فرمادیں تو پھر انہیں اپنے معاملہ کا کوئی اختیار نہیں رہتا اور جو شخص اللہ و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں گمراہ ہو جائے گا۔

برادران ملت! دیکھ لیجئے! زینب بنت جحش کو خدا نے نکاح کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ محبوب کبریائے حکم دیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ «إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا» فرماتا ہے۔ یعنی رسول کے حکم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خدا کا حکم تھا اور عبداللہ بن جحش نے خدا اور رسول دونوں کی نافرمانی کی چنانچہ «وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ» فرمایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کا حکم خدا کا حکم ہے اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اسی لیے میں نے غرض کیا کہ رسول کی پکار پر دوڑنے والا چونکہ خدا کی پکار پر دوڑنے والا ہے۔ اس لئے حالت نماز میں اگر کوئی شخص رسول کی پکار پر دوڑے گا تو ہرگز اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیوں کہ وہ خدا کی نماز میں ہے اور وہ خدا ہی کے حکم پر دوڑا ہے اس لئے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی خدا کی عبادت سے جدا نہیں ہوا پڑھیے زیور شریف اللہ صمد علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد و بارک و سلم۔

بہر کیف میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سورہ انفال کی اس آیت نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ مومن کہیں بھی ہو کسی حال میں بھی ہو، مگر جب اللہ و رسول اس کو پکاریں تو اس پر فرض ہو

جاتا ہے کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہو جائے اور ایک
سیکنڈ کی بھی دیر نہ کرے!

بزرگانِ ملت! اس الحاد دہے دینی کے دور میں تو اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ
کہ حاضر ہونے والوں کی مثال میں کہاں سے پیش کر سکتا ہوں۔

اس دور میں تو ہر چیز جس طرح مصنوعی ہو چکی ہے اسی طرح مسلمان بھی مصنوعی ہو
گئے ہیں افسوس! اب تو وہ بدترین دور آچکا ہے جس کے لئے خدا کے محبوب دانائے
غیب صلی اللہ علیہ وسلم نے پونے چودہ سو برس پہلے فرما دیا تھا کہ۔

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى
بِعَنِي عَنَقَرِ لُكُوكٍ بِرَأْيِ الْيَاسَانِ أَكْثَرُ

یعنی عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا
کہ اسلام کا صرف نام ہی نام باقی رہ جائے گا

آج کل وہی منحوس دور شروع ہو چکا ہے کہ نام کا اسلام اور نام کے مسلمان باقی
رہ گئے ہیں۔ اسلام کی روح فنا ہو گئی۔ اور حقیقی مسلمانوں سے دنیا تقریباً خالی ہو گئی
مسلمانانِ درگور، و مسلمانانِ در کتاب والائمانہ آگیا ہے۔ سچ کہا شاعر مشرق نے ہے

وَإِخْطَ قَوْمٌ كِي وَهٍ بِخَيْالٍ نَهْرِي بَرَقَ طَبْعِي نَهْرِي شَعْلُهُ مَقَالِي نَهْرِي

فلسفہ کیا، تلقین غزالی نہ رہی رہ گئی رسم اذان، روح بلالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

تم ہو صورت میں نصاریٰ تو تمدن میں ہندو یہ مسلمان ہیں جنھیں دیکھ کے شریائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو، مرثدا بھی ہو، افغان بھی ہو۔

تم سمجھی کچھ ہو تباہ تو مسلمان بھی ہو؟

برادرانِ اسلام! آج تو میں ایسے نمونے تمہیں نہیں دکھا سکتا جو اللہ و رسول کی
پکار پر اپنا سب کچھ چھوڑ کر دوڑ پڑیں۔ گمراہانِ آؤ! اس دور کی سیر کر دو! جو خیر القرون
یعنی تمام زمانوں میں بہتر زمانہ ہے۔ خیر القرون کون؟ خیر القرون وہ مقدس دور ہے

جو دو صحابہ کہلاتا ہے۔ صحابہ کون؟ صحابہ وہ خوش نصیب مسلمان جنہوں نے ایمانی ننگا ہوں سے بنی بے مثال کا جلوہ جمال و جلال دیکھا۔ اور آخری دم تک اسلام کی نصرت و حمایت میں کمر بستہ رہ کر رحمتہ للعالمین کی کالی کالی رحمت دالی کلمی میں پہنچ گئے ان حقیقی مسلمانوں کی مقدس زندگی کا مطالعہ کرو تو پتا چل جائے گا کہ واقعی اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہو جانے والوں کے کیسے کیسے انمول و بے مثال نمونے گزر چکے ہیں۔

غیسل الملائکہ | عزیزانِ ملت! حضرت منتظر بن ابی عامر صحابی کا لقب غیسل الملائکہ ہے۔ یعنی فرشتوں کے نہلائے ہوئے یہ غیسل الملائکہ

کیوں کہلاتے ہیں؟ ان کا واقعہ تاریخ اسلام کا ایک بہت ہی رنگین و عبرت خیز واقعہ ہے۔ عین جنگ احد کی رات کو یہ اپنی دلہن کے پاس سو رہے تھے۔ دولہا و دلہن ایک دوسرے سے پیار و محبت میں مصروف تھے کہ ناگہاں، مدینہ کی گلیوں میں منادی رسول کی یہ صدا بلند ہوئی کہ **الْمَرْحِلُ**۔ یعنی خدا کے دین کی امداد و نصرت، اور توحید الہی و ناموس رسالت پناہی کی حمایت و نصرت کے لئے میدان جنگ میں چلو۔ میدان جنگ میں چلو! یہ آواز سن کر جناب حنظلہ دلہن کے بستر سے اٹھ بیٹھے اور اپنی نئی نویلی دلہن سے کہہ دیا کہ میری پیاری دلہن! دیکھ! اور سن! میرے پیارے رسول مجھے میدان جنگ کے لئے پکار رہے ہیں۔ اب میرے لئے یہ بستر عروسی کا نٹوں کا بستر ہے۔ اب ایک لمحہ کے لیے میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا میرے رب کا فرمان ہے **إِسْتَجِیْبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ...** یعنی اے ایمان والو! تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو جب اللہ و رسول تمہیں پکاریں تو ان کی پکار پر فوراً حاضر ہو جاؤ! میری پیاری دلہن خدا جانتا ہے کہ تیری محبت میرے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں جلوہ گر ہے مگر میں اس وقت تیری محبت کو اللہ و رسول کی محبت پر قربان کرتا ہوں۔

دولہا کی طرح دلہن بھی پیکر ایمان ہے۔ گو محبت کا سیلاب دل کی گہرائی سے

اُمڈ کر آنکھوں سے بہ نکلا مگر اس خاتون اسلام نے جواب دیا کہ میرے سرتاج !
 خدا علیم ہے کہ میرے سینے میں تیری محبت کے سیکڑوں چراغ جل رہے ہیں تیرے
 دم سے میرا سہاگ قائم ہے۔ تیرا وجود میری تمام تمنائوں اور آرزوؤں کا مرکزِ حیات و
 قبلہ حاجات ہے میں نے اپنے ماں باپ، عزیز و اقرباء بھائی بہنوں کو تیرے لئے
 چھوڑا میں نے تیری چوکھٹ پر اس گھر کی محبت کو بچھا کر دیا۔ جس گھر کے اندر میں پیدا
 ہوئی، پلی بڑھی، پروان چڑھی، مجھے یہ غم ہے کہ میں ایک پردہ نشین خاتون ہونے کی
 وجہ سے اس جہاد میں تیرے دوش بدوش لڑ نہیں سکتی میری بھی یہی تمنا ہے کہ
 کہ میرے پیارے شوہر جلدی کرو۔ اور جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ در رسول کی پکار پر
 دوڑ کر حاضر ہو جانے میں کچھ دیر ہو جائے۔ میرے سرتاج ! تم جاؤ جلدی جاؤ اور خدا
 و رسول کی راہ میں جاں نثارانہ جنگ کرو۔ میری کوئی فکر نہ کرنا اگر تم خدا کی راہ میں سرکشا
 کر شہید ہو گئے تو اطمینان رکھو کہ میں تمہارا کوئی غم نہیں منادوں گی۔ بلکہ مجھے اس بات کی خوشی ہوگی
 کہ میدانِ محشر میں جب میں حنظلہ شہید کی بیوہ کہہ کر پکاری جاؤں گی تو فخر سے میرا
 سرا پنچا ہو جائے گا کہ میں اس جاں باز مسلمان کی بیوہ ہوں جو میرے بستر سے اٹھ کر
 اللہ و رسول کی راہ میں لڑتے ہوئے زخمی ہوا اور خون میں نہا کر رنگین لباس
 پہن کر دولہا بنا اور شہادت کی دلہن نے آگے بڑھ کر اس کو اپنے آغوش میں لا کر
 سلا دیا۔

مسلمانو! دنیا سے سفر کرنے والا یہ مسافر گھر سے روانہ ہو رہا ہے اور دلہن
 آنسوؤں میں ڈبڈبائی آنکھوں سے آخری مرتبہ اس جنتی دولہا کا دیدار کرتی ہے۔
 حنظلہ جوشِ جہاد میں بھرے ہوئے اُحد کے میدانِ جنگ میں پہنچے رادر پھرے ہوئے
 شیر کی طرح کفار پر جھپٹ پڑے اور ایسی دلیری و جاں بازی کے ساتھ لڑے کہ لڑتے
 لڑتے زخموں سے چور ہو کر نڈھال ہو گئے۔ یہاں تک کہ گھوڑے کی زین سے زمین پر
 گر پڑے اور تڑپتے ہوئے شہید ہو گئے۔ کئی گھنٹے تک یہ حق و باطل کا معرکہ گرم رہا

یہاں تک کہ آسمان سے فتح مبین نے اتر کر رحمۃ للعالمین کے قدموں کا بوسہ لیا اور کفار میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

رحمتِ عالم نے فرمایا کہ تمام شہدائے کرام کی مقدس لاشوں کو میرے سامنے جمع کرو۔ میں قیامت کے دن دربارِ خداوندی میں ان کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا۔ کہ اے میرے رب کریم! یہ تیرے وہ وفادار بندے ہیں۔ جنہوں نے میری نظروں کے سامنے تیری راہ میں اپنا گلا کٹا کر جامِ شہادت نوش کیا۔ صحابہ نے مقدس شہیدوں کی لاشوں کو میدانِ جنگ سے اٹھا اٹھا کر رحمتِ عالم کے سامنے جمع کر دیا۔ اس جنگ میں ستر صحابہ کرام اعزازِ شہادت سے سرفراز ہوئے تھے۔ انہتر لاشیں دستیاب ہوئیں مگر حنظلہ کی لاش نہیں ملی۔ ایک صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے حنظلہ کو گھوڑے سے گرتے ہوئے دیکھا۔ کسی نے کہاں فلاں جگہ میں نے۔ حنظلہ کی لاش دیکھی۔ غرض مختلف گواہیوں سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ حنظلہ شہید ہوئے مگر لاش نہیں ملتی تھی۔ آخر کچھ دیر میں کچھ دور پر ایک لاش نظر آئی۔ جب صحابہ نے جا کر دیکھا تو حضرت حنظلہ کی لاش تھی اور ان کے جسم اور بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ برادرانِ ملت! روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کی دلہن سے پوچھا ماکانِ شانہ جنگ کے لیے جاتے وقت حنظلہ کا کیا حال تھا؟

قَالَتْ كَانَ جُنُبًا فَلَمَّا سَمِعَ الْهَيْعَةَ خَرَجَ فَقَتِلَ۔

دلہن نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ میرے بستر سے اٹھ کر گئے تھے اور ان کو نہانے کی حاجت تھی لیکن جب انہوں نے دعوتِ جنگ اور لڑائی کا شور و غوغا سنا تو فوراً بلا غسل گئے وہ گھر سے نکل گئے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔

ذَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا آيَتُ الْمَلَائِكَةِ تَغْسِلُكَ - میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔
(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۷)

برادران اسلام! اسی دن سے حضرت حنظلہ صحابی کا لقب غسل الملائکہ ہو گیا۔
حاضرین کرام مسئلہ یہ ہے کہ شہید کو دفن کے وقت غسل نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ خون میں
لت پت ہی اس کو دفن کر دیا جائے گا حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہید جب قیامت
کے دن خداوند قہار و جبار کے دربار میں جائے گا تو اس طرح جائے گا کہ اس کے
زخم سے خون بہتا ہوگا۔ مگر آلتون کوٹ الدہم والتریہم من یجر الیسسے
یعنی زنگ تو خون کا ہوگا۔ مگر اس سے مشک جیسی خوشبو آ رہی ہوگی! لیکن ہاں اگر کوئی
ناپاک کی حالت میں شہید ہوگا تو اس کو ضرور غسل دیا جائے گا۔ حضرت حنظلہ چوں کہ
جنابت کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ لہذا ان کو دفن کے وقت غسل دینا ضروری
تھا۔ مگر اس خوش نصیب شہید کی خوش قسمتی تو دیکھو! کہ اللہ کی غیرت ستاری و غفاری
نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ حضرت حنظلہ کو کوئی انسان غسل دے بلکہ آسمان کے فرشتوں
کو حکم دے دیا کہ تم حضرت حنظلہ کو غسل دو اس طرح حضرت حنظلہ کو غسل الملائکہ
ہونے کا شرف حاصل ہو گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسلمانو! مقام عبرت ہے کہ ایک وہ مسلمان تھے۔ جو اپنی دلہن کے بستر پر پیش
و عشرت میں مشغول تھے۔ مگر جب اللہ و رسول نے انہیں سرکشانے کے لئے پکارا
تو وہ بستر عروسی کو لات مار کر میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے اور اللہ و رسول کی
راہ میں اپنا سرکشا کر قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کی نسلوں کو زبان حال سے
یہ پیغام دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

خون میں نہاؤ زخم سہوا سر فدا کرو۔

جب وقت آئے دین پہ یوں حق ادا کرو

مسلمانو! سوچو تو سہی کہ ایک ہم آجکل کے مسلمان ہیں کہ روزانہ نماز فجر کے
وقت ہمارے کالوں میں اللہ و رسول کی پکار آتی ہے اور اللہ و رسول کا منادی مسجد

کا مؤذن زور زور سے پکارتا ہے۔ **حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ**۔
 نماز کے لئے آؤ! نجات کی طرف آؤ! **الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ**، **الصَّلَاةُ خَيْرٌ**
مِنَ النَّوْمِ۔ اے سونے والو! نماز تیری نیند سے بہت اچھی ہے۔ اے سونے
 والے! نماز تیری نیند سے بہت اچھی ہے! مسلمانو! ہم کو سرکٹانے کے لیے نہیں
 بلایا جاتا۔ بلکہ کچی مسجد میں چٹائی کے فرش پر بجلی کے پنکھے کے نیچے، اپنے خالق
 و مالک کے سجدے کے لئے بلائے جاتے ہیں مگر اشد و رسول کی یہ پکار سن
 کر بھی ہم اپنے نرم نرم بستر اور گرم گرم رضائی کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ مسلمانو!
 اشد! انصاف کرو! کہاں حضرت حنظلہ جیسے کامل الایمان مسلمان؟ اور کہاں ہم جیسے
 کامل الوجود مسلمان؟ سچ کہا ڈاکٹر اقبال نے ہے

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
 طبع آزاد پہ قیدِ رمضان بھاری ہے تمہیں کہہ دو! یہی آئینِ وقاداری ہے
 قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
 جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

برادرانِ ملت! جنگِ بدر میں سب سے پہلے
حضرت عبیدہ کی سرِ قزوینی شکر کفار کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار
 شکر اپنے بھائی شیبہ اور فرزند ولید کو لے کر میدان میں نکلا اور پکارنے لگا کہ
يَا مُحَمَّدُ هَلْ مِنْ مَّبَارِزٍ۔ اے محمد! کوئی ہمارا مقابلہ کرنے والا ہو تو اس
 کو بھیجو۔ رحمتِ عالم نے حضرت عوف، اور حضرت معاذ اور عبداللہ بن رواحہ رضی
 اللہ عنہم کو پکارا۔ یہ تینوں فرطِ مسرت سے اچھلتے ہوئے مقابلہ کے لئے نکلے عتبہ
 نے ان تینوں کا نام و نسب پوچھا۔ اور جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ انصار ہیں۔ تو غنیمہ
 نے کہا کہ ہم کو نعم لوگوں سے کوئی غرض نہیں۔ پھر عتبہ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام
 کو مخاطب کر کے کہا کہ اے محمد! یہ لوگ ہمارے بوڑھے نہیں ہیں۔ آپ ہمارے مقابل میں
 ان لوگوں کو بھیجے جن کی رگوں میں ہماری ہی طرح قریشی خون دوڑ رہا ہو **يَا مُنْكَرُ**

نبوت سر اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں اور منتظر ہیں کہ رحمتِ عالم! اب کن کن خوش نصیبوں کو پکارتے ہیں؟ سرکارِ دو عالم نے حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت عبیدہ بن الحارث کو پکارا۔ یہ تینوں رسول کی پکار پر دوڑ پڑے۔ چوں کہ ان لوگوں کے پہروں پر نقاب تھی۔ اس لیے عتبہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تینوں نے جب اپنے نام و نسب بتائے۔ تو عتبہ بولا کہ ہاں! اب ہمارا چوڑھے، عتبہ حضرت حمزہ سے لڑا۔ اور لگاتار کئی وار کیے۔ لیکن جناب حمزہ کی کمال ہنرمندی سے عتبہ کا ہر وار خالی گیا پھر جناب حمزہ نے پینترہ بدل کر عتبہ کی گردن پر ایسی تلوار ماری کہ کھیرے کی طرح گردن کٹ گئی اور عتبہ زمین پر ڈبھیر ہو گیا۔ ولید حضرت علی سے مقابل ہوا۔ شمشیر کے دودھ ہاتھ ہوئے تھے کہ اچانک فاتح خیر نے ولید پر ذوالفقار کا ایسا وار کیا کہ وہ قتل ہو کر خاک پر تڑپنے لگا۔ اور قدرت پکارا اٹھی! کہ سہ

شاہ مرداں اشیر یزداں قوت پروردگار

لَا خَيْرَ إِلَّا عَلَى لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ؛

مگر شبیہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے۔ فوراً علی جید رنے بھپٹ کر شبیہ کی گردن اڑادی اور حضرت عبیدہ کو اپنی پشت پر سوار کر کے رحمتِ عالم کی خدمت میں لائے حضرت عبیدہ نے سرکارِ نبوت کے قدموں کے پاس لیٹے ہوئے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا مجھے شہادت نصیب ہو گئی؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ ہاں بے شک تم شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت عبیدہ نے جمالِ نبوت کا آخری نظارہ کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آج اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں سہ

وَلَنْ نُسَلِّمَكَ حَتَّى نُصَرِّحَ حَوْلَكَ

وَسَدَّ هَلْ عَنْ أَبْنَاءِنَا وَالْحَلَائِلِ

یعنی ہم ہرگز ہرگز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے۔

یہاں تک کہ ہم ان کے ارد گرد لڑتے لڑتے خون میں لت پت ہو جائیں گے اور ان کی حفاظت کے جوش میں ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو بھی ذرا موش کر دیں گے؟ حضرت عبیدہ نے یہ شعر مڑھا اور روح پروانہ کر گئی!

حضرات! یہ شعر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حیا ابو طالب کا ہے قریش نے ایک مرتبہ ابو طالب سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ محمد کو ہمارے حوالے کر دیں۔ ورنہ ہم آپ کا ادب و احترام بالائے طاق رکھ کر آپ کا بائیکاٹ کر دیں گے اس وقت ابو طالب نے یہ شعر کہا تھا!

برادرانِ ملت! یہ ہیں امّہ و رسول کی پکار پر دوڑنے والوں کے بے مثال نمونے۔ کہ حضرت عبیدہ اگرچہ شیبہ سے کمزور تھے۔ مگر جب رسول خدا نے پکارا تو حضرت عبیدہ بلا پس و پیش دوڑ پڑے اور آخری دم تک لڑتے رہے اور شہادت کے وقت نہ بیوی بچوں کو یاد کیا، نہ عزیز و اقارب کو، نہ کوئی تمنا ظاہر کی نہ کسی خواہش کا اظہار کیا۔ فکر ہے تو یہ اور تمنا ہے تو یہ! کہ مجھے شہادت نصیب ہوئی یا نہیں؟ اللہ! اللہ! یہ اخلاص کے پیکر، یہ تلہیت کے مجسمے! کیا اس دور میں بھی کہیں دیکھے جاسکتے ہیں؟ سچ ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

نہ مالِ غنیمت، نہ کشورِ کشائی؛

برادرانِ ملت! شہادت کا کیا کہنا؟ شہادت کی موت دیکھنے میں تو موت ہے مگر ایسی موت ہے کہ اس موت میں مرنے والے کی موت کو موت آ جاتی ہے اور شہید کو حیاتِ جاودانی نصیب ہو جاتی ہے! ہاں

زندہ جاوید ہیں ملت کے شہیدانِ کرام
یہ وہ مرحوم ہیں جن کے لیے خود رحمتِ حق

نوجوانو! تمہیں معلوم بھی ہے؟ ان کا مقام

لے کے آتی ہے حیاتِ ابدی کا پیغام!

ان کی لاشوں پر فرشتوں کی صفیں ہوتی ہیں

لے کر اُتری ہیں جو خوشنودی حق کا پیغام

یہ وہ ارباب بقا ہیں کہ لہو سے اپنے کھینچے صفحہ ایام پہ میں نقش دوام

دی ہے جن کے دم جاں بخش نے ملت کو حیات

ان کی روحوں پہ ہوا سو بار درود اور سلام

زخمیوں کا جوش جہاد | برادران اسلام! جنگِ اُحد میں باوجودیکہ مسلمان شہید ہو چکے تھے اور بہت سے لوگ زخمی تھے مگر جب

ابوسفیان نے دوبارہ پلٹ کر حملہ کا ارادہ کیا اور حصنِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو شکرِ ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے پکارا تو صحابہ کرام اسی حالت میں جنگ کے لیے دوڑ پڑے اور مہینوں دور تک ابوسفیان کے تعاقب میں بڑھتے چلے گئے جس کا تذکرہ خداوندِ قدوس نے ان شاندار لفظوں میں فرمایا کہ —

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَالرَّسُولِ
مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ
لَكِنِّي اتَّخَذْتُهُمْ وَالتَّقْوٰ
اَجْرًا عَظِيْمًا
یعنی وہ لوگ جو زخمی ہونے کے باوجود اللہ و رسول کی پکار پر حاضر ہو گئے۔ ان نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بہت بڑا ثواب ہے۔

جنگِ حنین | برادران اسلام! فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ میں جنگِ حنین ہوئی۔ "حنین" مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے

تاریخ اسلام میں حق و باطل کا یہ معرکہ بھی بڑا ہی عجیب اور عبرت نواز ہے اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور کفار صرف چار ہزار تھے بعض صحابہ کی زبان سے یہ نکل گیا کہ جب جنگ بدر و اُحد میں باوجود اقلیت اور بے سروسامانی کے ہم فتح یاب ہو گئے تو آج جب کہ ہم اکثریت میں ہیں اور ہتھیار و سامان کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ بھلا کون پھر ہم پر غالب ہو سکتا ہے؟ آج تو ہماری فتح یقین ہے۔ خداوند کریم کو مسلمانوں کا اپنی اکثریت پر گھمنہ نہ کرنا پسند نہیں آیا اور مسلمانوں کو یہ سبق دینے کے لیے کہ مسلمان تعداد اور ہتھیار و سامان کی کثرت سے فتح نہیں پاتا۔ بلکہ مسلمان

ہمیشہ خداوند قدوس کی امداد و نصرت سے فتحیاب ہوتا ہے۔ ایاںک خداوند عالم
نے کچھ ایسے اسباب پیدا فرما دیے کہ شکر اسلام کو شکستِ فاش ہو گئی دربارہ
ہزار اسلامی فوجیں قبیلہ ہوازن کی تیر اندازی و ناگہانی حملوں کی تاب نہ لا کر بھاگ بھلیں
قرآن مجید نے شکر اسلام کی بدحواسی اور بھگدڑ کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا ہے
وَیَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْبَدْتُمْكُمْ
كُتِبَتْ لَكُمْ فُتُورٌ عَنْكُمْ
شَيْئًا وَصَاحَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ
بِمَا رَحِبَتْ ثُمَّ لَئِيْكُمْ
مَذْبُورٌ ۝

یعنی تم لوگ جنگِ حنین کے دن کو یاد کرو
جب کہ تمہاری کثرتِ تعداد نے تم لوگوں کو
گھمنڈ میں ڈال دیا تھا۔ لیکن تمہاری اکثریت
نے تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا اور چوڑی زمیں
تمہارے لئے تنگ ہو گئی اور تم لوگ پیٹھے پھیر

کر بھاگ نکلے۔

برادرانِ ملت! جنگِ حنین میں تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ اور بارہ ہزار فوجیں فرار
ہو چکی ہیں۔ لیکن اس حالت میں بھی ایک پیکرِ مقدس ثابت قدم ہے۔ جو تنہا ایک
فوج، ایک عالم، بلکہ مجموعہ کائنات ہے۔ آپ عین میدانِ جنگ میں اپنے سفید
خچر پر سوار ہیں اور عباس بن عبد المطلب خچر کی لگام مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں
آپ برابر آگے بڑھ رہے ہیں اور زبان مبارک پر ہرگز کا یہ شعر جاری ہے
أَنَا النَّبِيُّ لَا كِذْبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

یعنی میں نبی ہوں۔ یہ جھوٹ نہیں ہے

میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

عین اسی حالت میں سرکارِ دو جہاں نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو حکم دیا کہ
تم انصار و مہاجرین کو آواز دو۔ حضرت عباس نہایت بلند آواز تھے۔ انہوں نے
نعرہ مارا کہ "يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ اِهْبِطُوا الْوُجُوهَ الْوُجُوهَ الشَّجَرَةِ"
اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! اس پکار کا کالوں میں پڑنا تھا کہ بھاگی ہوئی
تمام فوج دفعۃً پلٹ پڑی اور رسول کی اس پکار پر لوگ اس تیزی سے واپس

پلے طرہ جن لوگوں کے گھوڑے کش کش کی وجہ سے نہ دوڑ سکے وہ زرہوں کو اتار کر پھینکتے ہوئے اتنی تیزی سے دوڑے کہ جس طرح نیل گائے اپنے بچے کی آواز پر بے قرار ہو کر دوڑ پڑتی ہے۔ دم زدن میں بارہ ہزار کا بھاگا ہوا شکر ماہ رسالت کے گرد ہالہ کی طرح پرے جما کر کھڑا ہو گیا اور ایسی جاں نثاری کے ساتھ جم کر لڑنے لگا کہ چشم زدن میں لڑائی کا رنگ بدل گیا اور آسمان سے فرشتوں کی فوج فتح مبین کا تحفہ لے کر اتر پڑی بہت سے کفار تھے ہوئے کچھ بھاگ نکلے جو رہ گئے گرفتار کر کے رسیوں میں جکڑ دیے گئے اس کا منظر قرآن کریم نے ان لفظوں میں پیش فرمایا!

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ مُجُودًا لَّهُمْ تَرَوْهَا وَ عَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط وَ ذِيكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ (توبہ)

یعنی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکون قلب کا سامان اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمادیا اور ایسے شکر دں کو اتار دیا جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور یہی کافروں کا بدلہ ہے۔

برادرانِ اسلام! غور کیجئے کہ بارہ ہزار کا شکر جب کہ دشمنوں کی تیر اندازی اور اپانک حملوں سے پیسا ہو کر انتہائی بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ نکلا اور ایسی بھگدڑ مچ گئی تھی کہ چوڑی زمین تنگ ہو چکی تھی اور کسی کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا تھا؛ پریشانی و بدحواسی میں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ مگر اس بدحواسی اور بھگدڑ کی حالت میں بھی جب خدا کے رسول کی پکار ان کے کانوں میں پڑی تو بغیر ایک لمحہ تاخیر کیے ہوئے دفعہ بارہ ہزار کا شکر اس تیزی کے ساتھ پلٹ پڑا کہ گھوڑے سے اتر کر پیدل دوڑے یہاں تک کہ ہلکے بدن ہونے کے لئے زرہ اور سامان جنگ کو بھی پھینک دیا تا کہ رسول کی پکار پر دوڑ پڑنے میں ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہ ہونے پائے کیوں کہ خدا کے اس فرمان پر ان کا ایمان تھا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ ۖ

یعنی اے ایمان والو! تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو لیکن جب اللہ و رسول

تہیں پکاریں تو تم دوڑ پڑو اور حاضر ہو جاؤ۔

غزوہ احزاب کا دل بادل | بزرگانِ محترم! بات پر بات یاد آتی ہے جنگ

احین میں رسول کی پکار پر صحابہ کس طرح دوڑ پڑے یہ تو آپ سُن چکے۔ اب ذرا جنگِ احزاب میں صحابہ کی حاضری کا منظر بھی دیکھ لیجئے۔ غزوہ احزاب کا دوسرا نام جنگِ خندق بھی ہے۔ ۱۰ھ میں جب کہ شدید سردی کا موسم تھا اور مسلمانوں کے افلاس و غربت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھودتے وقت صحابہ پر کئی کئی فاقے گزر جاتے تھے۔ ایک دن صحابہ نے بھوک سے بے تاب ہو کر اپنے شکم کھول کر دکھائے کہ ایک ایک پتھر نہدھا ہے۔ جواب میں رحمتِ عالم نے بھی اپنا شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے۔ شہنشاہِ دو عالم کے شکم مبارک پر دو پتھر دیکھ کر صحابہ آبدیدہ ہو کر خاموش ہو گئے ایسے وقت میں قریش، یہود، اور قبائلِ عرب کی تقریباً دس ہزار فوجیں تین تھنوں میں تقسیم ہو کر مدینے کے تین طرف اس زور و شور کے ساتھ حملہ آور ہوئیں کہ مدینے کی زمین دہل گئی۔ اس معرکہ کی تصویر قرآنِ کریم نے ان نقطوں میں کھینچی ہے۔

اِذْ جَاؤُكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ
اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَادَّارَاغَتِ الْاَبْصَارُ
وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَدَّاجِرَ وَتَظُنُّونَ
بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَ اَنَّهُمْ اِلٰهٌ مِّثْلُ
النَّاسِ وَمَنْ وَّرٰى كُفْرًا لَّا شَدِيْدًا
عَلَيْهِ

جب کہ دشمن اوپر کی طرف اور نشتیب
کی طرف سے آپڑے اور جب آنکھیں
ڈگنے لگیں اور کلیجے منہ کو آگئے اور تم خدا
کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے یہ وہ
وقت تھا کہ مسلمانوں کی جانچ کا طام اُگیا تھا
اور وہ زور زور سے جھنجھوڑے گئے تھے

(احزاب)

(احزاب)

برادرانِ ملت! مومنین کے لئے یہ نہایت کٹھن گھڑی تھی جو تعداد میں کم، غربت و افلاس سے پریشان، ہتھیار اور سامانِ جنگ سے مجبور اور نہایت ہی سخت محاصرہ میں محصور تھے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے بہادر ایسی افتاد پر ازہ برا مذاہم ہو کر

بھاگ جاتے۔ مگر جاں نثاران اسلام ایسے نازک وقت میں بھی جب خدا کے رسول نے انہیں مہر فروشی کے لئے بلایا تو بچہ بچہ پیکر استقامت اور صبر استقلال کا پہاڑ بن کر شکر کفار کے سبیل کے مقابل ڈٹ گیا۔ چنانچہ قرآن مجید نے ان کامل الایمان مسلمانوں کے استقلال و جرات اور اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ پرنے کی تصویر کشی جن لفظوں میں پیش فرمائی ہے اس کو پڑھ کر بزدل سے بزدل مسلمان کی بھی رگ ایمان پھٹک اٹھتی ہے سنئے ارشاد قرآنی ہے۔

وَلَبَّازًا يَأْمُرُ الْمُؤْمِنِينَ الْاِحْزَابَ
قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ
رَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ
وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا
اور جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجوں
کو دیکھا تو بول اٹھے کہ یہ تو وہی ہے جس کا
وعدہ خدا نے اور اس کے رسول نے کیا ہے
اور خدا اور رسول دونوں سچے ہیں اور اس نے
ان کے یقین اور اطاعت کو اور بڑھا دیا۔
(احزاب)

یہ ادران ملت تقریباً بیس یا بائیس دنوں تک یہ دس ہزار کا لشکر مدینے کا
محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ خندق کو پار نہیں کر سکتے تھے مگر باہر سے پیچھراؤ تیر بہ سلاتے
تھے۔ لیکن ایک دن تمام فوجیں اکٹھا ہو کر اس جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی بہت
اسی کم تھی۔ خندق کے اس پار آکر حملہ آور ہو گئیں۔ اور عرب کے مشہور بہادر ضرار،
جبیرہ، نوفل، عمرو بن عبدود گھوڑے دوڑا کر خندق کے اس پار آ گئے ان میں سب
سے زیادہ مشہور عبدود تھا یہ ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر
میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور اس ظالم نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں
سے جنگ بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ سب سے آگے
بھی بڑھا اور مقابل طلب کیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے رحمت عالم سے
اجازت لی۔ اور اس کے مقابلہ کے لیے سامنے کھڑے ہو گئے۔ عمرو بن عبدود نے
پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں تم جیسے کم سن لڑکے سے لڑنا نہیں چاہتا۔ آپ نے
فرمایا کہ میرا نام علی بن ابی طالب ہے اور میں تم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ عمرو بن عبدود
مارے غصہ سے سرخ ہو گیا اور تلوار سے آپ پر اس زور کا وار کیا کہ جب شیر

خدا نے ڈھال پر روکا تو تلوار ڈھال کو کاٹتی ہوئی آپ کی پیشانی پر لگی یہ زخم اگرچہ بہت گہرا نہ تھا تاہم یہ طعنی آپ کی پیشانی پر یادگار رہ گیا جواب میں اسدائشہ غالب نے ایسی تلوار ماری کہ ذوالفقار کی دھار دشمن کے شانہ کو کاٹتی ہوئی پار ہو گئی۔ اور شیر خدا نے "امشہ اکبر" کا نعرہ لگا کر فتح کا اعلان فرمایا۔ عمرو بن ود کے بعد صرار اور جبیرہ آگے بڑھے لیکن جب ذوالفقار کا ہاتھ آگے بڑھا تو دونوں فرار ہو گئے نوقل بھاگتے ہوئے خندق میں گر پڑا صحابہ تیر مارنے لگے۔ یہ منہرہ بولا کہ مسلمانو! تم مجھے تلوار سے قتل کرو میں شریقا نہ موت مرنا چاہتا ہوں۔ اسدائشہ غالب خندق میں کود پڑے اور ذوالفقار نے اس بد نصیب کا بھی خاتمہ کر دیا اسی طرح محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک رات ایسی طوفانی آندھی چلی کہ خمیوں کی طنائیں اکٹھر گئیں اور بڑے بڑے دیگ چولہوں پر سے الٹ پلٹ گئے۔ شدید سردی اور اس آندھی کی تباہی نے دس ہزار کے لشکر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا پھر قریش اور یہودیوں میں پھوٹ بھی پڑ گئی یہاں تک کہ قریش کے پاؤں اکٹھر گئے اور ابوسفیان اپنے لشکروں کے ساتھ بھاگ نکلا اور مدینہ کا اتنی ہی بائیس دن تک غبار آلود رہ کر صاف ہو گیا۔

برادران اسلام! صحابہ کرام نے ہر موقع پر اسدائشہ و رسول کی پکار پر دوڑ پڑتے اور حاضر ہو جانے کا جو منظر پیش کیا یہ دلیل ہے کہ سچے مسلمان اسدائشہ کے فرمان **لَا تَسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَرَّسُوْلٍ** پر کس درجہ عامل تھے اور اسدائشہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہو جانے کو کتنا اہم فریضہ اور لازم الایمان سمجھتے تھے!

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو خوش نصیب اسدائشہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہو گئے وہ دولت ایمان کے ایسے پونجی پتی تھے۔ جن کے قدموں پر دونوں جہان کی دولتیں قربان ہیں۔ ان نیک نختوں کو اسدائشہ و رسول کی بارگاہ عظمت سے ایسے بلند درجات عطا ہوئے کہ ان کے مراتب کی بلندیوں پر نگاہ ڈالنے سے بڑے بڑے سر بلندوں کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں اور جن بد نختوں

نے امّہ و رسول کی پُکار پر لبیک نہیں کہا وہ ذلت و خواری اور تباہی و بربادی کے ایسے غار میں گر پڑے کہ اسفل السافلین بھی اس کی گہرائی پر انگشت بدنداں نہ تھے۔

ثعلبہ بن حاطب کا انجام برادرانِ ملت! ایک نہایت ہی عبرت خیز روایت سن لیجئے ثعلبہ بن حاطب ایک

بہت ہی مفلس مسلمان تھے یہ نماز پڑھ کر سب سے پہلے مسجد نبوی سے نکل کر اپنے مکان پر چلے جاتے تھے ایک دن رحمتِ عالم نے دریافت فرمایا کہ اے ثعلبہ تم مسجد سے نکلنے میں اس قدر جلدی کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے گھر میں بس یہی ایک لباس ہے جس کو پہن کر میں مسجد میں آتا ہوں۔ جب میں گھر جا کر یہی لباس بیوی کو دیتا ہوں تو وہ غریب نماز پڑھتی ہے۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے مالدار کی دعا فرمائیے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ثعلبہ! تم صبر کرو! تمہارے لیے غریبی ہی بہتر ہے۔ مگر ثعلبہ نے بار بار اس قدر اصرار کیا کہ بالآخر حضور رحمتِ عالم نے فرمایا کہ اچھا! یہ بتاؤ تمہیں کون سا مال پسند ہے؟ ثعلبہ نے عرض کی۔ حضور! بکریاں۔ آپ نے دعا فرمادی کہ خداوند کریم تیری بکریوں میں برکت عطا فرمائے۔ سبحان اللہ! محبوبِ کبریا کی دعا نے یہ جلوہ دکھایا کہ ثعلبہ کی بکریوں میں اتنی برکت ہوئی کہ چند ماہ میں بکریوں کی تعداد اس قدر زیادہ بڑھ گئی کہ شہر مدینہ میں ان بکریوں کا رکھنا دشوار ہو گیا۔ ثعلبہ نے مدینے سے کچھ دور جا کر میدان میں گھر بنا کر رہنا شروع کر دیا اور اب بجائے بیچ وقتہ مسجد میں حاضر ہونے کے صرف فجر و عشاء میں آنے لگے۔ پھر چند دنوں میں جب بکریوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی تو ثعلبہ کو مدینے سے بہت دور ایک جنگل میں آباد ہونا پڑا اور اب صرف جمعہ جمعہ کو مسجد نبوی میں آنے لگے۔ اتنے میں زکوٰۃ کی آیت نازل ہو گئی اور حبیب اللہ و رسول نے زکوٰۃ کا حکم دیا تو تمام صحابہ نے اپنے اپنے

مالوں کی زکوٰۃ بارگاہِ نبوی میں حاضر کر دی۔ مگر جب ثعلبہ کے پاس سلطان -
 کوین کا قاصد پہنچا تو ثعلبہ نے یہ دیکھ کر کہ بہت زیادہ بکریاں زکوٰۃ میں نکل جائیں گی
 کہہ دیا کہ یہ تو ایک قسم کا تادان معلوم ہوتا ہے میں پھر سوچوں گا اور زکوٰۃ ادا
 نہیں کی۔ قاصد نے جب ثعلبہ کی حرکت بارگاہِ رسالت میں عرض کی تو رحمتِ عالم
 نے فرمایا کہ افسوس! میں ثعلبہ سے کہتا تھا کہ غریبی تیرے لئے بہتر ہے مگر وہ نہیں
 مانا۔ آج مال کی محبت نے اس کے ایمان کو برباد کر دیا۔ ثعلبہ کے جواب سے حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب نازک پر صدمہ گزرا اور ناراض ہو گئے چند دنوں -
 کے بعد ثعلبہ اپنے کر توت پر شرمندہ ہوا اور بکریوں کی زکوٰۃ لے کر بارگاہِ نبوت
 میں حاضر ہوا مگر رحمتہ للعالمین نے یہ کہہ کر اس کی زکوٰۃ کو واپس فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ
 نے تیری زکوٰۃ کو مردود فرما دیا ہے اس لیے میں تیری زکوٰۃ کو قبول نہیں کر سکتا
 (صادی)

اللہ اکبر! غضب ہو گیا۔ پیارے مصطفیٰ کی مصطفائی کیا روٹھ گئی کہ ثعلبہ سے
 خدا کی خدائی روٹھ گئی ثعلبہ تمام صحابہ کی نظروں میں ذلیل ہو گئے۔ ثعلبہ سے زمین
 روٹھ گئی۔ آسمان روٹھ گیا۔ سارا جہان روٹھ گیا۔ ثعلبہ دونوں جہاں میں مٹنے دکھانے
 کے قابل نہ رہے پھر خلافتِ صدیق اکبر میں ثعلبہ اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ حاضر ہوئے
 تو جانشینِ پیغمبر نے فرمایا کہ میری کیا مجال؛ کہ میں اس شخص کی زکوٰۃ قبول کروں
 جس کی زکوٰۃ کو اللہ و رسول نے مردود فرما دیا۔ پھر فاروقِ اعظم کے دورِ خلافت میں
 ثعلبہ زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے بھی اس کی زکوٰۃ کو ٹھکرا دیا۔ پھر حضرت عثمان
 غنی کی بارگاہِ خلافت میں بھی ثعلبہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے بھی یہی جواب
 دیا اور زکوٰۃ قبول نہیں فرمائی۔ ثعلبہ روتا ہوا واپس لوٹ گیا اور مدینے سے باہر
 میدان میں جا کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا کرتا اور زار زار روتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ سچ فرمایا تھا
 اللہ کے رسول نے اے ثعلبہ! غریبی تیرے لیے بہتر ہے۔ مگر افسوس میں نہیں
 مانا اور آج مالداروں نے مجھے یہ روزِ بد دکھایا کہ مجھ سے پیارے رسولِ مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم روٹھ گئے۔ خدا روٹھ گیا۔ ساری خدائی روٹھ گئی۔ ہائے! میری
دولت ایمان لٹ گئی اور میں تباہ و برباد ہو گیا اسی رنج و افسوس میں ثعلبہ کا
انتقال ہو گیا۔ سچ ہے جس سے مصطفیٰ کی مصطفائی روٹھ گئی اس سے خدا کی ساری
خدائی روٹھ گئی۔ سچ ہے یا رسول اللہ! اے

جس سے تم روٹھو وہ سرشتِ دنیا ہو جائے

جس کو تم چاہو وہ قطرہ ہو تو دریا ہو جائے۔

برادرانِ اسلام! آپ نے دیکھا؟ ثعلبہ نے اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضری
تہیں دی تو کیا انجام ہوا۔ اس لئے عزیزانِ گرانی! ڈرو۔ ڈرو۔ خداوندِ قہار و جبار
کے قہر و جلال سے ڈرو! اور اللہ و رسول کی ہر پکار پر لبیک کہہ کر دوڑو اور اللہ
و رسول کی پکار سن کر غافل مت بنو ورنہ ثعلبہ کا عبرت خیز انجام تمہاری نظروں کے
سامنے ہے!

بھائیو! آج کل نماز، روزہ اور حج کا تو ماشاء اللہ! کچھ شوق و جذبہ نظر آتا
ہے۔ مگر زکوٰۃ و صدقات کے معاملہ میں تو مسلمانوں میں ایسے ایسے کنجوس بلکہ مکھی
چوس پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر چیونٹی ان کے گھر سے ایک دانہ شکر لے کر مل میں
گھسنے لگے تو یہ چیونٹی کی بھی پونچھ اکھاڑ لیں مکھی اگر گھی میں گر پڑے تو مکھی کو چوس
کر گھی پی جائیں بلکہ اس مکھی کو نگل جائیں کہ اس کے پیٹ میں ایک بوند گھی رہ
گیا ہے۔

اور اب تو بابا آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے بڑھ کر مانی حوا کی بیٹیوں
لطیفہ میں کنجوسی آگئی ہے۔ سنا ہے کسی گاؤں کی مسجد میں ایک ملاجی رہا کرتے
تھے سب گھروں سے مال بہنیں کچھ نہ کچھ مسجد میں بھیجا کرتی تھیں مگر ایک مانی کا گھر
ایسا تھا کہ کبھی اس کے گھر سے کچھ نہیں آیا تھا ایک دن اچانک اس گھر کا ایک
بچہ بہت بڑے مٹی کے کوندے میں کھیر لے کر آیا؛ ملاجی کھیر دیکھ کر کھل گئے اور
خوب مسواک و غزغزہ کر کے آئے اور کھانے کے لیے چونچ پھاڑا تو ایک دم

خیال آگیا کہ یار! اس گھر سے تو کبھی نمک کی ایک کنکری بھی نہیں آئی تھی۔ آج ایک دم سے اس گھر کی مائی نے کیسے حاتم کی قبر پر لات مار دی۔ بچے سے پوچھا! کیوں بیٹا! یہ کھیر کیسی ہے؟ آپ جانتے ہی ہیں کہ بچے چھوٹ نہیں بولتے۔ جھوٹ تو بچوں کے باپ دادا بولا کرتے ہیں۔ بچے نے سچ مچ کہہ دیا کہ اجی ملا جی! بات یہ ہوئی کہ اماں نے آج کھیر کو جیسے ہی چوہے سے اُتار کر رکھا ایک کُتّا آیا اور پتیلی میں مُنہ ڈال دیا۔ ابا جان! اماں پر بڑے زور سے خفا ہوئے کہ کم بخت! اب اس کھیر کو کون کھائے گا؟ اماں بولی! کھیر ایسے نہیں۔ میں اس کو مسجد میں بھیجے دیتی ہوں۔ ملا جی کھا ڈالیں گے! یہ سُن کر ملا جی مارے غصے کے ٹماڑ کی طرح سرخ ہو گئے اور کوندّا اٹھا کر گلی میں پھینک دیا اور زور زور سے لاجول پڑھنے لگے کہ شیطان تو کیا؟ بھلے آدمی بھی ڈر کر بھاگ جائیں! بچہ رونے لگا۔ ملا جی گرج کر بولے ابے روتا کیوں ہے؟ بچہ بولا! اجی حضور! آپ نے کوندّا اچھوڑ دیا۔ اماں جی مجھے ماریں گی۔ ملا جی بولے، ماریں گی کیوں؟ بچہ کہنے لگا کہ سارے گھر کا کوڑا اسی کوندے میں پھینکا جاتا تھا۔ ملا جی نے سر پیٹ لیا اور آپے سے باہر ہو گئے اور چلا چلا کر بولے کہ خدا کی مار ان مردوں پر! کتے کا جھوٹا اور کوڑا پھینکنے کے برتن میں رکھ کر مسجد میں بھیجا ہے۔ استغفر اللہ لاجول ولا قوۃ الا باللہ ابے نکل جا۔ باہر ہو مسجد سے بچے کو نکالا اور مسجد کا کوڑا بند کر کے ہزاروں بدعائیں دینے لگے؛ تو بہ نعوذ باللہ! بخیلی بھی کیا بُری بلا ہے؟ اللہ کے حبیب

سخی اور بخیل | رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِّنَ اللَّهِ، قَرِيبٌ	یعنی سخی اللہ سے قریب ہے۔ جنت
مِّنَ الْجَنَّةِ، قَرِيبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيدٌ	سے قریب ہے۔ انسانوں سے قریب ہے
مِّنَ النَّارِ۔	لیکن جہنم سے دور ہے۔
وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِّنَ اللَّهِ بَعِيدٌ	یعنی بخیل اللہ سے دور ہے جنت
مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِّنَ النَّاسِ۔	سے دور ہے۔ انسانوں سے دور ہے

قَرِيبٌ مِّنَ النَّارِ۔ لیکن جہنم سے قریب ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۴)

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

بخیل اربود زاهد بجز و بر

بہشتی بنا شد بحکم خبر

یعنی بخیل اگرچہ دریا اور خشکی کا عابد و زاہد بن جائے مگر حدیث شریف کا مضمون یہ ہے کہ وہ جنتی نہیں ہوگا۔

برادرانِ اسلام! آپ نے سورہ دہر کا مضمون کبھی نہیں سنا
بی بی فاطمہ کا روزہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی، خاتونِ جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت کا ایسا شاہکار مذکور ہے کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین روزوں کی محنت مانی تھی جب خاتونِ جنت نے روزے کی نیت کی تو حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روزے کی نیت کر لی۔ گھر کی لونڈی بی بی فہیمہ نے جب دیکھا کہ خاتونِ جنت اور شیر خدا دونوں نے روزہ رکھا ہے تو بی بی فہیمہ نے بھی روزے کی نیت کر لی۔ آج خاتونِ جنت کا پورا گھر روزہ دار ہے۔ شیر خدا بازار سے جو لائے۔ یہ جو گھر کی چکی میں پیسیا گیا اور شام کو تین روٹیاں پکائی گئیں۔ تینوں روزے دار افطار کے انتظار میں ہیں کہ دروازے پر ایک مسکین نے بلبلہ کر روٹی کا سوال کیا۔ خاتونِ جنت نے اُمتِ رسول کے ایک مسکین کی آواز سنی تو دل بھر آیا۔ آپ نے اپنی روٹی مسکین کو دے دی اور پانی سے روزہ افطار کر لیا۔ حضرت شیر خدا اور بی بی فہیمہ نے بھی اپنی اپنی روٹیاں مسکین سائل کو دے کر پانی سے افطار کر لیا۔ پھر سحری کے وقت بھی چند گھونٹ پانی پی لیا اسی طرح دوسرے دن بھی تین روٹیاں پکیں پھر افطار کا وقت آیا تو دروازے پر ایک یتیم نے روٹی کا سوال کر دیا اور کل کی طرح آج بھی تینوں نے اپنی اپنی روٹیاں یتیم کو دے دیں اور پانی سے روزہ افطار کر لیا

پھر تیسرا روزہ ہوا پھر تین روٹیاں پکائی گئیں پھر افطار کا وقت ہوا تو ایک قیدی
کی آواز کان میں آئی کہ وہ دروازے پر روٹی طلب کر رہا ہے۔ پھر تینوں اپنے اپنے
سامنے سے روٹیاں اٹھا کر غریب قیدی کو دے دیتے ہیں اور خود پانی سے روزہ
افطار کر لیتے ہیں تینوں روزے اس طرح ادا ہوئے کہ سحری بھی پانی سے اور افطار
بھی پانی سے۔ اللہ اکبر! ے

بھوکے رہتے تھے خود ادروں کو کھلا دیتے تھے:

کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

برادرانِ ملت! مدینے کی زمین پر یہ واقعہ ہوا۔ مگر عرش بریں تک اس کی دھوم
مچ گئی۔ جبریل امین سورہ دہرے کرنازل ہوئے اور یہ مقدس آیتیں نازل ہوئیں
وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ یعنی یہ اہل بیت
نبوت کھانے کی محبت کے باوجود اپنا کھانا مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے
ہیں اور یہ بھی کس طرح؟ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے کہ

لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِاللَّهِ لَا تَرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ۝

یعنی کھانا کھلاتے وقت یوں کہتے ہیں کہ ہم تم کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ ہم
یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو۔

مسلمانو! اللہ اکبر! یہ اہل بیت نبوت کی سخاوت کا ایک منظر ہے جو آپ
نے سنا۔ آج ہمارا کیا حال ہے؟ کہ چڑی جائے تو جائے مگر دمڑی نہ جائے اور
کبھی کسی کو کچھ دے دیا تو پھر عمر بھر اس کا احسان جتانے رہتے ہیں۔ بزرگو! اور بھائیو!
خدا کے لئے اپنی روشن کو بدلو۔ احسان جتنا دینے سے صدقے کا ثواب جاتا
ہے۔ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔ لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى
یعنی اے ایمان والو! احسان جتنا کرو اور سائل کو دکھ دے کر اپنے صدقوں کو
بر باد مست کرو!

بہر حال اب آیت کا اگلا جملہ ملا خطہ فرمائیے۔ ارشاد ربانی ہے۔
 وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ۔ یعنی تم لوگ یقین رکھو کہ خدا کا
 ارادہ آدمی اور اس کے دلی ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ
 ہے کہ آدمی ہزاروں ارادے کرتا ہے۔ مگر اللہ کا ارادہ غالب ہے بغیر اس کے
 ارادہ کے آدمی کا کوئی ارادہ پورا نہیں، مگر حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ عَرَفْتُ رَبِّي بِفَسْخِ الْعَزَائِدِ؟
 یعنی میں نے اپنے رب کی اس طرح بھی معرفت حاصل کی کہ میرے ارادے فسخ
 ہو جاتے ہیں۔ یعنی انسان بڑے بڑے عزم کے ساتھ کسی بات کا ارادہ کرتا ہے
 مگر اپنی تمام کوششوں کے باوجود انسان کا ارادہ پورا نہیں ہوتا۔ یہ دلیل ہے
 کہ کوئی ایسا نہ بردست طاقت مند ہے جو ہمارے ارادوں کی چٹانوں کو پاش پاش
 کر دیتی ہے اور یقیناً یہ طاقت وہی ہے جس کا نام اللہ ہے! آیت کا آخری جملہ
 یہ ہے کہ وَأَنْتَ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ یعنی تم یہ بھی یقین رکھو کہ تم
 اچھا ارادہ کرو یا بُرا۔ نیک عمل کرو یا بد۔ بہر حال تم کو ایک دن واحد قہار کے دربار
 میں حاضر ہو کر اپنے تمام اعمال کا حساب دینا پڑے گا مطلب یہ ہے کہ قیامت
 پر ایمان رکھو اور دربار خداوندی میں حاضر ہو کر حساب و کتاب کا ہر وقت دھیان
 رکھو!

میرے بزرگو اور بھائیوں! یاد رکھو! کہ آخرت سے بے خوفی اور خدا سے
 سرکشی یہ اہل جہنم کی نشانی ہے۔ اور دربار خداوندی کی حاضری کا ڈر یہ اہل
 جنت کی نشانی ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ خَائِفَتُكَ مِنَ اللَّهِ وَالْإِنشَاءِ
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ۔ یعنی جو شخص خدا سے سرکشی
 کرے گا اور دنیا کی زندگی کو آخرت سے بڑھ کر سمجھے گا۔ یقیناً اس کا ٹھکانہ جہنم
 ہے۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ
 یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور

نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ
فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

میں کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے
نفس کو نفسانی خواہشات سے روک

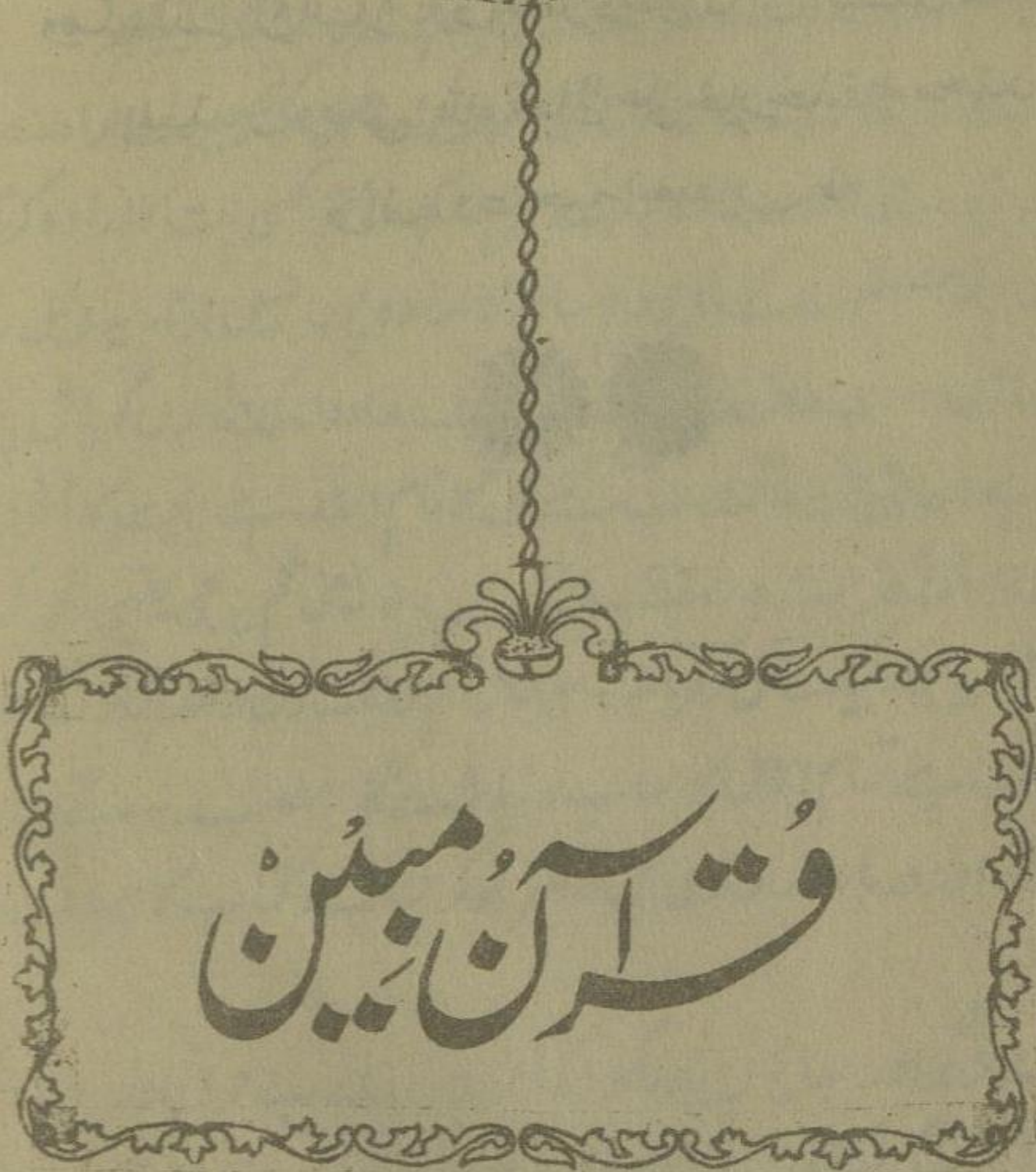
لیا تو یقین کر لو کہ اس کا ٹھکانا جنت ہے

ۛ

برادرانِ ملت! بس میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔

وما علينا الا البلاغ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِن الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ
وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ ط





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي أنزل القرآن والصلوة والسلام
على حبيب الرحمن وعلى اله وصحبه ما دام النيران
أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَى لِّلْمُسْتَقِيمِينَ ۝ الَّذِينَ
يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝
وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۝ وَ
بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۝
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

(بقرہ)

برادران گرامی! سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں میں نے تلاوت کی ہیں۔ قرآن مجید
کی عظمت شان، اور اس کے معجزانہ انداز بیان، کی کچھ تھلکیاں دکھا کر آپ کو اس
کتاب مقدس کی ربانی تعلیمات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ میرا ایمان
ہے کہ قرآن پر عمل کئے بغیر مسلمان دونوں جہان کی ترقی سے محروم ہی رہیں گے
برادران اسلام! سب سے پہلی چیز تو آپ یہ ذہن نشین کر لیں کہ قرآن مجید
خداوند قدوس کی وہ کتاب مبین ہے جو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے
معجزات میں سے ایک بہت بڑا معجزہ ہے! حضرات! معجزہ تو ہر نبی کو منجانب اللہ
عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پروردگار عالم نے
کچھ خاص خاص معجزات کے ساتھ نوازا جن کو انبیاء کرام نے امتوں کے سامنے
نبوت کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا لیکن معجزات میں یہ چیز خاص طور پر قابل غور ہے

کہ عموماً جس دور میں جو چیز انتہائی عروج و کمال کی بلندی پر پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ اس زمانے کے نبی کا معجزہ بھی اسی قسم کا ہوتا ہے۔ جو تمام باکمالوں کے کمالات پر غالب ہو کر اور خصوصاً امتیاز کے ساتھ ممتاز ہو کر، نبی کا اعجاز بن جاتا ہے۔

دیکھئے! قوم ثمود کے زمانے میں
حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی | پتھروں کی صنعت انتہائی عروج

پر تھی۔ یہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر بہترین محلات، حسین مورتیاں، خوبصورت مجسمے بنایا کرتے تھے اور اپنے اس فن کے کمال پر انہیں بڑا گھمنڈ تھا۔ اس لیے اس قوم کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو خداوند عالم نے یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ایک پتھر کی چٹان آپ کے حکم سے پھٹ گئی اور آپ نے اس میں سے ایک زندہ اونٹنی نکالی۔ آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر قوم ثمود آپ پر ایمان لائی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جس دور میں منصب رسالت پر سرفراز کئے گئے یہ وہ زمانہ تھا کہ سحر و جادوگری کا فن اپنے عروج و کمال کی انتہائی منزل پر پہنچا ہوا تھا۔ اور ہر چہار طرف نظر بند یوں اور شعیبہ بازیوں کا دور دورہ تھا۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا کیا گیا۔ جو تمام سحر و جادوگری کے طلسمات پر غالب ہو کر معجزہ نبوت کا اعلیٰ نشان بن گیا اور تمام جادوگر اس کی شان اعجاز کے آگے سر بسجود ہو کر خداوند قدوس کی خدائی پر ایمان لائے اور فرعون کی باطل خدائی کا جنازہ نکل گیا۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ
عصا موسوی اور جادو کے سانپ | علیہ السلام نے جب فرعون کے

دربار میں پہنچ کر اس کی باطل خدائی کو چیلنج کیا اور عصا و ید بیضا کا معجزہ دکھا کر اس کو مجبور حقیقی کی عبادت کے لئے دعوت دی تو اس معزور و سرکش نے آپ کو جادوگر کہا اور اپنی پوری سلطنت کے جادوگروں کو آپ کے مقابلے کے لیے جمع کیا۔ اور ان کو بڑے بڑے اعزاز و اکرام کا لالچ دیا چنانچہ تمام جادوگر اپنی اپنی تو مڑی، کمند ل، جنتر منتر، رسی لائٹھی وغیرہ پورے جادو

کا سامان لے کر آن پہنچے۔ ادھر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس حق دباطل کے معرکے میں اپنا عصا لے کر تشریف لائے جادوگروں نے اپنی اپنی رستیوں اور لاٹھیوں کو پھینکا، تو ان کے جادو کے زور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ سانپ بن کر دوڑ رہی ہیں۔ تھوڑی دیر میں سارا میدان سانپوں سے بھر گیا اور تمام دیکھنے والے حاضرین اس نظر بندی سے مسحور ہو کر حیران رہ گئے اس وقت

رب العالمین کا ارشاد ہوا کہ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْآخِزُ .

یعنی اے موسیٰ (علیہ السلام) تم بالکل مت ڈرو! اور یقین رکھو کہ تمہیں غالب رہو گے۔

وَأَتَى مَا فِي يَمِينِكَ تَلَقَّفْ مَا صَنَعُوا . ا۱۔ ۱۔ موسیٰ علیہ السلام تمہارے داہنے

اتھا صنعوا کید سحر و ولا یفدح ہاتھ میں جو عصا ہے اس کو زمین پر ڈال دو

الساحر حیث آتی ہ وہ ان کی ساری بناوٹوں کو نکل جائے گا۔

ان کی ساری بناوٹیں جادو کا فریب ہیں۔ اور جادو گر کہیں بھی آئے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا! چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا جو زمین پر ڈالا تو وہ ایک غضب ناک اثر دھا بن کر منہ پھاڑتا ہوا آگے بڑھا اور تمام جادو کے سانپوں کو ان واحد میں نکل گیا۔ جادوگروں نے جب اس منظر کو دیکھا تو ان کی چشم بصیرت کھل گئی اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہے وہ ہرگز ہرگز جادو نہیں ہو سکتا۔ بلکہ پیغمبر صادق کا معجزہ ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

فَأَتَى السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا . یعنی تمام جادو گر سجدے میں گر پڑے

رَبِّ هَؤُلَاءِ وَمُوسَىٰ . اور بولے کہ ہم حضرت ہارون و موسیٰ علیہما

(طہ، پ، رکوع ۷) سلام کے رب پر ایمان لائے۔

غرض اعجاز موسیٰ کے سامنے سحر و جادو گری کے طلسمات کی دھجیاں بکھر گئیں اور فرعون کی باطل خدائی کا بت پاش پاش ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس زمانے میں مبعوث

ہوئے یہ وہ دور تھا کہ فنِ طب اور حکمت کا کمال انتہائی عروج و ترقی پر تھا۔ بڑے بڑے
 حکماء و اطباء موجود تھے۔ جو قسم قسم کی بیماریوں کا حیرت انگیز علاج کرتے تھے۔ اس
 لیے خداوند قدوس نے اسی ماحول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عطا فرمایا
 چنانچہ آپ نے بنی اسرائیل کے ان حکماء اور اطباء کے سامنے یہ اعلان فرمایا کہ۔

اِنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیٰتٍ مِّنْ رَبِّکُمْ
 اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِّنَ الطَّیْرِ کَهَیئَتِ
 الطَّیْرِ فَاَنْفَخْتُ فِیْہِ فَبُکُوْنَ طَیْرًا
 بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَکْمَہُ
 وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتِی بِاِذْنِ
 اللّٰهِ

(آل عمران)

یعنی اے بنی اسرائیل! میں تمہارے رب
 کی جانب سے یہ معجزہ لے کر آیا ہوں کہ
 تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت بناتا
 ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ
 اللہ کے حکم سے پرند بن جاتی ہے اور میں
 مادرِ زاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفا
 دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردے
 کو زندہ کر دیتا ہوں۔

بنی اسرائیل کے حکماء اور اطباء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کارناموں کو دیکھ
 کر حیران رہ گئے اور ایمان لائے کہ یقیناً یہ کارنامے ایک نبی برحق کے معجزات ہیں۔
 اسی طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جب
 مبعوث ہوئے تو یہ وہ دور تھا کہ سارا عرب

قرآن شریف معجزہ ہے

آتشِ فصاحت و بلاغت سے تنور بنا ہوا تھا۔ شعراے عرب کے قصائد کعبہ معظمہ
 کی دیواروں پر معلق ہو کر سارے عالم کو چیلنج کر رہے تھے کہ اس سے بڑھ کر فصیح و
 بلیغ کلام ممکن نہیں اسی لیے رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
 کو ایسی فصیح و بلیغ کتاب مقدس کا معجزہ عطا فرمایا کہ تمام فصحاء عرب و عجم اصل و حرم
 اس کے مقابلے سے عاجز ہو گئے اور اعجازِ قرآنی کے حضور سب نے اپنی عاجزی کا
 اعتراف کر لیا۔ شروع شروع میں تو عرب کے ارباب فصاحت و بلاغت نے اپنی زبان
 دانی کے جوش میں یہ کہہ دیا کہ کَوْشَاوْ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا ؟ یعنی اگر ہم

چاہیں تو اس جیسا کلام ہم بھی بنا کر بول سکتے ہیں۔ مگر جب قرآن مقدس نے انہیں پہلی مرتبہ چیلنج دیا اور اس طرح للکارا کہ فَلْيَاثُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ اِنْ كَانُوا صٰدِقِيْنَ یعنی اگر یہ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو قرآن جیسی کوئی ایک بات لائیں قرآن کا یہ چیلنج سُن کر فضحائے عرب نے انتہائی کوشش کی مگر عاجز رہے۔ پھر قرآن نے دوبارہ اس طرح چیلنج کیا کہ قُلْ فَاْتُوا بِعَشْرِ سُورٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ۔ اچھا! اگر تم پورے قرآن کا مثل نہیں لا سکتے تو تم اس جیسی دس ای سو رتیں بنا کر لاؤ۔ مگر انتہائی جدوجہد کے باوجود یہ بھی نہ ہو سکا پھر قرآن مجید نے تیسری مرتبہ اس طرح للکارا کہ۔

فَاِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا	(یعنی) اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ
نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوا بِسُوْرَةٍ	اگر تمہیں اسی میں کچھ شک ہو جو ہم نے اپنے
مِنْ مِّثْلِهِ وَاذْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ	خاص بندے پر اتارا ہے تو تم اس جیسی ایک
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ	ہی سورہ لے آؤ! اور اللہ کے سوا اپنے
صٰدِقِيْنَ ۝	تمام حمایتیوں کو بلاؤ، اگر تم سچے ہو۔

اللہ اکبر! العظمۃ اللہ! قرآن کی عظمت شان کا بول بالا تو دیکھو! کہ عرب کے مدعیان فصاحت و بلاغت باوجود انتہائی کوششوں کے ایک سورہ بھی قرآن کے مثل نہ بنا سکے۔ اس کے بعد چوتھی مرتبہ مذاوند عالم نے یہ اعلان عام فرمادیا کہ

قُلْ لَّيْنِ اجْتَمَعَتِ الْاُنْسُ	یعنی اے محبوب! آپ اعلان فرمادیجئے
وَالْحِجْتُ عَلٰی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا	کہ خالی فضحائے عرب تو کیا چیز ہیں! اگر تمام
الْقُدْرَانِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهِ وَكَوْكَانَ	انسان و جن جمع ہو کر ایک دوسرے کی مدد
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (بنی اسرائیل)	کریں، پھر بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے

برادران ملت! چار پار مرتبہ قرآن کریم نے فصحاء عرب کو للکارا چیلنج دیا جھنجھوڑا اور یہاں تک فرمادیا کہ۔

فَاِنْ كُنْتُمْ تَفْعَلُوْا وَلٰكِنْ تَفْعَلُوْا	(یعنی) اگر تم قرآن کا مثل نہ لا سکو۔ اور
--	--

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ
وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

ہم فرمائے دینے ہیں کہ ہرگز ہرگز تم کبھی نہ لا
سکو گے تو تم اس آگ سے ڈرو جس کا
ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لیے
تیار کی گئی ہے۔

ۛ

مسلمانو! ایسے دلولہ انگیز چیلنج اور اتنی وعید شدید کے باوجود تاریخ شاہد ہے کہ
یہودہ سو برس کا طویل عرصہ گزر گیا، مگر قرآن نے جو کچھ **تَقَعَلُوا** کہہ کر غیب کی
خبر دی کہ قیامت تک بھی کوئی قرآن کی ایک سورہ کا مثل نہیں لاسکتا۔ واقعی آج
تک بھی کوئی شخص اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکا اور قرآن جیسی ایک سورہ بھی بنا کر نہ
لاسکا۔ یہ آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ قرآن مجید کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب نہیں
ہے۔ بلکہ یقیناً یہ کلام ربانی اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لاثانی
معجزہ ہے۔

خدا اور انسان کی بنائی چیزوں کی پہچان | برادرانِ ملت! میں اپنے

لئے کہ قرآن کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کی کتاب ہے۔
آپ کے سامنے اس بات کی پہچان کے لیے کہ کون سی چیز خدا کی بنائی ہوئی
ہے؟ اور کون سی چیز انسان کی بنائی ہوئی ہے؟ ایک بہترین معیار اور اعلیٰ
درجے کی کسوٹی پیش کرتا ہوں۔ اس معیار پر آپ نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں
کہ کون چیز خدا کی بنائی ہوئی ہے، اور کون چیز انسان کی بنائی ہوئی ہے۔

دیکھئے! خدا کی بنائی ہوئی اور انسان کی بنائی ہوئی چیزوں میں گھلا ہوا یہ فرق
ہے کہ جو چیز انسان کی بنائی ہوئی ہوگی اس کی نقل اور مثال بنائی جاسکتی ہے۔
مگر خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کی نقل اور مثال ہرگز ہرگز نہیں بنائی جاسکتی غور
کیجئے! آج روس چاند تک سفر کرنے کے لئے ایک راکٹ تیار کرتا ہے۔ تو کل
امریکہ اُسی جیسا دوسرا راکٹ بنا لیتا ہے۔ امریکہ آج ایک ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم

بناتا ہے۔ تو کل روس اس جیسا بم بنالیتا ہے۔ آج امریکہ ایک بہترین ہوائی جہاز بناتا ہے۔ تو کل روس اس کی نقل و مثال پیش کر دیتا ہے لیکن اگر کسی مجھڑ کا ایک پر ٹوٹ جائے تو خدا کی قسم امریکہ اور روس تو کیا؟ تمام دنیا کے سائنسدان بھی مجھڑ کا یہ پر نہیں بنا سکتے۔ ہزاروں ٹن وزنی ہوائی جہاز کو فضا میں اڑانے والے، مجھڑ کا ایک ٹوٹا ہوا پر بنا کر اس مجھڑ کو نہیں اڑا سکتے۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے اور صرف اس لیے! کہ راکٹ بم، ہوائی جہاز، یہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کے مثل دوسرا بنایا جاسکتا ہے۔ مگر مجھڑ کا پر چوں کہ خدا کا بنایا ہوا ہے اس لیے کوئی انسان اس پر کے مثل دوسرا پر نہیں بنا سکتا۔

برادرانِ اسلام! اس مثال سے ثابت ہو گیا کہ انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کا تو مثل ہو سکتا ہے۔ مگر خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کی مثال نہیں بنائی جاسکتی اب آپ اس معیار اور کسوٹی پر جانچ کر دیکھئے کہ دنیا کی ہر کتاب کی مثال تو بنائی جاسکتی ہے۔ مگر آج تک قرآن کریم کی ایک سورہ کی مثال بھی نہ لائی جاسکی۔ لہذا آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہو گیا کہ دنیا کی تمام کتابیں تو انسان کی بنائی ہوئی ہیں۔ مگر قرآن کریم خدا کی کتاب ہے اسی لئے قرآن حکیم نے فرمایا کہ ذِیْقَالِیْبِ لَآ تَرٰیثَ فِیْہِ یعنی قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کے کلام الہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ برادرانِ ملت! تو میں یہی عرض کر رہا تھا کہ قرآن کریم خداوند قدوس کا کلام اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ دیکھئے معجزے کی یہی شان ہوتی ہے کہ اس کی مثال لاتے سے دنیا عاجز رہتی ہے۔ ابھی آپ نے سنا کہ عصائے موسیٰ معجزہ تھا، کیوں کہ تمام جادوگر اس کے مقابلے سے عاجز ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنا معجزہ تھا۔ کیوں کہ تمام دنیا کے اطباء اور حکماء اس سے عاجز ہیں اسی طرح قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیوں کہ ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر و عاجز ہے۔

بہر حال میری تقریر سے دونوں مسئلے ثابت ہو گئے ایک تو یہ کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے دوسرا یہ کہ قرآن کریم معجزہ ہے اور دونوں مسئلوں کی دلیل یہی ہے کہ قرآن مجید کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔

فصحائے عرب پر تاثیر قرآنی

حضرات! یہی وجہ ہے کہ فصحائے عرب،

قرآن مجید سن کر اس کی فصاحت و بلاغت

سے اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ قرآن کا مقابلہ تو کیا کرتے؛ لرزہ بر اندام ہو کر یا تو قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کا اقرار کر کے مشرف باسلام ہو جاتے تھے یا قرآن کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کا اعتراف کر کے اپنی عاجزی کا اعلان کر دیتے تھے۔

حضرت جبیر بن مطعم جو فصحائے عرب میں شمار کئے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز فجر میں سورہ الطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جبیر بن مطعم قرآن کی آیتوں کو بغور سنتے رہے۔ جب اِنِّیْ عَذَابُ رَبِّکَ کَوَاقِعٌ مِّثْلُ مَا کَانَ مِنْ دَافِعٍ کی آیت کان میں پڑی تو جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا عذاب خداوندی میری طرف لپک رہا ہے۔ خوف الہی سے بدن کی بوٹی بوٹی اور جسم کا بال بال لرزنے اور کانپنے لگا۔ فوراً قرآن کے کلام الہی ہونے کا اقرار کر کے مشرف باسلام ہوئے۔ (اعجاز القرآن ابو بکر باقلانی صفحہ ۱۰۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اسلام دشمنی مشہور تھی رحمت عالم کا سر کاٹنے کے لئے شنگی تلوار لے کر گھر سے چل پڑے تھے۔ مگر بہن اور بہنوئی کی زبان سے جب سورہ طہ کی تلاوت سنی تو کلام الہی کی تاثیر سے دل کی دنیا میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ اسلام قبول کر لیا اور بنی کا سر کاٹنے چلے گئے تھے ان کے قدموں پر سرفرا کرنے کا زندگی بھر کے لئے عہد کر لیا۔ عتبہ بن ربیعہ خطیب قریش اور بڑا ہی ساحر البیان و فصیح اللسان انسان تھا۔ مگر جب رحمت عالم کی زبان سے سورہ حم کی ابتدائی آیتیں اس نے سنیں تو مارے دہشت کے اچھل پڑا۔ لرزہ بر اندام ہو کر ہانپتا کانپتا ہوا واپس لوٹ کر صنادید قریش سے کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ پڑھتے ہیں خدا کی قسم نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے۔ نہ کہانت ہے ان کے لفظ لفظ میں ایک ایسی پرتاثر لذت اور لرزہ بر اندام کر دینے والی ہیبت ہے جو دلوں کو موہ لیتی ہے اور قلوب میں خوف الہی کا سیلاب لاتی ہے اور خدا کی قسم ان کے

کسی لفظ کا بھی جواب ہمارے دامن فصاحت و بلاغت میں نہیں ہے۔
(اعجاز القرآن ص ۴۱)

ضماد بن ثعلبہ ازد کے قبیلہ سے تھے زمانہ نبوت میں یہ مکہ آئے طباہت اور
جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ راستے
میں جا رہے ہیں اور پیچھے لڑکوں کا غول ہے کفار مکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو مجنون کہا کرتے تھے لڑکوں کا غول دیکھ کر ضماد بن ثعلبہ نے بھی یہی قیاس کیا اور
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ اے محمد! میں جنون کا علاج کر
سکتا ہوں آپ نے حمد و ثنا کے بعد قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔ ضماد بن
ثعلبہ پر اتنا اثر ہوا کہ ان کے سینے میں دل دہل گیا اور اسی وقت وہ حلقہ بگوش
اسلام ہو گئے۔ (مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۳۵)

نجاسی بادشاہ حبشہ کے دربار میں جب حضرت جعفر کے سورہ مریم کی چند آیتیں
پڑھیں تو نجاشی پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔
برادران ملت! الغرض مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ عرب کے فضحا و ملغا و قرآن کو
سن کر اگر ان میں مقابلہ کی تاب و طاقت ہوتی تو وہ ضرور قرآن کا چیلنج قبول کر کے
قرآن کے مقابلہ میں ایسا ہی فصیح و بلیغ کلام بنا کر پیش کرتے مگر کسی نے بھی اس
کی جرات نہیں کی بلکہ بعض تو اس کو کلام الہی تسلیم کر کے مسلمان ہو گئے اور دوسرے
لوگ اگرچہ اپنے عناد کی وجہ سے آغوش اسلام میں تو نہیں آئے مگر قرآن کے مقابلہ
کی جرات وہ بھی نہ کر سکے۔

مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی! حد ہو گئی کہ اہل عرب بار بار پیغمبر اسلام سے جنگ
کرتے رہے۔ سینکڑوں مقتول ہوئے۔ سینکڑوں گرفتار ہوئے بار بار کی لڑائیوں
نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اسلام کو مٹانے کی کوششوں میں خود مٹ گئے اس سے
تو بہت آسان تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں ایک سورہ پیش کر کے بانی اسلام کی نبوت
کا خاتمہ کر دیتے۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرنے کی ان لوگوں

نے کبھی بھی جرات نہیں کی یہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ قرآن خدا کا کلام اور اپنی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جس کی مثال پیش کرنا قیامت تک غیر ممکن ہے۔

قرآن تمام علوم کا خزانہ ہے | برادرانِ ملت! قرآن مجید کی عظمت کو ہم

تمام علوم کا خزانہ ہے خود قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

تَبْيِيحَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ یعنی اسے محبوب! ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل

فرمائی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا مَا فَتَرْنَا فِي الْكِتَابِ

مِنْ شَيْءٍ ۚ ہم نے قرآن میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا سید المفسرین عبد اللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ كَوْضَائِهِ عِزٌّ عِزُّهُ كَوْجَدٌ شَيْءٌ

فِي كِتَابِ اللَّهِ ۚ یعنی اگر میرے اونٹ کے پاؤں کی رسی گم ہو جائے تو میں اس

کو قرآن میں تلاش کر کے پالوں گا۔ (التقان ج ۲ ص ۱۲۱)

ابو بکر بن مجاہد نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ اس عالم میں جو کچھ ہے ہر چیز کا قرآن

میں بیان ہے تو کسی نے سوال کیا کہ اچھا! بتائیے ان سراؤں کا ذکر قرآن میں کون

کہاں ہے؟ تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ ہاں، ہاں! سراؤں کا ذکر اس آیت میں ہے۔

لَكَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ ۚ

دیکھ لو وہ گھر جس میں کسی کی مستقل سکونت نہیں ہے اور اس میں تم اپنا سامان

رکھتے ہو وہ گھر سرے کے سوا اور کون ہے؟ سائل یہ مسکت و تسلی بخش جواب

سن کر قائل ہو گیا۔ (التقان ج ۲ ص ۱۲۲)

اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا خوب فرمایا کہ ے

جَمِيعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ

تَقَاعَدَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

یعنی تمام علوم قرآن کے اندر موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ لوگوں کی کوتاہ

عقلیں ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مدرسۃ الرسول کا کورس

حضرات گرامی! آج کل کالجوں اور یونیورسٹیوں کی بڑی کثرت ہے اور طرح طرح کے علوم و فنون کے کورس کی کتابوں کا انبار لگا ہوا ہے۔ مگر آپ کو خبر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدرسہ کھولا تھا اس کے نظام تعلیم کی نوعیت کیا تھی؟ سنیے! اس مدرسہ کی نہ کوئی عمدت تھی نہ کوئی فرنیچر، بس آسمان کی چھت تھی اور زمین کا فرش اور اس میں پڑھنے والے طلبہ کے لیے عمر کی بھی کوئی قید نہیں تھی۔ بارہ بارہ برس کے بچے اور اسی اسی برس کے بوڑھے سبھی اس اسکول کے طالب علم تھے۔ طلبہ کے ساتھ طالبات بھی اس اسکول میں تعلیم حاصل کرتی تھیں مگر اس اسکول کے لیے ایک قرآن کے سوا کورس کی کتاب نہ تھی اور خدا کے محبوب اعلم الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس اسکول کا کوئی مدرس نہیں تھا پورے تیسویں برس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے طلبہ و طالبات کو صرف قرآن مجید کا کورس پڑھایا۔ مگر دنیا کی امتحان گاہ میں جب ان طلبہ و طالبات کا امتحان لیا گیا تو ان طلبہ و طالبات میں تاریخ گواہ ہے کہ کیسے کیسے مدبر سیاسی قانون دان، جج، ماہرین اقتصادیات و دانشمندان معاشیات و تجارت جنرل فیلڈ مارشل، موجدین صنعت و حرفت، بے مثال و باکمال ماہرین پیدا ہوئے برادران ملت! آپ بتائیے کہ اگر قرآن میں تمام علوم کا خزانہ موجود نہ ہوتا تو صرف ایک قرآن پڑھ کر ایسے ایسے علوم و فنون کے ماہرین کیسے اور کہاں سے پیدا ہوتے، بھئی؟

صاحبو! فاروق اعظم جیسا جہاں گیری و جہاں بانی کرنے والا سلطان خالد بن الولید، ابو عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص جیسے فیلڈ مارشل، علی مرتضیٰ جیسا جج، ابو بکر صدیق جیسا مدبر سیاست و موسس سلطنت، عثمان غنی جیسا ماہر تجارت و اقتصادیات، ذرا بتاؤ تو سہی کہ آسمان علم و حکمت کے یہ روشن ستارے کون سے کالج و یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے؟ اس کے سوا کیا کہو گے؟ کہ یہ سب

مدرسۃ الرسول کے سند یافتہ اور صرف قرآن مجید کا کورس پڑھنے والے تھے۔
 برادران اسلام! لیکن افسوس کہ ہم مسلمانوں نے قرآن مجید کی کوئی قدر نہیں کی
 اپنے گھر میں ایسی نعمت بے بہا ہوتے ہوئے آج ہم یورپ و امریکہ کے کتب خانوں
 کو لپچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہماری مثال بالکل اس نادان انسان
 کی سی ہے کہ جس کی جیبوں میں لعل و یاقوت وغیرہ جواہرات پڑے ہوئے ہوتے تھے
 مگر وہ ان کی قیمت و قدر سے ناواقف تھا۔ اور شیشے کے چمکتے ہوئے ٹکڑوں کو
 لپچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یہی حال ہمارا ہے کہ قرآن جیسی کتاب ہمارے پاس
 ہے۔ مگر ہم اپنی کم علمی سے دوسروں کی ناقص کتابوں پر پروانوں کی طرح ٹوٹے
 پڑتے ہیں۔

شیر کا بچہ اور بکری کی غفلت | برادران ملت! ہر آنہ ماننے میں بالکل
 سچ عرض کرتا ہوں کہ آج ہمارا گریجویٹ

نوجوان انگریزی تعلیم و تربیت کی وجہ سے اپنی ہستی کی عظمت کو بھول گیا ہے۔
 عزیز و اور دوستو! مجھے ایک کہانی یاد آگئی۔ ایک شیر کے بچے کو بکریوں کا ایک
 چرواہا اٹھا لایا اور بکریوں کا دودھ پلا پلا کر اس کو پالا یہاں تک کہ شیر کا بچہ جوان
 ہو گیا۔ یہ جوان شیر بکریوں کے ساتھ جنگل میں گھومتا پھرتا تھا۔ بکریاں اس کو سینک
 مارا کرتی تھیں اور یہ سینک نہ ہونے کی وجہ سے بکریوں کی لڑائی سے بھاگا بھاگا
 پھرتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے اس کی ایک بوڑھے شیر سے ملاقات ہو گئی۔ اس
 نے کہا کہ بار! تم بکریوں کے درمیان رہتے ہوئے کبھی کسی بکری کا شکار کر کے
 کیوں نہیں کھاتے آخر تم کیسے شیر ہو؟ یہ تمہارے پنجے، یہ تیز ناخن، یہ نوکیلے دانت
 آخر قدرت نے تمہیں کس لئے عطا کئے ہیں؟ نوجوان شیر بکریوں کی صحبت سے
 اس قدر اپنی ہستی کو فراموش کر چکا تھا کہ اس نے بوڑھے شیر سے کہا کہ میں شیر
 کب ہوں؟ میں تو بکری ہوں۔ شکار کرنا میرا کام نہیں بوڑھے شیر کو اس کی غفلت
 پر رحم آگیا۔ اس نے کہا کہ اچھا! آؤ ہم تم اس چٹان پر بیٹھ کر ندی کے صاف و شفاف

پانی کا نظارہ کر لیں۔ اس طرح بوڑھے شیر نے نوجوان شیر کو پہلو میں بٹھایا۔ دونوں نے جب ندی کو جھانک کر دیکھا تو پانی میں دونوں کی تصویر نظر آئی۔ بوڑھے شیر نے کہا کہ اے شیر کے بچے! آج تو نے اپنی اصلی صورت دیکھ لی! اب تو مجھے بتاؤ کہ تو ان بکریوں کی طرح ایک بکری سے یا میری طرح ایک شیر سے؟ نوجوان شیر نے جوں ہی اپنی اصلی صورت پانی میں دیکھی اس گواپنے شیر ہونے کا یقین ہو گیا اور فوراً ہی اس کے ناخن اور پنجوں میں شجاعت کا کرنٹ دوڑنے لگا اور وہ ایک دم سامنے آنے والے ہر شکار پر جھپٹنے لگا۔

نوجوانانِ اسلام! بالکل یہی مثال تمہاری ہے کہ تم مسلمانوں کے بچے ہو لیکن انگریزوں نے تمہیں لارڈ میکالے کی تعلیمی اسکیم کا دودھ پلا کر تمہیں بالکل انگریز بنا ڈالا اور تمہیں خیر ہی نہ رہی کہ تم محمدی کچھار کے شیر یعنی مسلمان ہو تمہیں بتا ہی نہیں کہ تمہارے اسلاف! ابو بکر و عمر عثمان و حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے تم کو یاد ہی نہیں رہا کہ محمد بن قاسم اور طارق تمہارے ہم قوم تھے۔ تم بھول گئے کہ محمود غزنوی شہاۃ الدین غوری، سلطان صلاح الدین ایوبی، شاہ جہاں، عالمگیر، یہ سب تمہارے ہی بزرگوں کے نام ہیں۔ کاش! اے مسلم نوجوانوں! کبھی تم اپنی اصلی صورت دیکھ لیتے۔ میری دعا ہے۔ کہ کوئی بوڑھا مسلمان اسلامی آئینے میں تم کو تمہاری اصلی صورت دکھاوے اور تم کو یقین ہو جائے کہ تم انگریز نہیں ہو بلکہ تم مسلمان ہو۔ تم تو توحید الہی کے پرستار اور رسالتِ مصطفیٰ کے جاں نثار ہو۔ خدا کی قسم! جس دن تم اپنی اصلی تصویر دیکھ لو گے اور تمہارا شاندار ماضی تمہاری نظروں کے سامنے آجائے گا تو اس وقت تمہارے جسم کا رنگ گٹا اور بدن کا بال بال اسلامی کردار کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا اور تم جب سڑکوں پر چلو گے یا بازاروں میں نکلو گے تو اسلام کے دشمن بھی تمہاری صورت و سیرت کو دیکھ کر پکارا اٹھیں گے کہ یہ کشتی حق کا زمانہ میں سہارا تو ہے۔

عقبر نورات ہے دھندلا سا ستارہ تو ہے۔

برادرانِ ملت! وہ اسلامی آئینہ جس میں مسلم نوجوانوں کو ان کی اصلی صورت دکھائی جائے کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ تو میرے بزرگو اور بھائیو میں سچ کہتا ہوں کہ وہ اسلامی آئینہ قرآن ہے۔ تم قرآن کو سینے سے لگاؤ اس کو پڑھو اور پڑھاؤ اور اس کی مقدس تعلیمات پر عمل کرو۔ تو ان شاء اللہ تعالیٰ تم دونوں جہان میں ترقی کی اعلیٰ منزل پر پہنچ جاؤ گے اور اگر تم نے قرآنی تعلیمات سے منہ موڑ لیا اور صورت و سیرت میں اسی طرح انگریز بہادر بنے رہے تو پھر یاد رکھو کہ ذلت و رسوائی اور تباہی و بربادی کے غار میں گریڑنے کے سوا تمہارا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ مسلمانو! تم مانو یا نہ مانو! مگر یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ہم مسلمانوں کی بربادی کا سب سے بڑا سبب ہی یہ ہے کہ ہم قرآنی تعلیم کے صراطِ مستقیم سے ہٹ کر یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی ڈگر پر چل پڑے۔ سچ کہا ہے ڈاکٹر اقبال نے

ہر کوئی مسرت مے ذوقِ تن آسانی ہے تم مسلمان ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے۔
جیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر

اور تم غوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

سلف کا قرآن سے شغف | برادرانِ گرامی! ہمارے اسلاف اور بزرگوں کو قرآن سے کتنا شغف اور عشق تھا؟

اس کی چند مثالیں سن لیجئے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن مجید کے جمع و ترتیب کا انتہائی خاص اہتمام فرمایا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری سلطنت میں چار ہزار مسجدیں اور قرآن کے مدارس تعمیر کرائے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ بوقتِ شہادت بھی تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول تھے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوتِ قرآن کریم میں بیکتاہے صحابہ تھے۔ حضرت امامِ عظیم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی اور

ہر رات دو رکعتوں میں پورا قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے اور جیل خانہ کی جس کوٹھڑی میں آپ کی وفات ہوئی اس میں آپ نے سات ہزار ختم قرآن مجید پڑھا تھا ابو بکر بن محمد انصاری بھی چالیس برس تک عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھتے رہے۔ اور ساری رات نفلوں میں قرآن پڑھا کرتے تھے مشہور محدث ابو بکر بن عیاش کوئی کے انتقال کے وقت ان کی صاحبزادی رونے لگیں تو ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! تم روتی کیوں ہو؟ کیا تم ڈرتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ نورِ نظر! تمہیں کیا خبر؟ کہ میں نے اپنے مکان کے صرف اس ایک کونے میں چوبیس ہزار ختم قرآن مجید پڑھا ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چالیس برس تک عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی اور پندرہ برس تک مسلسل رات کو دو رکعتوں میں پورا قرآن مجید ختم فرماتے رہے۔ (تفصیل کے لیے میری کتاب اولیٰ رجال الحدیث پڑھو)

حضرات! یہ تو باکمال مردانِ خدا کی حکایات ہیں۔ تاریخِ **بنی بی شرف النساء** میں ایسی ایسی عورتیں بھی گزری ہیں جن کا قرآن مجید کے ساتھ محشوق بے مثال ہے۔ بنی بی شرف النساء جو مغل دور سلطنت میں پنجاب کے گورنر کی تخت جگہ تھیں۔ آج بھی لاہور میں ان کی قبر پر قرآن مجید کی ایک جگہ اور ایک تلوار رکھی ہوئی ہے جس کی تاریخ نہایت ہی غیرت آموز ہے جاوید نامہ میں پورا واقعہ اس طرح تحریر ہے کہ

گفت این کا شانہ شرف النساء است

مرغ بالش یا ملائک ہمنوا است؛

ایک واقفِ حال نے بتایا کہ یہ بنی بی شرف النساء کا آستانہ ہے جس کے گنبد کے پرندوں کی آواز میں فرشتوں کا نغمہ سمایا ہوا ہے۔
آں سراپا سوز و ساز و درد و داغ
حاکم پنجاب را چشم و چراغ

وہ سراپا سوز و ساز اور درود داغ والی خاتونِ عالمِ پنجاب کی چشم و چراغ اور
اس کی زندگی اس طرح گزری ہے

در کمر تیغ دو رو، قرآن بدست

تن بدن ہوش و حواس اند مست

ہر وقت کمر میں دو دھار والی تلوار اور ہاتھ میں قرآن، تن بدن، اور ہوش و حواس
کے ساتھ فانی فی اللہ، اور اللہ مست بن کر زندگی گزاری ہے

بہ لب ادچوں دم آخر رسید

سوئے مادر دید و مشتاقانہ دید

جب بی بی شرف النساء کے ہونٹوں پر آخری سانس آنے لگی اور وفات قریب
ہو گئی تو انہوں نے اپنی ماں کی طرف مشتاقانہ نگاہوں سے دیکھا اس وقت مملکت
کی ماری، دکھیاری ماں نے بیٹی سے کہا۔ نورِ نظر! کیا دیکھتی ہو؟ اگر کوئی تمنا ہو تو
کہہ دو! ہم تمہاری تمنا کو ضرور پوری کر دیں گے۔ اس وقت بی بی شرف النساء
نے یہ وصیت کی۔

اندریں عالم کہ میرد ہر نفس

دخترت را ایں دو محرم بود و بس

اے ماں! اس دنیا میں سب کو مرنا ہے۔ دیکھ! اس دنیا میں تیری بیٹی کے یہی

قرآن و تلوار دو محرم رہے ہیں بس میری آخری تمنا یہی ہے کہ

وقتِ رخصت با تو گویم ایں سخن

تیغ و قرآن را جدا از من مکن؛

اے ماں! بس رخصت ہوتے وقت تجھ سے یہی ایک بات کہتی ہوں کہ قرآن

اور تلوار کو مجھ سے جدا مت کرنا اور میری قبر پر تلوار اور قرآن رکھ دینا تاکہ قیامت تک

آنے والی نسلوں کو میری قبر سے یہ پیغام ملتا رہے کہ

مومنان را تیغ با قرآن بس است تربتو مارا، میں سا ماں بس است

یعنی مومنین کو تلوار اور قرآن کافی ہے۔ ہماری تربت کے لیے یہی سامان کافی ہے۔

برادرانِ ملت! آپ نے سنا؟ بی بی شرف النساء کی کہانی! اللہ اکبر! قرآن سے یہ والہانہ عشق! کیا اس زمانے کی عورتوں میں اس کی مثال مل سکتی ہے؟ خداوند دندقدوس بی بی شرف النساء کی قبر کو اپنی رحمت کے پھولوں سے بھر دے اس خاتونِ ملت کی قبر ہمیں کتنا مقدس اور ایمان افروز پیغام دے رہی ہے؟

چند تفسیریں | حضرات! قرآن مجید کے ساتھ سلف صالحین کے والہانہ شغف و عشق کا کیا کہنا؟ آج تک ہزاروں تفسیریں لکھی گئیں اور تفاسیر بھی کیسی

کیسی؟ اللہ اکبر! دس پارچے جلدوں والی تفسیریں تو آج بھی سیکڑوں پھپی ہوئی ملتی ہیں۔ ایسی ایسی ضخیم تفسیریں علماء و سلف نے تحریر فرمائی ہیں کہ آج کل کوئی ان کے مطالعہ کی بھی ہمت نہیں رکھتا امام حجۃ الاسلام کی تفسیر ”یا قوت التکادیل“ چالیس جلدوں میں ہے۔ تفسیر ابن قیم کی ایک سو جلدیں ہیں۔ ”تفسیر الادقوی“ کی ضخامت ایک سو بیس جلد ہے۔ ابو بکر بن عبد اللہ نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتدائی پچاس آیتوں کی تفسیر لکھی تو ایک سو چالیس جلدیں تیار ہو گئیں اور امام ابوالحسن اشعری کی تفسیر چھ سو جلدوں میں ہے یہ تفسیر امام سیوطی کے زمانے تک مفسر کے کمر خانہ میں موجود تھی۔ (حاشیہ الدولۃ المکیہ ص ۳۷)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر اتنی ضخیم لکھ دوں کہ ستر اونٹوں کا بوجھ تیار ہو جائے صرا

سبحان اللہ! اس سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم قرآن کی وسعت کا اندازہ لگائیے اور یہ بھی غور کیجئے کہ قرآن کریم کتنے علوم و معانی کے خزانوں کا بحرِ ناپیدا کنار ہے؟ کیوں نہ ہو؟ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ۔

لَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ
مِنْ كَثْرَتِهِ التَّرَدُّ وَلَا يَنْقُضُ
عَجَائِبُهُ - (ترمذی)

یعنی علماء قرآن سے کبھی آسودہ نہیں
ہوں گے اور کتنا زیادہ بھی بار بار قرآن
کو پڑھا جائے مگر قرآن پرانا نہیں ہوگا اور اس
سے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے۔

اشعتہ اللمعات میں ہے۔ یعنی قرآن کے معانی و علوم کبھی ختم نہ ہوں گے اس لئے
علماء قرآن مجید سے کبھی آسودہ نہ ہوں گے۔ ص ۱
پڑھیے درود شریف۔

اللہم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم۔

برادران ملت ایہ بھی سن لیجئے کہ قرآن مجید کی
تلاوت کا کیا ثواب | تلاوت کا کیا ثواب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

فرماتے ہیں کہ۔

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ
فَلَكَ بِهِ حَسَنَةٌ وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ
أَمْثَلِهَا لَا أَقُولُ الْحَرْفَ حَرْفٌ
بَلْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلامٌ حَرْفٌ
وَمِيمٌ حَرْفٌ۔

(مشکوٰۃ ص ۱۸)

یعنی جس نے ایک حرف اللہ کی کتاب
کا پڑھا اس کو ایک بڑی نیکی ملے گی اور اس
ایک نیکی پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا میں
نہیں کہتا کہ اللہ ایک ہی حرف ہے بلکہ
الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے
اور میم ایک حرف ہے مطلب یہ ہے کہ جس
نے صرف آلف پڑھا اس کو تیس نیکیاں ملیں
گی۔

اور قرآن پڑھ کر جو اس پر عمل بھی کرے اس کے درجات کی بلندی کا کیا کہنا؟ حضور
سرد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ

ص (حاشیہ الدولۃ المملکیہ ص ۳۴)

یعنی جو قرآن پڑھ کر اس پر عمل کرے۔

اَلَيْسَ وَالِدَاهُ تَاَجِبَا يَوْمَ
الْقِيَمَةِ ضَوْءًا اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ
الشَّمْسِ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي
عَمِلَ هَذَا -

کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ
کو ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اس کی روشنی
سورج سے بڑھ کر ہوگی تو تمہارا کیا گمان ہے
اس شخص کے بارے میں جو قرآن پر عمل کرے گا

(مشکوٰۃ، ص ۱۸۳)

برادران ملت! افسوس کہ آج ہم مسلمانوں میں تعلیم قرآن کا ذوق بالکل ہی فنا ہو گیا
بچے کو انگریزی پڑھانے کے لیے اگر ٹیوشن پر کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے تو اعلیٰ سے
اعلیٰ قابلیت کا ماسٹر تلاش کریں گے اور پچاس روپے ماہوار دینے میں بھی دریغ نہ
نہیں کریں گے مگر بچے کو قرآن شریف پڑھانے کے لیے عموماً کوئی نابینا حافظ جی
تلاش کئے جاتے ہیں تاکہ پانچ روپے ماہواری پر کام چل جائے اور قرآن پڑھنے
کا یہ ذوق ہے کہ جب کسی کی جاں کنی کا وقت شروع ہوتا ہے تو آسانی سے جان
نکلنے کے لئے سورہ یسین کی تلاوت کر لیتے ہیں اور اگر کوئی عزیز مر جاتا ہے
تو خود تو قرآن پڑھنے کی توفیق ہوتی نہیں بلکہ مسجدوں اور مدرسوں میں پڑھا ہوا قرآن
مانگتے پھرتے ہیں پھر جیسی نیت دیا ثواب حافظ جی اور ملا جی بھی سوار وہ فی
قرآن کے حساب سے نذرانہ لے کر ایک ایک دن میں دس دس ختم قرآن مجید
کا ثواب بخشے رہتے ہیں۔ بھائی ایسے حافظوں سے بھی خدا کی پناہ! یہ لوگ عجیب
عجیب دھندے کرتے ہیں۔ حافظ رمضان کا قصہ تو آپ لوگوں نے سنا ہوگا!

حافظ رمضان بھائیو! ایک بھٹے حافظ رمضان نام تو کچھ اور تھا مگر رمضان
اس لئے کہلاتے تھے کہ گیارہ مہینہ تک یہ قرآن شریف کو
اتنے اونچے طاق پر رکھتے تھے کہ بھول کر بھی اس پر ہاتھ نہ پڑے مگر رمضان کا چاند
دیکھتے ہی یہ قرآن شریف کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اور قرآن بھی اتنا تیز پڑھتے تھے کہ
سننے والوں کو سوائے یعلیٰ اور تعلیٰ کے کچھ بچے نہیں پڑتا تھا یہ حافظ
رمضان کہیں تراویح پڑھائے گئے دو سو روپیہ اجرت ٹھہرا کر تراویح پڑھائی۔ مگر

گاوڑں والے پورے چار سو بیس تھے جب تیسوں تراویح پوری ہو گئی تو حافظ جی کو سبھوں نے ایک سو روپیہ دے کر ٹر خا دیا۔ حافظ جی کو غصہ آیا۔ تو بولے کہ مجھے دو سو پورے دے دو اور نہ میں تمہاری تیسوں تراویح بردار کروں گا۔

گاوڑں والے بولے کہ اب تم کیسے ہماری تراویح خراب کر سکتے ہو؟ اب تو تراویح پوری ہو چکی! حافظ جی نے تڑپ کر کہا کہ جادو مردو! میں نے سب تراویح بلا وضو کے پڑھائی تھی۔ لو! اب تو تمہاری تراویح غارت ہو گئی؛ کیوں کہ یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام یہ کہہ دے کہ میں نے بلا وضو غار پڑھائی ہے۔ تو سب مقتدیوں کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

بہر حال برادرانِ ملت! اپنے حال پر رحم کرو اور قرآن مجید کا سچا ذوق پیدا کرو یا دیکھو! یہ قرآن ہی تمہارے دین کا نشان ہے۔ مسلمانو! اگر تمہارے سینوں میں قرآن ہی نہ رہا تو پھر سمجھ لو! کہ تمہارے سینوں میں نور ایمان نہ رہا۔ اسی لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ۔

إِنَّ الَّذِي كَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ
مِّنَ الْقُرْآنِ كَأَنِّي أَخْرَجْتُهُ مَكُونًا
یعنی جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہ رہا وہ ایک دیران گھر کے مانند ہے۔

برادرانِ اسلام! کتنے رنج و قلق کی بات ہے کہ آج ہمارا گریجویٹ طبقہ دنیاوی تعلیم کا تو اس قدر شیدائی ہے کہ اس کو امریکہ، یورپ اور روس کا تو پورا پورا۔ جغرافیہ یاد ہے ان سب ملکوں کے ایک ایک ریٹورنٹ ایک ایک سینما گھر اور ایک ایک کلب کا نام اور اس کی پوری مہتری کے حافظ صاحب بنے ہوئے ہیں۔ ابراہیم لنکن، پنولین، لینن، اسٹالین کی سوانح عمریوں کو زبانی یاد کئے ہوئے ہیں۔ مگر قرآنی تعلیمات اور اسلامی نظریات سے اس قدر جاہل ہیں کہ ضروریات دین تک کی خبر نہیں اپنے پیغمبروں، خلفائے راشدین اور اپنے دین و مذہب کے امیردوں سے قطعاً ناواقف ہیں۔ عقائد و اعمال اسلام سے بالکل ہی کورے ہیں۔

بزرگو اور بھائیو! آپ اس غلط فہمی میں نہ پڑیں کہ میں دنیاوی تعلیم کا مخالف ہوں نہیں
 نہیں! حاشا۔ کلا۔ ہرگز نہیں! اسلام نے کبھی کسی کو دنیاوی تعلیم سے منع نہیں کیا
 میں کہتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ تم شوق سے ہندی پڑھو۔ انگریزی پڑھو۔ بی اے
 اور ایم اے سے بھی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرو یہ سب جائز ہے مگر میں تم سے
 صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو مسلمان بن کر حیو اور مسلمان
 بن کر مرو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم اسلامی تعلیم بھی ضرور حاصل کرو اور اپنے
 دین و مذہب سے واقفیت حاصل کرو! صدر مہ ہے تو صرف یہ کہ ہے کہ ہے
 ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالین ہیں ایرانی

لہو منجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

امارت کیا؟ شکوہ خسرو می بھی ہو تو کیا حاصل

نہ زور حیدری تجھ میں نہ استغنائے سمانی

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں

کہ استغنائے پاٹی میں نے معراج سمانی

برا دران اسلام! اب میں آیت مبارکہ کا ترجمہ اور اس کی مختصر تشریح و توضیح کرتا
 ہوں۔ بغور سنئے! خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اَلْحَقُّ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ
 یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

بزرگو اور بھائیو! میں نے اَلْحَقُّ کا کوئی ترجمہ نہیں کیا اس لیے کہ اور سورتوں کے
 شروعات میں جتنے بھی حروف مقطعات ہیں یہ سب آیات متشابہات میں سے
 شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کا علم اللہ و رسول کے سوا کسی کو نہیں یعنی یہ حروف اللہ و
 رسول کے درمیان ایسے رموز و اسرار ہیں جن سے اللہ و رسول کے سوا کوئی بھی
 واقف نہیں اس لیے ان حروف مقطعات کے معنی کی چھان بین اور تلاش و جستجو
 کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس ان آیات متشابہات پر اس طرح ایمان لانا ضروری
 ہے کہ ان لفظوں سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے وہ حق ہے۔ اور ہمارا اس پر

ایمان ہے۔

برادرانِ گرامی: ہاں مگر یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ آیات متشابہات کا علم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حاصل ہے۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ان آیتوں کی مراد کو جاننا ضروری ہے کیوں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیتوں کا علم نہ حاصل ہو تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول سے ایسی باتیں فرمائیں جن کو رسول سمجھ ہی نہ سکے تو یہ ایک بالکل ہی لغو کام ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے کسی لغو کام کا ہونا محال ہے اہل علم جانتے ہیں کہ بلاغت کا دار و مدار ہی اس پر ہے کہ کلام موقع، محل، ماحول کے عین مطابق ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ کلام کرنے والا اپنے مخاطب سے ایسا ہی کلام بولے جس کو مخاطب سمجھ لے دیکھئے! اگر کوئی شخص کسی جاہل گنوار، کھڑیا بہادر سے انگریزی میں بات چیت کرے اور وہ جاہل گنوار ایک لفظ بھی نہ سمجھے تو آپ ہی بتائیے کہ یہ بلاغت ہوگی یا سراسر حماقت و لغویت؟

بزرگو! اور بھائیو! مجھے اس وقت ایک نواب صاحب کا لطیفہ یاد آگیا

نواب صاحب کی اردو | سنا ہے کہ ایک نواب صاحب بہت فصیح و بلیغ اردو بولنے کے مریض تھے جب تک وہ

اپنی بول چال میں دو تہائی فارسی و عربی الفاظ کی پتھر نہیں ٹھونکتے تھے ان کی زبان اور ہونٹوں کو بولنے میں مزا ہی نہ آتا تھا۔ ہر شخص سے وہ ایسی ہی تگڑی اردو بولا کرتے تھے۔ اتفاق سے کسی دن ان کے چند گنوار رعایا گاؤں سے چل کر نواب صاحب کا درشن کرنے کے لیے کوٹھی میں آئے گنواروں نے جھک کر نواب صاحب کو سلام کیا تو نواب صاحب نے نہایت خطیبانہ انداز میں فرمایا کیوں؟ اے دہقان ناہنجار! ہنوز کشت زار پر تقاطر امطار، بقتل ایندو عفار ہوا کہ نہیں؟ گنوار بے چارے کچھ بھی نہ سمجھے۔ منہ میکتے رہ گئے۔ گنواروں کا چودہری بولا کہ چلو بھئیں باہر! ابھی میاں قرآن پڑھتے ہیں جب قرآن کھتم ہو جائی۔ تب ہم فی

کا آؤں جانی۔ سیدھی سی بات تھی کہ ابھی گاؤں میں برسات ہوئی یا نہیں؟ مگر نواب صاحب اپنی بلاغت کا مظاہرہ کرنے کے لیے ایسے ایسے لمبے چوڑے اور موٹے الفاظ فارسی و عربی کے بولنے لگے کہ غریب گتواروں نے یہ سمجھا کہ میاں ہم سے بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ بھلا نواب صاحب کی اس لغویت کو بلاغت سے کیا تعلق۔ بہر کیفیت یہ کلام کا اصول اور بلاغت کی جان ہے کہ متکلم ہمیشہ اپنی گفتگو ایسے الفاظ اور ایسے انداز میں کرے کہ مخاطب متکلم کے کلام کو سمجھ لے اور اگر کسی متکلم نے اپنے مخاطب سے ایسا کلام کیا جس کو مخاطب نہ سمجھ سکا تو یہ متکلم کی لغویت ہو جائے گی اسی لئے میں نے عرض کیا کہ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ حروف مقطعات اور آیات متشابہات کا علم خدا کے محبوب احمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا کے بتاتے سے حاصل ہے کیوں کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے گا کہ آیات متشابہات و حروف مقطعات کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل نہیں ہے تو اس وقت یہی لغویت لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اپنے محبوب پر اتارا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے ایسا کلام فرمایا جس کو محبوب نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔ تو یہ تو معاذ اللہ! ایک لغویات ہوئی! بہر کیفیت آلہ کے معنی اللہ و رسول جانتے ہیں ہم اس کے معنی نہیں جانتے مگر اس لفظ سے اللہ و رسول کی جو مراد ہے وہ حق ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔

برادرانِ ملت! ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِیْهِ۔ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت کے اعجاز اور اپنی صداقت و حقانیت میں ایسی اعلیٰ منزل پر پہنچا ہوا ہے کہ اگر کوئی انسان انصاف کی نگاہوں سے قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا تو ہرگز ہرگز اس کو اس کتاب کے کلام الہی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہے گا یعنی یہ کتاب اس لائق ہی نہیں ہے کہ کوئی صحیح فہم و فراست والا انسان اس کے کلام الہی ہونے میں شک کرے بلکہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ جو اس کو دیکھے گا یقیناً اس کی پر تاثیر صداقت و حقانیت اور معجزانہ شان و نورانیت

کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے گا کہ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۔
 یعنی یہ وہ کتاب ہے کہ اس کے کلام الہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ظاہر ہے
 کہ قرآن کے معجزات، غیب کی خبریں باوجود قلتِ حجم کے علوم اولین و آخرین کا روشن
 بیان، یہ وہ شواہد ہیں جو بھنجھوڑ بھنجھوڑ کر ایک سلیم العقل انسان کو اس حقیقت کے
 اعتراف پر مجبور کر دیتے ہیں کہ یقیناً قرآن کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ خداوندِ قدوس
 کا کلام ہے۔ قرآن کی صداقت و حقانیت کے انوارِ حق میں و حق شناس نگاہوں
 سے کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتے بلکہ ہر دیکھنے والا اس کو اس طرح دیکھ سکتا ہے جیسے
 کہ کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

كَالْبَدْرِ مِنْ حَيْثُ انْتَفَتَ رَاٰیْتَهُ يَهْدِيْ اِلَى عَيْنِيْكَ نُورًا تَاقِبًا
 كَالشَّمْسِ فِيْ كَيْدِ السَّمَاءِ وَضَوْئُهَا يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَمَغَارِبًا (آقان)
 یعنی قرآن کی مثال چودھویں رات کے چاند جیسی ہے کہ تم جہاں سے بھی چاند کو
 دیکھنا چاہو گے دیکھ لو گے اور چاند تمہاری آنکھوں کو چمکتے ہوئے نور کا ہدیہ ہر جگہ
 سے بھیجتا رہے گا۔ یا یوں سمجھ لو کہ قرآن سورج کی طرح ہے کہ اگرچہ وہ آسمان کے
 جگر میں پویست ہے مگر باوجود اس قدر دور ہونے کے روئے زمین کے تمام شہروں
 کو اس کی روشنی نے ڈھانپ رکھا ہے۔

براہِ راست اسلام! قرآن مجید کی صفت بیان فرماتے ہوئے خداوندِ عالم نے ارشاد
 فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی قرآن مجید ان انسانوں کے لیے ہدایت ہے جو پرہیز
 گاری کا ارادہ رکھتے ہیں اور تقویٰ کی زندگی کے طالب ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ بد نصیب
 انسان جو اپنی سرکشی و گمراہی کی دلدل میں اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ اس سے نکلنا
 ہی نہیں چاہتے اور حق کے دیکھنے سے اندھے، حق کے سننے سے بہرے حق کے
 بولنے سے گونگے بنے ہوئے ہیں۔ انہیں قرآن مجید سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ اس کی
 مثال ایسی ہے کہ جیسے موسلا دھار بارش میں کوئی برتن اونڈھا پڑا ہو۔ تو ظاہر ہے کہ
 اس میں ایک قطرہ پانی بھی نہیں پہنچے گا اور جو برتن اپنا منہ کھولے ہوئے بارش میں

پڑا ہوگا یقیناً بارش اس برتن کو پانی سے لبریز کر دے گی۔ اسی طرح جو شخص تقویٰ و پرہیزگاری کا طالب ہی نہ ہوگا تو اگرچہ قرآن کی ہدایت موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہے مگر وہ بدنصیب اور ندھے برتن کی طرح ہدایت سے محروم ہی رہے گا۔

برادرانِ گرامی! اب آگے متیقن کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ
وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ مِنْ
رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝

یعنی متقی وہ لوگ ہیں جو بن دیکھے
صرف رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمادیتے
سے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں
اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی روزی میں سے
خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! متقی کی پہلی صفت ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ ہے یعنی بغیر آنکھ
سے دیکھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمادیتے سے ایمان لانا اس طرح
ایمان لانا یہ ایمان بالغیب ہے۔ دیکھئے! ہم نے آپ نے کبھی خداوند تعالیٰ کا
ویدار نہیں کیا پل صراط، میدانِ محشر، جنت، دوزخ کو نہیں دیکھا۔ مگر جب رسول نے
فرمادیا کہ خدا ایک ہے اور جنت و دوزخ موجود ہیں تو ہم لوگ اس فرمان رسول کی وجہ
سے دلوں کی گہرائی سے ایمان لاتے اور اپنی زبانوں سے اس کی شہادت دیتے
ہیں۔ کیوں نہ ہو؟ کہ رسول کا کسی بات کو فرمادینا ہماری آنکھوں کے دیکھنے سے ہزاروں
لاکھوں درجے بڑھ کر ہے۔ اجی! ہماری آنکھ تو بہت مرتبہ ہم کو دھوکا دیتی ہے۔ مگر
فرمانِ مصطفیٰ میں ہرگز ہرگز کبھی دھوکا نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے ہم ریل گاڑی پر سفر کرتے ہیں
تو ہمیں ایسا نظر آتا ہے کہ درخت جاگ رہے ہیں۔ حالاں کہ یہ ہماری آنکھوں کا
صریح دھوکا ہے کیوں کہ درخت تو اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ آنکھ کی دیکھی ہوئی چیز قابلِ بھروسہ نہیں ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے جو کچھ فرمایا دیا اور جس چیز کو جیسا بتا دیا وہ قطعاً و یقیناً ہر طرح قابلِ بھروسہ
و لائقِ اطمینان ہے۔ بہر حال متقی کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ ہر فرمانِ مصطفیٰ پر

بغیر آنکھ سے دیکھے ایمان لائے اور اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں سے بڑھ کر رسول خدا کے فرمان پر بھروسہ اور اطمینان و یقین رکھے! خیر اب متقی کی دوسری صفت سنئے! ارشاد فرمایا: **تُحَقِّقُ مَوْتِ الصَّلَاةِ** یعنی متقی وہ ہے جو ایمان بالغیب کے ساتھ نماز بھی قائم کرے دیکھئے یہاں یہ نکتہ یاد رکھیے! یہ نہیں فرمایا کہ متقی وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ جو نماز قائم کرتے ہیں۔ آپ نے کچھ سمجھا! دیکھئے نماز پڑھنا یہ اور چیز ہے اور نماز کو قائم کرنا یہ اور چیز ہے! نماز قائم کرنے کا یہ مطلب ہے کہ نماز کو اس کے تمام حقوق و آداب کے ساتھ ادا کریں خالی نماز پڑھ لینا تو سب کو آتا ہے مگر نماز کو اس کے حقوق و آداب اور پورے شرائط کے ساتھ ادا کرنا یہ ان ہی لوگوں کا حصہ ہے۔ جو پورے طور پر نماز کا علم بھی رکھتے ہوں۔ آج ہزاروں مسلمان ایسے ہیں جو نماز تو پڑھ لیتے ہیں مگر سچ عرض کرتا ہوں کہ انہیں نماز کے ارکان و واجبات کی بھی خبر نہیں! انہیں یہ بھی پتا نہیں کہ کن کن چیزوں سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور کن کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بھائیو! مجھے اس وقت ایک لطیفہ یاد آگیا۔ اگرچہ ذرا پھوٹری بات ہے مگر چوں کہ عبرت آموز ہے۔ اس لئے عرض کر دیتا ہوں!:

حافظ جی کا سجدہ سہو صاحبو! ایک جاہل حافظ جی کسی گاؤں کی مسجد میں امام تھے گاؤں میں ایک جلسہ ہوا اور باہر سے

بڑے بڑے علمائے کرام و عظمائے گمے اتفاق سے جمعہ کا دن تھا حافظ جی کی رگِ نفسانیت پھٹک اٹھی۔ متولی کے پاس دوڑے ہوئے گئے اور کہا کہ دیکھو جی! متولی صاحب! ان مولویوں کو تو کسی کو دس بیس کسی کو پچیس تیس سو تیس زبانی یاد ہیں اور میرے سینے میں پورا قرآن ہے اس لئے جمعہ کی نماز میرے سوا کوئی نہیں پڑھا سکتا۔ متولی نے کہہ دیا بہت اچھا آپ ہی جمعہ پڑھا چنا۔ چنانچہ حافظ جی نے منبر پر بڑے ٹھانڈے سے خطبہ پڑھا چہرہ بہت لمبی لمبی سورتوں سے بڑی زوردار آواز کے ساتھ نماز پڑھائی اور آخر میں سجدہ سہو کیا۔ علماء

نے پوچھا کہ حافظ جی! آپ نے سجدہ سہو کیوں کیا؟ حافظ جی بولے۔ کہ اجی! بس یوں ہی ایک ذرا سا سہو ہو گیا تھا علی نے فرمایا کہ ہمارے دیکھنے میں تو آپ سے کوئی سہو نہیں ہوا آپ نے کیسے سجدہ سہو کیا؟ حافظ جی کہنے لگے کہ بجائی! کوئی بہت بڑا سہو نہیں ہوا بس اک ذرا سا سہو ہو گیا تھا۔ علی نے اصرار کیا کہ آخر بتائیے تو سہی! کہ کون سا سہو ہوا تھا؟ مجبور ہو کر حافظ جی بولے کہ اجی میں سجدے سے اٹھنے لگا تو میرے پیچھے سے اک ذرا سی ہوائ نکل گئی اس لئے میں نے سجدہ سہو کر لیا۔ علی حافظ جی کے اس سجدہ سہو پر سر دھننے لگے اور بولے کہ ارے حافظ جی! کیا غضب کیا آپ نے اجی یہ سہو ہوا کہ لہو ہو گیا۔ اجی نماز تو نماز! آپ کا تو وضو بھی ٹوٹ پھوٹ کر چکنا چور ہو گیا رہا بیٹے دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھا بیٹے؟

برادرانِ ملت! دیکھا آپ نے؟ حافظ جی نے طوطے کی طرح قرآن شریف تو یاد کر لیا تھا مگر نماز کے مسائل سے بالکل کورے تھے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ ایسے بے علم لوگ کس طرح نماز کو اس کے حقوق و آداب کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔ بھائیو! اور بزرگو! خدا کے لئے اتنا علم دین تو حاصل کر لو کہ نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کے مسائل تو معلوم ہو جائیں تاکہ تمہاری عبادتیں تو صحیح طریقے پر ادا ہوتی رہیں۔

بہر کیف اب متقی کی تیسری صفت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ **وَمِمَّا زَكَّاهُمْ يَنْفِقُونَ**۔ یعنی متقی وہ ہیں جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

دوستو! اور بزرگو! خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا اور صدقہ و خیرات خصوصاً زکوٰۃ دینا بہت بڑی عبادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ **الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ مِغْصَبَ النَّارِ وَتَذْفِقُ مِائِدَةَ السُّوءِ** یعنی صدقہ خدا کی آتش غضب کو بجھا دیتا ہے اور بڑی موت کو مٹال دیتا ہے۔ بھائیو! آج کل نماز کا تو کچھ چرچا بھی سننے میں آتا ہے اور کچھ مال دار لوگ نماز بھی پڑھتے دیکھے جاتے ہیں مگر زکوٰۃ کی نہ کوئی تبلیغ ہی کرتا ہے نہ زکوٰۃ دینے والے ہی نظر آتے ہیں حالانکہ اسلام میں نماز ہی کی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ بار بار قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا کہ

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ۔ یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

بزرگو اور بھائیو! نماز و زکوٰۃ اسلام میں اس طرح ہیں
ریل گاڑی کی دو پٹریاں جیسے ریل گاڑی کی دو پٹریاں۔ ایک پٹری نماز اور دوسری

پٹری زکوٰۃ۔ اگر ریل گاڑی کی ایک پٹری درست ہو اور دوسری ناکارہ ہو تو ہرگز ریل گاڑی
نہیں چل سکتی۔ اسی طرح اگر نماز و زکوٰۃ میں سے ایک پٹری بھی ناکارہ ہو گئی تو
اسلام کی ریل گاڑی نہیں چل سکتی۔ مگر بڑا ہو بخیلی کا کہ مسلمان زکوٰۃ و خیرات سے کوسوں
دور بھاگنے لگے۔

مسلمانو! خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا اور خصوصاً چھپا کر صدقہ دینا کتنی بڑی فضیلت
رکھتا ہے۔ اللہ اکبر! حضور سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سن
لو! ارشاد فرمایا کہ جب خداوند قدوس نے زمین کو پیدا فرمایا تو زمین ہلنے لگی۔ لہذا
اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا جن کے بوجھ سے زمین ساکن ہو گئی تو فرشتوں
نے پہاڑوں کی طاقت سے متعجب ہو کر سوال کیا کہ اے پروردگار! کیا تیری مخلوق
میں پہاڑوں سے بھی زیادہ طاقت والی کوئی مخلوق ہے؟ تو باری تعالیٰ نے فرمایا
کہ ہاں لوہا۔ تو فرشتوں نے عرض کیا کہ لوہے سے بھی زیادہ طاقتور کوئی مخلوق ہے؟
تو ارشاد ہوا کہ ہاں! آگ لوہے سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ فرشتے بولے کہ کیا آگ
سے بھی بڑھ کر طاقت رکھنے والی تیری کوئی مخلوق ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں! پانی آگ
سے بھی زیادہ طاقت والا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا پانی سے بھی زیادہ طاقت
رکھنے والی کوئی چیز ہے؟ تو ارشاد ربانی ہوا کہ ہاں! ہوا پانی سے زیادہ طاقتور ہے
تو فرشتوں نے سوال کیا کہ کیا ہوا سے بھی بڑھ کر کوئی مخلوق طاقت رکھتی ہے
تو رب العزت نے فرمایا کہ۔

تَعْمَوْنَ اَنْ اَدْمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةٌ
بِمِیْنِہِ یُخَفِّہَا مِنْ شِمَالِہِ۔
ہاں! آدمی اپنے دائیں ہاتھ سے اس
طرح صدقہ دے کہ اپنے بائیں ہاتھ سے بھی
اس کو چھپا کر دے یہ ہوا سے بھی زیادہ طاقتور ہے
(مشکوٰۃ ص ۱)

رات میں صدقہ دینے والا | برادرانِ ملت! چھپا کر صدقہ دینے کا ذکر آگیا تو ایک عبرت خیز حدیث اور بھی سن لیجئے اورایت

ہے کہ اگلی امتوں میں سے ایک شخص نے صدقہ دینے کا عزم کیا اور رات کو صدقہ دینے چلا سامنے سے ایک چور آتا ملا۔ اس نے چور کے ہاتھ میں صدقہ کا مال رکھ دیا صبح کو ہر طرف شور مچ گیا کہ کسی نے رات میں ایک چور کو صدقہ دے دیا۔ یہ شخص کہنے لگا کہ الہی! تیرے ہی لئے حمد ہے۔ افسوس! میرا صدقہ چور کو مل گیا پھر دوسری رات کو صدقہ لے کر نکلا تو ایک بدکار عورت گامک کی تلاش میں جا رہی تھی۔ اس عورت کے ہاتھ صدقہ کا مال رکھ دیا۔ پھر صبح کو چرچا ہوا کہ کسی نے رات میں ایک زنا کار عورت کو صدقہ دے دیا یہ شخص افسوس کرتے ہوئے بولا کہ خداوند! تیرا شکر ہے۔ میرا صدقہ ایک زانیہ کے ہاتھ لگا۔ پھر تیسری رات کو صدقہ لے کر چلا تو کوئی سیٹھ صاحب آرہے تھے۔ اس نے سیٹھ کو مسکین سمجھ کر صدقہ دیا صبح کو پھر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ رات کسی نے ایک سیٹھ صاحب کو صدقہ کا مال دے دیا یہ شخص بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنے لگا کہ الہی! تیرا شکر ہے میرا صدقہ ایک رات چور کو، ایک رات زانیہ کو، اور ایک رات مال دار کو مل گیا یہ شخص اسی افسوس میں سو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ خواب میں ایک فرشتے نے اگر اس کو بشارت دی کہ تیرے تینوں صدقے مقبول ہو گئے تو نے جو رات میں چور کو صدقہ دیا تو شاید وہ چور اس رات میں چوری کرنے سے بچا ہو گا اور بدکار عورت اس رات میں بدکاری سے بچی ہوگی اور مال دار شاید عبرت پکڑے اور خود بھی صدقہ دینے لگے (مشکوٰۃ ص ۱۶۵)

خیر، اب اگلی آیت کا بھی مضمون سن لیجئے ارشادِ باری ہے کہ۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ (البقرة)

یعنی متقی کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اے پیغمبر! اس کتاب پر بھی ایمان لائیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی ایمان لائیں جو آپ سے پہلے

نازل کی گئیں۔

۵

برادرانِ ملت! یہ علم عقائد کا بنیادی مسئلہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید پر ایمان لانا ہر ایک مومن پر فرض ہے اسی طرح توراۃ و انجیل وغیرہ تمام آسمانی کتابوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ قرآن کریم گواہ ہے کہ **مُحَمَّدٌ أَمَّتْ بِإِلَهِهِ وَ مَلَكَيْتِهِ وَ كُتُبِهِ وَ رُسُلِهِ**۔ یعنی ہر مومن اللہ اور اس کے تمام فرشتوں اور اس کی تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لایا ہے۔

حضرات! ہم مسلمان خداوند قدوس کی تمام کتابوں کو برحق مان کر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام آسمانی کتابیں اسلام ہی کی تعلیمات ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں نے دین اسلام ہی کی تبلیغ فرمائی۔

حضرات! مجھے اس موقع پر اپنا ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک مرتبہ میں نے اپنی ایک تقریر میں یہ کہہ دیا کہ تمام پیغمبروں نے اسلام ہی کی تبلیغ فرمائی اور تمام آسمانی کتابیں اسلامی تعلیمات ہی کا خزانہ ہیں۔ تقریر کے بعد ایک آرہیہ نے مجھ پر یہ اعتراض کر دیا جب توراۃ و انجیل یہ قول آپ کے اسلام ہی کی تعلیمات ہیں اور آپ ان کتابوں پر ایمان بھی لاتے ہیں تو پھر آپ ان کتابوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ صرف قرآن ہی پر عمل کیوں کرتے ہیں؟

میں نے اس وقت بہت سی جواب دیا کہ ہمارے جی آپ یہ بتائیے کہ جو کرتا میری چھٹی کے دن میرے لیے بنا تھا اور جو جوتا پانچ برس کی عمر میں میرے لئے خرید گیا تھا اگر میں اس کرتے اور جوتے کو آج یہ کہہ دوں کہ یہ کرتا اور جوتا میرا ہی ہے تو میرا یہ کہنا صحیح ہو گا یا غلط؟ ہمارے جی نے کہا بالکل صحیح ہے کہ وہ کرتا اور جوتا آپ ہی کا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اب اگر آپ مجھ سے یہ مطالبہ کریں کہ جب یہ کرتا اور جوتا آپ ہی کا ہے تو آپ چالیس برس کی عمر میں اس کو کیوں نہیں پہنتے؟ تو ظاہر ہے کہ آپ کا یہ مطالبہ کتنا غلط ہو گا؟ ارے بھائی! بیشک وہ کرتا اور جوتا میرا ہی

ہے مگر وہ میرے بدن پر اس وقت فٹ ہوتا تھا۔ جب میں بچہ تھا اب جب کہ میں چالیس برس کا ہو چکا تو کس طرح میرے بچپن کا کرتا اور جو تا میرے بدن پر فٹ ہو سکتا ہے اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جب انسان کی انسانیت نے بہت کم ترقی کی تھی اور انسانیت گویا ایک بچے کے مثل تھی۔ اس وقت توراة و انجیل نازل ہوئی تھیں۔ مگر اب جب کہ انسانیت ترقی کر کے اپنے کمال پر پہنچ چکی ہے تو توراة و انجیل کی تعلیمات انسانیت کے لیے ہرگز ہرگز کافی نہیں ہیں۔ بلکہ اب اس کو تعلیمات قرآن کی ضرورت ہے اس لیے ہمارا یہ کہنا کہ توراة و انجیل اسلام ہی کی تعلیمات ہیں یہ بالکل صحیح ہے اور آپ کا یہ مطالبہ کہ آپ توراة و انجیل پر آج عمل کیوں نہیں کرتے بالکل غلط ہے بے شک توراة و انجیل اور قرآن سب اسلامی تعلیمات ہی کی کتا ہیں ہیں مگر توراة و انجیل کی تعلیمات انسانیت کے بچپن کے لیے تھیں اور تعلیمات قرآن انسانیت کے دور شباب کے لیے ہیں۔ میرا یہ جواب سن کر ہمارے جی مبہوت ہو کر رہ گئے۔

خیر، آپ متقی کی چار صفات کا ذکر تو سن چکے اب پانچویں صفت یہ ہے کہ **وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ** یعنی وہ آخرت پر یقین بھی رکھیں یا درکھیں کہ جس طرح خداوند قدوس کی ذات و صفات اور ملائکہ اور رسولوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانا بھی فرض ہے اسی طریقے سے قیامت کے دن پر اور عالم آخرت پر ایمان لانا بھی فرض ہے ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرنے والا اسلام سے خارج اور کافر ہے۔

اب متقی کی پانچ صفات کو بیان فرمانے کے بعد خداوند قدوس ان مقدس بندوں کے درجات و مراتب کا اس طرح ذکر فرماتا ہے کہ

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۚ

یعنی یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ

والے ہیں۔

سبحان اللہ! خداوند عالم نے ان مومنین کے لیے ہدایت و فلاح کی بشارت

دے دی۔ اللہ! ہدایت و فلاح رب العالمین کی دی ہوئی وہ بے مثال
 ولازوال دولتیں ہیں جو خدا کے محبوبوں کا خاص حصہ ہیں۔ یہ بلند رتبہ یہ عظیم درجہ انہیں
 خوش نصیبوں کے لئے ہے جو رب العزت کی بے حساب عنایتوں اور نوازشوں
 سے دونوں جہان میں سرفراز ہیں۔

برادرانِ ملت! قرآن کریم کی عظمت شان اور متقین کی پانچویں صفات کا بیان
 آپ صحنِ چمکے۔ اب خداوندِ قدوس سے دعا کیجئے کہ وہ ہر مسلمان کو قرآن مجید کی تعلیم
 اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

والآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین وصلى الله
 تعالى على خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين ط



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ
الْبَشَرَةِ وَشَفِيعِ الْأُمَّةِ فِي يَوْمِ الْحَشْرِ وَعَلَى آلِهِ وَ
أَصْحَابِهِ السُّرُجِ الْغُرَرِ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
التَّائِبُونَ الْعَبِيدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ
الْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ
اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

بزرگان محترم و برادران گرامی! اس وقت سورہ توبہ کی ایک آیت میں نے
تلاوت کی ہے۔ آج کے جلسے میں اسی مقدس آیت کا ترجمہ اور مختصر تفسیر عرض
کروں گا۔

برادران ملت! آج مسلمان تو دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن
اس آیت میں پروردگار عالم جل جلالہ ان مسلمانوں کا ذکر فرماتا ہے جو ایمان کی نو
صفوں کے ساتھ موصوف ہیں اور بن کی عظمت شان کا یہ نشان ہے کہ وہ زمین
پر چلتے پھرتے ہیں مگر عرش بریں سے ان کے نام رب العالمین کی بشارت اور
خوشخبری کا پیام آتا ہے۔ دنیا میں جن کی ٹھوکروں سے کرامتوں کا ظہور اور آخرت
میں جن کے قدموں پر جنیں قربان ہیں۔ وہ خوش نصیب مسلمان وہی ہیں جو اس
آیت میں بیان کی ہوئی توصفات کے جامع ہیں۔ اب آپ ایک مرتبہ اس
پوری آیت کریمہ کا ترجمہ سن لیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ التَّائِبُونَ
الْعَبِيدُونَ الْحَامِدُونَ۔ توبہ کرتے والے، عبادت کرتے والے

خدا کی تعریف کرنے والے، السَّائِحُونَ التَّارِكُونَ السَّاجِدُونَ
روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے۔ الْأَمْرُوتُ
بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ط
اچھی باتوں کا حکم دینے والے، بُری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کے
احکام کی حفاظت کرنے والے رَبَشِيرِ الْمُؤْمِنِينَ۔ اے محبوب! آپ
ان مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے۔

عزیزانِ محترم! آپ نے سُن لیا کہ اس آیت میں جن نو ایمانی صفات کا تذکرہ
ہے اُن میں سے پہلی صفت "السَّائِحُونَ" ہے یعنی مومن پر لازم ہے کہ سب
سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔

حضرات! یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ انسانوں میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کا مقدس گروہ تو معصوم ہے یعنی ان پاک جانوں سے گناہ ہونا ممکن ہی نہیں۔
اس بات پر اجماع اُمت ہے کہ انبیاء کرام قبل نبوت و بعد نبوت تمام گناہ صغیرہ
وکبیرہ سے پاک ہیں۔ رہے ادلیاء اللہ، تو یہ اگرچہ معصوم تو نہیں، مگر یہ بھی اکثر
گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ باقی ان دو گروہوں کے سوا ہر شخص خواہ کسی
طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ وہ ضرور گناہگار ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءُونَ وَ
خَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ
یعنی ہر آدمی گناہ گار ہے اور بہترین
گناہ گار وہ ہیں جو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں
اس مضمون پر عمر خیام کی ایک رباعی یاد آگئی وہ خداوند تعالیٰ کو مخاطب کر کے
عرض کرتے ہیں ے

ناکردہ گناہ، درجہاں کیست، بگو
اں کس کہ گنہ نہ کرد چوں زیست، بگو

من بدکنم و تو بد مکافات و ہی

پس فرق میان من و تو چیست، بگو

یعنی اے خدا! تو ہی بتا دے کہ اس دنیا میں کون ایسا ہے جس نے گناہ

نہیں کیا ہے؟ یہ تو بتا! کہ جس نے گناہ نہیں کیا وہ کس طرح زندہ رہا؟ اے خدا! اگر میں بڑا کام کروں اور تو بھی بڑے کام کا بڑا بدلہ دے تو پھر بتا دے کہ میرے اور تیرے درمیان فرق ہی کیا رہے گا؟

برادرانِ اسلام! یہ حُسنِ طلب کی بہترین مثال ہے مطلب یہ ہے کہ اے اُمید تیری کریمی اور شانِ ستاری و غفاری کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں اگرچہ بڑا کام کروں مگر تو مجھے اپنے کرم سے اچھا بدلہ عطا فرما۔ تیری یہ شان نہیں ہے کہ تو بڑا بدلہ عطا فرمائے!

برادرانِ ملت! مومن کی تو یہ خداوند قدوس کو بے حد محبوب و پسند ہے لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ مگر برادرانِ گرامی صرف اتنا ہی نہیں کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اچی ارب العزت کی شانِ ستاری اور غفاری کو کیا پوچھتے ہو؟ وہ تو قرآن مجید میں یہ ارشاد فرماتا ہے
فَاُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۚ يَعْنِيْ اِيَّكَ يٰرَاغِبُ اَلَا كَرَّكَ كُوْنُيْ گناہگار سچی توبہ کر لیتا ہے تو ارحم الراحمین فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ اے فرشتو! تم میرے اس بندے کے ایک ہزار گناہوں کو ایک ہزار نیکی لکھ دو۔

حضرات! سچی توبہ کرنے والے رب کریم **ایک سو خون ناحق کرنے والا** کی طرف سے کیسے کیسے الطاف کر میا نہ

سے نوازے جاتے ہیں اس کے لیے بخاری شریف کی ایک حدیث سن لیجئے اگلی اُمّتوں میں ایک اتنا بڑا مجرم اور پاپی تھا کہ جس نے ننانوے^{۹۹} خون ناحق کیا تھا۔ ہمارے ملک میں کوئی ایک خون ناحق کر لیتا ہے تو عام لوگ ہمارے ڈر کے اس کو دادا کہتے ہیں۔ یہ نہ معلوم کتنے داداؤں کا پردادا تھا کہ جس نے ننانوے^{۹۹} انسانوں کو بلا قصور قتل کر ڈالا تھا۔ ایک مرتبہ اس قاتل کے دل میں خوف الہی کی لہر اٹھی اور اس نے توبہ کا ارادہ کیا اور کسی مولوی کے پاس فتویٰ پوچھنے گیا کہ مجھے جیسے ننانوے^{۹۹} خون ناحق کرنے والے کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟

اتفاق سے یہ مولوی صاحب نیم ملا، یعنی آدھے مولوی تھے اور مثل مشہور ہے کہ نیم حکیم خطرہ جان و نیم ملا خطرہ ایمان یعنی آدھا حکیم جان کے لیے خطرہ اور آدھا مولوی ایمان کے لیے خطرہ ہوتا ہے۔

نیم حکیم خطرہ جان ایک مرتبہ بیل نکل گیا۔ جو اس کے حلق میں پھنس گیا اور اس کا دانہ پانی بند ہو گیا۔ ایک حکیم حاذق بلائے گئے انہوں نے ایک ہتھوڑا منگایا اور اونٹ کو لٹا کر حلق پر ایک ہتھوڑا جو مارا تو بیل ٹوٹ پھوٹ کر حلق سے اتر گیا اور اونٹ بھلا چنگا ہو کر کھانے پینے لگا۔ حکیم حاذق کے شاگرد نیم حکیم نے اپنے استاد کو اونٹ کا علاج کرتے ہوئے دیکھ لیا کہ یہ علاج بہت ہی کامیاب رہا۔ گھر گئے تو کیا دیکھا کہ ان کی بوڑھی ماں کے حلق میں بہت بڑا پھوڑا نکلا ہوا ہے اور سارا گلا سو جا ہوا ہے جس سے دانہ پانی بند ہے۔ نیم حکیم بولے گھر اڑمت لاؤ ہتھوڑا! گھر میں ہتھوڑا تو نہیں ملا۔ جلدی جلدی نیم حکیم صاحب ایک موصل لے کر آئے اور ماں کو لٹا کر حلق پر ایک موصل ایسا تان کر مارا کہ پھوڑا ٹوٹ گیا اور درد سے بلبل کر ماں نے دم توڑ دیا۔ ایک منٹ میں ایسا علاج کر دیا کہ نر مرصن رہا نہ مرلیض۔ اسی دن سے یہ کہادت مشہور ہو گئی کہ نیم حکیم خطرہ جان یعنی آدھا حکیم جان کے لیے خطرہ ہوتا ہے۔ اور آدھا مولوی ایمان کے لیے خطرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ خونی جس مولوی سے فتویٰ پوچھنے گیا تھا۔ یہ حضرت بھی نیم ملا یعنی آدھے مولوی تھے۔ گرج کر بولے خبیث، مردود! ننانوے خون کر کے توبہ کرنے آیا ہے۔ نو سو چوبیس کھا کے بلی جج کو چلی۔ چل یہاں سے دور ہو جا۔ تیری توبہ ہرگز قبول نہیں ہو سکتی۔ قاتل نے کہا کہ حضرت جی! جب میری توبہ قبول ہی نہیں تو ننانوے پھوٹ پھاٹ عدد کیسا؟ لاڈ پور سے ایک سو خون کیوں نہ کر دوں یہ کہا اور تلوار اٹھا کر نیم ملا کی گردن پر ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ کدو کی طرح کٹ گئی اور کھوپڑی دور جا کر گری۔ پھر ایک دن ناگہاں دل میں گناہوں کی ندامت نے

چٹکی لی۔ اور قلب میں خوفِ الہی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔ پھر فتویٰ دریافت کرنے کے لیے چل پڑا اور اب کی مرتبہ ایک عالم کامل کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ حضور! میں نے ایک سو خون تہق کیا ہے، کیا مجھ مجرم اور پاپی کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے۔ عالم ربانی نے فتویٰ دیا اور چپکار کر فرمایا، کہ اے شخص! مت گھبرا۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ خداوند کریم بڑا رحم الراحمین ہے۔ اُس نے قرآن مجید میں فرمادیا ہے کہ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۖ اے گناہ گار مسلمان! مجھے خبر نہیں کہ خدا کی رحمت روزانہ پگھلاتی ہے کہ ہر گناہ کا فرد گبر و بت پرستی باز آ

میت ہو جائے اور ہمارے تمام گناہوں کو بخش دے۔ یعنی اے گناہ گار بندے! توبہ جس گناہ میں بھی گرفتار ہے اب سے توبہ کر لے اور باز آ جا! ارے! اگر تو نے کفر کیا ہے آگ کی عبادت کی ہے بت کی پوجا کی ہے، پھر بھی اب سے توبہ کر لے، اور باز آ جا! میرا دربارِ نامیدی کا دربار نہیں ہے اگر سو مرتبہ توبہ کی ہے اور سو مرتبہ تیری توبہ ٹوٹ گئی، جب بھی توبہ یوں و نامید نہ ہو جا۔ اب سے توبہ کر لے اور باز آ جا۔ توبہ بھی خدا کی ستاری و غفاری تھے اپنے دامنِ کرم میں پناہ دے گی اور نورِ رحیم و کریم کے دربار سے ٹھکرایا نہیں جائے گا۔ یہ فتویٰ اور بشارت سن کر قاتل مچل گیا اور جوشِ مسرت میں اس کے آنسو نکل پڑے پھر اُس عالم کامل نے اس کو حکم دیا کہ تم بیت المقدس چلے جاؤ اور وہاں کے عابدوں کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کی صحبت میں ایک عمل کرو، غفورِ رحیم تم کو بخش دے گا قاتل یہ سن کر فوراً ہی بیت المقدس کی طرف چل پڑا۔ مگر راستے ہی میں اس کی موت آگئی۔ لیکن مذہبِ شوق میں یہ شخص جب زمین پر گرتے لگا، تو منہ کے بل گر کر کم سے کم اتنا تواضعِ مقدسہ زمین کی طرف قریب ہو کر مروں۔ چنانچہ جوں ہی اس کا دم نکلا ایک طرف سے

باز آ جا! ارے! اگر تو نے کفر کیا ہے آگ کی عبادت کی ہے بت کی پوجا کی ہے، پھر بھی اب سے توبہ کر لے، اور باز آ جا! میرا دربارِ نامیدی کا دربار نہیں ہے اگر سو مرتبہ توبہ کی ہے اور سو مرتبہ تیری توبہ ٹوٹ گئی، جب بھی توبہ یوں و نامید نہ ہو جا۔ اب سے توبہ کر لے اور باز آ جا۔ توبہ بھی خدا کی ستاری و غفاری تھے اپنے دامنِ کرم میں پناہ دے گی اور نورِ رحیم و کریم کے دربار سے ٹھکرایا نہیں جائے گا۔ یہ فتویٰ اور بشارت سن کر قاتل مچل گیا اور جوشِ مسرت میں اس کے آنسو نکل پڑے پھر اُس عالم کامل نے اس کو حکم دیا کہ تم بیت المقدس

چلے جاؤ اور وہاں کے عابدوں کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کی صحبت میں ایک عمل کرو، غفورِ رحیم تم کو بخش دے گا قاتل یہ سن کر فوراً ہی بیت المقدس کی طرف چل پڑا۔ مگر راستے ہی میں اس کی موت آگئی۔ لیکن مذہبِ شوق میں یہ شخص جب زمین پر گرتے لگا، تو منہ کے بل گر کر کم سے کم اتنا تواضعِ مقدسہ زمین کی طرف قریب ہو کر مروں۔ چنانچہ جوں ہی اس کا دم نکلا ایک طرف سے

عذاب کے فرشتے اور دوسری طرف سے رحمت کے فرشتے اتر پڑے۔ عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ ایک سو خون ناحق کر چکا ہے اس لیے ہم اس کو عذاب دیں گے اور رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ خبردار! یہ تو بہ کر چکا ہے اور نیک ارادے سے بیت المقدس جا رہا ہے یہ رحمت کے فرشتوں کا حصہ ہے دونوں گروہوں کے فرشتے الجھ رہے تھے کہ خداوند قدوس کی طرف سے ایک فرشتے نے نازل ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ اس کے گھر سے مقدس زمین تک ناپ لو، اگر یہ آدھے راستے سے زیادہ طے کر چکا ہو تو یہ رحمت کے فرشتوں کے سپرد کیا جائے گا اور اگر ابھی آدھے راستے سے کم چلا ہے تو عذاب کے فرشتے اس کے حق دار ہیں چنانچہ جب زمین کی پیمائش ہوئی تو جہاں اس کے قدم تھے، وہ بیچوں بیچ تھا، اور منہ کے بل جتنا آگے کو گرا تھا وہ آدھے راستے سے زیادہ تھا۔ اس لیے یہ رحمت کے فرشتوں کے سپرد ہو گیا اور رحمت خداوندی نے اس کو اپنے عفو و غفران سے سرفراز فرما دیا اور اس گناہ گار کی مغفرت ہو گئی۔ سچ ہے! ہ

رحمتِ حق بہانہ نبی جوید

رحمتِ حق بہا محی جوید

پڑھئے درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
برادرانِ ملت! سچی توبہ! بڑی انمول دولت ہے۔ میاں! ایسے ایسے مجرم بھی ہوئے ہیں کہ برسوں گناہ کرتے رہے مگر توبہ کرتے ہی اللہ کے دلی اور صاحبِ کرامت بن گئے۔ مسلمانوں! سنو!

شرابی صاحبِ کرامت بن گیا | امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں
ایک شرابی تھا۔ جو شراب بھی پیتا تھا اور شراب کی سپلائی بھی کرتا تھا ایک دن دیہر میں جب دھوپ کی شدت سے تمام اہل شہر اپنے گھروں میں چھپے ہوئے تھے

یہ شرابی شراب کی بوتل بغل میں دبا کر اوپر سے جبہ پہن کر کمبل اوڑھے باہر نکلا عجیب اتفاق کہ جوں ہی یہ شخص شرک پر آیا، کیا دیکھتا ہے کہ سامنے امیر المومنین ہاتھ میں درۂ لے چلے آتے ہیں۔ اللہ اکبر! امیر المومنین کو دیکھتے ہی اس کی روح فنا ہونے لگی۔ میاں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درے کی ہیبت کوئی معمولی چیز نہیں تھی مشہور ہے کہ جب بنو امیہ کے دور حکومت میں سپاہی نیکی تلواریں لے کر نکلتے تھے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

وَيَحْكُمُ كَيْدَ رَاةٍ عُمَرَ أَهْيَبُ
مِنْ سَيْوفِكُمْ - تمہارا ناس ہو، تم نیکی تلواریں دکھاتے ہو
ارے عمر کے درے میں جو ہیبت تھی وہ تمہاری

تلواروں میں کہاں۔

شرابی امیر المومنین کو دیکھتے ہی لرزہ بر اندام ہو گیا اور ایک دم سہم کر کھڑا ہو گیا اور دل ہی دل میں گڑ گڑا کر بارگاہ الہی میں عرض کرنے لگا کہ "اے ارحم الراحمین! میری آج سے سچی توبہ ہے اے مولیٰ تو امیر المومنین کے درے سے بچالے صدق دل سے توبہ کی تھی رحمت خداوندی نے توبہ قبول کر لی۔ ادھر امیر المومنین شرابی کی گھبراہٹ سے تاڑ گئے کہ ضرور کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے فرمایا کمبل اتار جبہ نکال۔ شرابی نے کمبل اتار جبہ نکالا فرمایا بغل میں کیا ہے؟ کہا حضور! بوتل ہے فرمایا دکھا، کیا ہے۔ اس میں؟ کچھ پٹے ہوئے ہاتھوں سے بوتل نکالی اور بولا کہ حضور اس میں دودھ ہے۔ امیر المومنین نے پر جلال آواز سے فرمایا کہ اگر یہ دودھ ہے تو اس کو اس قدر چھپا کر لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ امیر المومنین نے بوتل کی ڈاک کھول کر ہتھیلی پر گر کر دیکھا، تو واقعی خالص دودھ تھا۔ امیر المومنین کی حیرت اور زیادہ بڑھ گئی کہ الہی یہ ماجرا کیا ہے؟ دودھ کو اس قدر چھپا کے لے جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ نے حیران ہو کر مراقبہ فرمایا اور خدا کی طرف توجہ کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کی امت میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور میری امت میں حضرت عمر بھی ان ہی

لوگوں میں ہیں جو صاحب الہام ہیں۔ چنانچہ مراقبہ کرتے ہی الہام ربانی ہوا جس کو حضرت مولانا رونی علیہ الرحمہ نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

بندہ مارا مکن رسوا عمر

پردہ اش بردار و رازش را بردار

خداوند تعالیٰ کی آواز حضرت عمر کے قلب میں آئی، کہ اے عمر! تم میرے بندے کو رسوا مت کرو اس کا پردہ چھپالو، اور اس کا راز فاش مت کرو۔

نام دارم، اے عمر من ذوالمنن

از دعا کردم خمر شیریں لبین،

اے عمر! میرے ناموں میں سے ایک نام ”منان“ بھی ہے کہ میں اپنے بندوں پر احسان کرتا ہوں۔ یہ خالص شراب کی بوتل تھی مگر میں نے اپنے بندے کی دعا سے اس کو شیریں دودھ بنا دیا۔

امیر المومنین نے شرابی کو بوتل دے دی، اور خداوند قدوس کی ستاری و عفاری پر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

برادرانِ ملت! دیکھا آپ نے؟ اتنا بڑا عادیِ حرم! مگر سچی توبہ کرتے ہی مقبول بارگاہِ الہی اور صاحبِ کرامت بن گیا کہ اس کی دعا سے شراب کی بوتل دودھ کی بوتل بن گئی۔

بسطام کی ایک طوائف | اسی طرح شہرِ بسطام میں ایک طوائف آگئی۔ بڑی ہی

حسین و خوبصورت تھی۔ شہر کے نوجوانوں کا حال

مت پوچھئے۔ سارا شہر لٹو ہو گیا اور تیری گلی کے سوسو پھیرے ”تیری گلی کے سوسو پھیرے“ ہر نوجوان کا وظیفہ ہو گیا۔ شہر کے بڑے بوڑھے، حضرت خواجہ بابزید بسطامی

علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! شہر کا حال بے حد اتر رہا ہے خدا کے لئے ایسی توجہ فرمائیے کہ یہ بلا شہر سے دور ہو جائے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کو امت رسول کے نوجوانوں پر رحم آگیا۔ ایک دن ڈنڈا لے کر شام ہی اس

طوائف کے دروازے پر آپ آکر بیٹھ گئے۔ اب جو نو جوان بھی طوائف کی گلی میں آیا اور دیکھا کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی بیٹھے ہوئے ہیں تو ادب سے سلام کر کے اس طرح چلا گیا جیسے جامع مسجد ہی کو جا رہا ہے۔ جب رات ہو گئی تو حضرت نے طوائف سے فرمایا کہ مائی! جتنی تیری فیس ہو مجھ سے لے لے اور آج میں تیرا گاہک بنتا ہوں۔ ساری فیس آپ نے ادا فرمادی۔ اور فرمایا، اب جو میں تجھ کو حکم دوں، وہ کرے گی؛ طوائف بولی ضرور۔ اب تو رات بھر کے لئے میں آپ کے ہاتھ پر بک چکی ہوں۔ فرمایا، اچھا! وضو کر لے اور مصلے پر نماز کے لئے کھڑی ہو جا۔ طوائف وضو کر کے مصلے پر نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو گئی اور اس کے پیچھے ایک مصلے پر حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ بھی سجدے میں سر رکھ کر خدا سے یوں دعا مانگنے لگے۔ جیسا کہ مولانا رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے

آنچه کارم بود آخر کردمش
کز زنا سوئے نماز آوردمش

یا اللہ! میرا جو کام تھا، میں نے کر دیا۔ کہ اس تیری بندی کو زنا کی لعنت سے نکال کر نماز میں لگا دیا ہے

بردرت آوردم اور اخدا

قلبہا قلب طفیل مصطفیٰ

اے خدا! تیرے در پر لا کر میں نے اس کو کھڑا کر دیا ہے۔ اب تو پیلے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اس کے قلب کو بدل دے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے گڑ گڑا کر دعا مانگی کہ الہی! اگر صبح تک یہ زنا سے تائب نہ ہوئی تو تیرے بندے مجھ کو طعنہ دیں گے۔ الہی! تو میری لاج رکھ لے۔ اللہ اکبر! حضرت بایزید بسطامی کی دعا زبان سے نکلی، اور عرش الہی تک پہنچی، طوائف نے دو رکعت نماز پوری کی اور ایک دم دفعۃً اس کے قلب میں ایسا انقلاب عظیم پیدا ہوا کہ آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مرید ہو گئی اور نماز میں

اس کو ایسی لذت حاصل ہوئی کہ ساری رات نماز پڑھتی رہی۔ اب صبح ہوتے ہی حضرت خواجہ تو اپنے گھر چلے گئے مگر طوائف کی دنیا بدل چکی تھی۔ جو نوجوان گاہک بن کر آیا۔ طوائف نے کہہ دیا کہ بس اب تو میں بایزید بسطامی کے ہاتھ بریک چکی۔ اب مجھے کوئی نہیں خرید سکتا۔ سچی توبہ کرتے ہی کل کی طوائف آج کی رابعہ بصریہ بن چکی تھی۔ ساری عمر عبادت میں گزار دی اور صاحب کرامت ہوئی۔

برادران اسلام! یہ ہے سچی توبہ کا ثمرہ۔ یہی وہ توبہ ہے جس کے لیے قرآن مجید نے فرمایا کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً بَصُوحًا** یعنی اے ایمان والو! اللہ کی طرف خاص اور سچی توبہ کرو۔

پڑھئے درود شریف۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔
بہر کیف اس آیت میں ذکر کی ہوئی تو صفوں میں سے پہلی صفت توبہ ہے۔ جس کو آپ سُن چکے اب دوسری صفت ”العابدون“ یعنی خدا کی عبادت کرنے والے سبحان اللہ! برادران ملت! خدا کی عبادت کا کیا کہنا! خداوند کریم نے قرآن مجید میں فرمایا کہ **خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا**۔ الایۃ یعنی کائنات زمین کی ہر چیز خداوند عالم نے انسانوں کے لیے بنائی ہے۔ اور انسانوں اور جنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَهُ** یعنی جن و انسان اس لئے پیدا کئے گئے ہیں تاکہ وہ خدا کی عبادت کریں۔ سبحان اللہ! ساری خدائی انسانوں اور جنوں کے لیے ہے اور انسان و جن صرف خدا کی عبادت کے لئے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا؟

ابرو بادومہ و خورشید و فلک در کارند تا تو مانے بکف آری و بہ غفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار

شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہبری

یعنی بدلی، ہوا، چاند و سورج اور آسمان سب اس لئے کام میں لگے ہوئے

ہیں کہ اسے انسان! تو ایک روٹی حاصل کرے اور غفلت کے ساتھ نہ کھائے اسے
انسان! دیکھ! یہ ساری کائناتِ عالم تیرے لئے پریشان اور فرماں بردار ہے اب اگر
تو خدا کا فرماں بردار بندہ نہ بنا، تو یہ بہت بڑی بے انصافی کی بات ہوگی۔

سہرکارِ کوئین کی عبادت | بزرگو اور بھائیو! حضور سرورِ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم
کی عبادت پر نظر ڈالو۔ دن تو دن، راتوں کو محبوب

کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر کثیر اور طویل نمازیں پڑھتے تھے کہ حدیث شریف
میں ایک جگہ یہ ذکر ہے کہ حَتَّى تَوَزَمَتْ قَدَمَاهُ يَہَاں تک کہ پائے مبارک پر
ورم آگیا۔ بلکہ ایک روایت میں تو حَتَّى تَشَقَّقَتْ قَدَمَاهُ۔ بھی آیا ہے
یعنی اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ پائے مبارک شق ہو گئے تھے۔ اللہ اکبر! اس
قدر راتوں کو جاگ کر عبادت کی اور اپنی امت کی مغفرت کے لئے روتے رہے۔
کہ خدا کی خدائی کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مصطفائی پر پیار آگیا اور سورہ طہ و سورہ
مزل نازل ہو گئیں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ طہ مَّا نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ
لِتَشْفِيَ۔ اے محبوب! ہم نے قرآن اس لئے نہیں نازل فرمایا کہ آپ مشقت
میں پڑ جائیں! کبھی یوں فرمایا کہ۔

یَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ ۖ قُلْ أَثْقِلَ إِلَّا
قَلِيلًا ۖ يَصْفُءُ ۖ وَانْقُصْ مِنْهُ
قَلِيلًا ۖ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۖ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ
تَرْتِيلًا ۖ

یعنی اے کئی اور ٹھننے والے! آپ راتوں
کو قیام کیجئے، مگر تھوڑی دیر تک! ادھی رات تک
یا کچھ کم یا کچھ زیادہ تک اور خوب تجوید کے ساتھ
قرآن مجید کی تلاوت کیجئے۔

مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! پوری پوری رات آپ نہ جاگئے! بعض صحابہ
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو اس قدر عبادت کی کیا ضرورت
ہے؟ آپ کی تو خداوندِ عالم مغفرت فرما چکائے تو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا ۖ تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔
بی بی فاطمہ کی عبادت | عزیزانِ ملت! رحمتِ عالم کی لاڈلی بیٹی خاتونِ جنت

حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عبادت کو یاد کرو۔ دن بھر شاہزادی اسلام شوہر اور بچوں کی خدمت کرتی تھیں۔ پانی بھرنا، چکی پیسنا، جھاڑو دینا یہ سب کام رسول خدا کی بیٹی خود انجام دیتی تھیں۔ گھر میں لونڈی یا غلام نہیں تھا۔ دن بھر تھکی ہوئی رہتی تھیں۔ مگر جب رات آتی تھی اور ساری دنیا اپنے گرم گرم لحافوں میں اور نرم نرم گدوں پر سکھ اور چین کی نیند سوتی تھی۔ تو خاتونِ جنت اپنا چٹائی کا مصلی بچھا کر نماز کی نیت باندھتی تھیں۔ اور ایسے ذوق و شوق کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں کہ کبھی کبھی ایک ہی سجدے میں صبح ہو جاتی تھی۔

حضرات! یہ نفل نماز کا حال تھا۔ آج ہم بد نصیب مسلمان ہیں کہ نفلوں کا تو کہاں ٹھکانا، فرض نمازوں کو بھی بے دریغ قضا کر دیتے ہیں اور پھر بھی اللہ و رسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں جو حقیقت میں بالکل غلط ہے۔ یہ کہہ کر کسی حق گو شاعر نے

تَعْصِي الْأَمْرِ وَأَنْتَ تَطْهَرُ حُبًّا
هَذَا مُحَالٌ فِي الْفِعَالِ بَدِيعُ
كُوْكَانَ حُبِّكَ صَادِقًا لَا طَعْنًا
إِنَّ الْمَحَبَّةَ لَمِنْ تُحِبُّ مُطِيعُ

یعنی تم خدا کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور پھر اس کی محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو؟ یہ محال بات ہے اور بالکل ہی زوال و ضلالت ہے اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم ضرور اس کے فرماں بردار ہوتے کیونکہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے ضرور اس کا فرماں بردار ہوتا ہے

حضرات! خاتونِ جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی آپ سن چکے کہ گھر میں کوئی لونڈی غلام نہ تھا اور شاہزادی اسلام خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں خود چکی بھی پیستی تھیں خود ہی مکان میں جھاڑو بھی دیتی تھیں اور پھر اس قدر عبادت بھی کرتی تھیں۔

حضرت! میرا ایمان ہے کہ اگر شاہزادہ اسلام اشارہ کر دیتیں تو جنت سے عورتیں آکر آپ کی چکی پیس دیتیں، پانی بھر دیتیں۔ مگر اس کے باوجود آپ خود ہی مشقت اٹھا کر تمام گھریلو کام خود انجام دیتی تھیں۔ یہ درحقیقت اُمتِ رسول کی عورتوں کو تعلیم دینا تھا کہ اسے اُمتِ رسول کی عورتو! دیکھو میں شاہزادی اسلام ہوں اور میری شان یہ ہے کہ

گھر میں چکی کی صدا میں آستان پر جبریل
تو نے شانِ فائدانِ فاطمی دیکھی نہیں

مگر اس کے باوجود میں اپنے شوہر کے گھر کی ساری خدمات خود انجام دیتی ہوں
کیوں کہ ایک نیک بی بی کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت
کے اور پھر شوہر اور بچوں کی خدمت سے فارغ ہو کر اپنے مالک و مولا کی بندگی
بھی کرے۔

مگر آج کل تو میاں! مسلمانوں کی عبادت کا عجیب حال ہے سنا ہے کہ
لطیفہ کسی گاؤں میں کوئی مولوی صاحب وعظ کے لیے بلائے گئے انہوں نے
یہ نمازیوں کے عذاب کا بیان شروع کر دیا بہت سی حدیثیں پڑھ گئے وعظ سن
کر سارے بے نمازی بگڑ گئے کہ یار! یہ عجیب مولوی ہے کہ ہمیں لوگوں نے
جلسہ کیا، اس کو بلا یا، کھلایا، پلایا، نذرانہ دیا مگر یہ ہمیں لوگوں کی برائی بیان کرتا
ہے۔ سب بے نمازی لائٹیاں لے کر مولوی پر دوڑ پڑے۔ غریب مولوی نے
دیکھا اب تو خیریت نہیں ہے تو انہوں نے فوراً بے نمازیوں سے پوچھا کہ ارے
بھائیو! یہ تو بتاؤ کہ تم لوگ عید بقر عید کی نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ تو سب بولے کہ
کیوں نہیں صاحب! ہم لوگ تو عید کی نماز کے اتنے مشتاق رہتے ہیں کہ بعض مرتبہ
تو ہم لوگ مارے شوق کے انتہیٰ ۹ رمضان ہی کو اگر چاند نظر نہیں آتا تو چاند بنا لیتے
ہیں اور اس قدر ہڑ بونگ مچاتے ہیں کہ لوگ عید کرتے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور ہم
لوگ عید گاہ میں جا کر اگلی صف میں کھڑے ہو کر نماز عید پڑھتے ہیں تو مولوی صاحب
نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ماشاء اللہ! مرحبا! مرحبا! ارے بھائیو! جب تم لوگ
عید کی نماز پڑھتے ہو جب تو تم لوگ نمازی ہو میں نے تو بے نمازیوں کو برا
مہلا کہا ہے۔ تم لوگ خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو گئے۔

اتنے میں بے نمازیوں کا چودھری بھی آگیا اس نے کہا کہ ابے نادانوں تم
لوگ بالکل اُجڑ ہو۔ تم لوگوں نے مولوی صاحب کا وعظ نہیں سمجھا۔ مولوی صاحب
نے تو ان لوگوں کو برا مہلا کہا ہے جن کی نمازیں قضا ہوتی ہیں ہم لوگ تو اپنے مرشد
کے قربان! کہ ہم کبھی نماز پڑھتے ہی نہیں اس لئے ہماری نماز قضا ہوتی ہی نہیں نماز

تو قضا ان لوگوں کی ہوتی ہے جو لوگ نماز پڑھتے ہیں چودھری کی بات سن کر یسے
نمازیوں کا ہجوم ذرہ ٹھنڈا ہوا اور غریب مولوی کو مت پوچھو جان بچی سولا کھول پائے
خیر سے بدھو گھر کو آئے۔

مسجد میں بیل | اسی طرح کسی گاؤں کی مسجد میں ایک مولانا لٹھ رہا کرتے تھے
ان کی مسجد میں ایک بیل آگیا مولانا اپنا لٹھ لے کر دوڑے

اور مار مار کر بیل کا بھس نکال دیا۔ بیل کا مالک دوڑا ہوا مسجد میں آگیا اور گرم ہو کر
بولا کہ اجی، ملا جی! تم نے میرے بیل کو کیوں مارا؟ مولانا لٹھ بھی ٹپ کر بولے کہ
اے جاہل! تیرا بیل مسجد میں آگیا تھا۔ پیشاب کر دیتا تو کیا ہوتا؟ میں اس کو مارتا
نہیں تو کیا پیار کرتا؟ بیل والا قائل ہو گیا تو کہنے لگا کہ اجی، ملا جی! آپ نے اتنا
تو خیال کیا ہوتا کہ آخر جانور ہی تو تھا۔ بے عقل بیل ہی تو تھا جو مسجد میں چلا آیا۔
ملا جی! آپ ایمان سے بتا دیجئے کہ آپ نے کبھی بھی مجھ کو، یا میرے باپ دادا کو
مسجد میں آتے دیکھا؟

مسلمانو! تم نے غور کیا؟ بیل تھا اس لئے مسجد میں چلا گیا۔ آج کل بھائیو! یہی
حال ہے کہ مسجد میں جانے والوں کو لوگ بے وقوف اور بیل سمجھتے ہیں۔ اور
لیڈروں اور نیتاؤں کو تو مسجد کے بجائے اسمبلی کا چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ لوگ
ان کو عقل مجسم سمجھتے ہیں۔ اکبر مرحوم نے اسی ذہنیت پر کیا خوب طنز کیا ہے
اسلام کی رونق کا کیا حال کہوں تم سے
کونسل میں بہت سید، مسجد میں فقط جمن

خیر! تو میں اس آیت میں ذکر کی ہوئی تو صفتوں میں سے دوسری صفت "العابدون"
کا بیان کر رہا تھا۔ اب تیسری صفت "الحامدون" کے بارے میں بھی کچھ روشنی
ڈالتا ہوں، حمد الہی کا مطلب یہ ہے کہ مومن راحت میں ہو۔ یا مصیبت میں نعمت
میں آیا آفت آئے۔ ہر حال میں اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہے اور
اس کا شکر ادا کرتا رہے مگر افسوس! کہ آج ہمارا یہ حال ہے کہ اگر کوئی نعمت ملتی

ہے تو ہم غرور سے اڑتے پھرتے ہیں اور اگر کوئی مصیبت آتی ہے۔ تو خدا کی
 شکایت اور ناشکر گزاری کرنے لگتے ہیں بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ یا اللہ
 ہم سے کون سا قصور ہو گیا؟ جو تو نے یہ مصیبت بھیج دی! توبہ! توبہ! توبہ! توبہ! اللہ!
 ہم گناہوں کے پتلے خدا سے یہ پوچھنے کی جرات کرتے ہیں کہ ہم سے کون سا
 گناہ ہوا؟

عزیزانِ ملت! یاد رکھیے! اس دنیا میں نعمت اور مصیبت کا چولی دامن کا ساتھ
 ہے۔ ہر انسان کے لئے زندگی میں نعمت اور مصیبت دونوں سے ملاقات ضروری
 ہے۔ ایسا کوئی انسان نہیں مل سکتا جس کو زندگی بھر نعمت ہی نعمت ملی ہو اور
 اس پر کوئی مصیبت نہ آئی ہو اسی طرح کوئی ایسا انسان بھی نہیں ملے گا جس پر ہمیشہ
 مصیبت ہی مصیبت پڑی ہو اور اس کو کوئی نعمت نہ ملی ہو۔ اس دنیا میں ہر انسان
 کے لئے نعمت بھی ہے اور مصیبت بھی اب اللہ و رسول کا حکم یہ ہے کہ ہر نعمت پر شکر بجالانا، اور ہر
 مصیبت پر صبر کرنا ایک صاحب ایمان مسلمان کا ایمانی فریضہ ہے اور نعمت و مصیبت
 دونوں حالتوں میں خداوند قدوس کی حمد و ثنا، یہ ایک مومن کی قابلِ تعریف ایمانی
 صفت ہے۔ ایک حدیث شریف میں وارد ہوا کہ مَنْ لَّمْ يَصْبِرْ عَلَى بَلَاءٍ وَ
 لَمْ يَشْكُرْ نِعْمَاتِي فَلَيْ خَيْرُ مِنْ تَحْتَ سَمَائِي وَلَيُطْلَبَ دَبَابًا سِوَانِي
 یعنی خداوند کریم فرماتا ہے کہ جو بندہ میری بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کرتا، اور میری
 بخشش ہوئی نعمت پر شکر نہیں بجالاتا، اس سے کہہ دو کہ وہ میرے آسمان کے نیچے
 سے نکل جائے، اور میرے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنالے! مطلب یہ ہے
 کہ جب بندے نے رب العالمین کو اپنا رب مان لیا ہے تو بندے کا فرض ہے
 کہ اپنے رب کی بھیجی ہوئی ہر مصیبت پر صبر کرے اور نعمت پر شکر ادا کرتا رہے
 اور اگر کوئی بندہ ایسا نہیں کرتا تو اس کو رب العالمین کے آسمان کے نیچے رہنے
 کا کوئی حق نہیں ہے اور اس کو رب العالمین کو اپنا رب کہنے کا کوئی حق نہیں
 ہے۔ اس لیے خبردار! خبردار! مسلمان بھائیو! یاد رکھو! نعمت ملے یا مصیبت

آئے۔ ہر حال میں خداوند قدوس کی حمد و ثنا کرتے رہو اور کبھی بھی خدا کے دربار میں حرف شکایت زبان پر مت لاؤ! اور نہ ایمان کی دولت پر باد ہو جانے کا خطرہ ہے۔

اچھا اب آئیے! چوتھی صفت "الساخون" کا بھی مختصر بیان سن لیجئے! "الساخون" "الساخون" یعنی روزہ رکھنے والے روزہ رمضان اسلام کا ایک رکن ہے اور دین کا ایک اہم فرض ہے۔ اس کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج اور بلا عذر چھوڑنے والا، قہر قہار، وغضب جبار میں گرفتار اور عذاب نار کا سزاوار ہے، قرآن مجید میں فرمان خدا ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

یعنی اے ایمان والو! جس طرح اگلی امتوں پر روزہ فرض کیا گیا، اسی طرح تم لوگوں پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے تاکہ تم لوگ پرہیزگار بن جاؤ۔

روزے کی فضیلت | برادران ملت! روزے کی فضیلت میں ایک حدیث بھی سن لیجئے! سرکارِ دو جہاں قائم پیغمبر اہل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: "أَلْجَنَّةُ مُشْتَاقَةٌ إِلَى أَرْبَعَةِ نَفَرٍ" یعنی سب لوگ تو جنت کے مشتاق ہیں مگر چار شخص اتنے خوش نصیب ہیں کہ جنت ان کی مشتاق ہے۔ وہ چار کون کون ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ۔

تَالِي الْقُرْآنِ وَحَافِظُ اللِّسَانِ
وَمُطْعِمُ الْجَائِعِينَ ۝ وَالصَّائِمُ فِي
شَهْرِ رَمَضَانَ ۝

اول قرآن کی تلاوت کرنے والا دوسرا زبان کی لغو اور بیہودہ باتوں سے حفاظت کرنے والا، تیسرے بھوکوں کو کھانا کھلانے والا چوتھے ماہ رمضان کے روزے رکھنے والا۔

(ردۃ السامعین)

مگر بھائیو! کیا کہوں؟ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں، افسوس! اللہ پاک نے تو ہم لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر ہم لوگ روزہ رکھنے کے بجائے روزہ کھا جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو ایسے کھانے والے ہیں کہ سحری و افطاری بھی کھاتے

ہیں اور روزہ بھی کھا جاتے ہیں۔

روزہ خور نواب | سنا ہے کہ ایک نواب صاحب تھے، جو آدھی رات ہی سے شور مچا کرتے تھے کہ پکاؤ سحری کھاؤ سحری اور عصر ہی کے وقت سے پکاؤ افطاری، کھاؤ افطاری کا ڈنکا بجایا کرتے تھے اور خوب ناک تک سحری اور افطاری کھاتے تھے۔ مگر دوپہر کو کوڑ بند کر کے روزہ بھی کھایا کرتے تھے۔ محلے کے لڑکوں کو پتلا چلا تو انہوں نے پوچھا کہ نواب صاحب! آپ روزہ تو رکھتے نہیں پھر اتنے اہتمام کے ساتھ سحری و افطاری کیوں کھاتے ہیں؟ نواب صاحب مارے غصے کے ٹھاٹر کی طرح سرخ ہو گئے اور گرج کر بولے کہ چپ رہو بے انا دان لونڈو! تم کیا جانتو؟ چھوٹا منہ بڑی بات! ابے مجھ سے روزہ تو رکھا نہیں جاتا تو کیا کروں؟ کیا سحری و افطاری بھی نہ کھاؤں؟ کیا پکا کافر ہی ہو جاؤں؟ روزہ نہیں رکھتا تو کیا ہوا؟ سحری اور افطاری تو کھا لیتا ہوں۔ اسلام کا اتنا جذبہ، کیا کچھ کم ہے؟

برادران اسلام! خیر، بہر کیف آپ نے جو تھی ایمانی صفت السابحون کا مطلب سمجھ لیا۔ اب پانچویں اور تھپٹی صفت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ اَلَّذَاكِعُونَ السَّاجِدُونَ یعنی رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، اس سے مراد نمازی لوگ ہیں۔ نماز! سبحان اللہ! نماز کا کیا کہنا؟ نماز تمام ارکان اسلام میں سب سے زیادہ بڑا اور اہم رکن ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز قائم کی اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز کو برباد کر دیا۔ اس نے دین کو ڈھا دیا۔

قرآن و حدیث میں نماز ترک کرنے والوں کے بارے میں بڑی بڑی شدید وعیدیں آئی ہیں جن کو مومن کے جسم کا رو نگٹا رو نگٹا، اور بدن کا بال بال لرزہ براندام ہو جاتا ہے ان میں سے صرف ایک آیت اس وقت پیش کرتا ہوں خداوند وند قدوس کا ارشاد ہے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا
یعنی نیک بندوں کے پیچھے کچھ ایسی

الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ
فَسَوْفَ يُلْقَوْنَ عُقَابًا
نالائق اولاد آئی، جنہوں نے نماز کو برباد کر دیا
اور خواہشات نفس کی پیروی کی۔ یہ لوگ عنقریب
جہنم کی اس وادی میں داخل کئے جائیں گے
جس کا نام غی ہے۔

ذ

حضرات! وادی غی کیا چیز ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت ہے کہ ”وادی غی“ جہنم کی ایک ایسی وادی ہے کہ خود جہنم اس سے
روزانہ ایک ہزار مرتبہ پناہ مانگتی ہے یہ عذاب کی وادی ان لوگوں کے لئے تیار
کی گئی ہے۔ جو نماز باجماعت کے چھوڑنے والے ہیں۔

اللہ اکبر! الا مان! الا مان! برادرانِ ملت! سوچو تو سہی کہ ہم میں سے کون
ہے؟ جو وادی غی کے عذاب کی طاقت رکھتا ہے؟ لہذا خدا کے لیے۔ اے بزرگو!
اور بھائیو! نماز باجماعت کی پابندی کرو ہائے انسوس! آج ہم امن و چین میں
رہتے ہوئے بھی، نماز باجماعت سے اس قدر رستی والا پروا لٹی برت رہے
ہیں۔ مسلمانوں! اسی زمین کے اوپر اور اسی آسمان کے نیچے کبھی ایسے بھی مسلمان
تھے کہ

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز! قبلہ رو ہو کے زمین بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود ایاز نہ کوئی بندہ رہا، اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تربے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

مسلمان بھائیو! تم مانو یا نہ مانو، مگر یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو آفتاب نصف
النہار کی طرح عالم آشکار ہے کہ ہم مسلمانوں کی ذلت و نکبت اور بربادی و ہلاکت کا
سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم نے خدا کی بارگاہ میں سر جھکانا چھوڑ دیا جس کا یہ
و بال ہے کہ آج ہم ایسے ذلیل و خوار انسانوں کے سامنے اپنا سر خم کرتے پھرتے
ہیں جو کبھی ہماری جوتیوں کی ٹھوکروں کا فٹ بال بنے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی ہمیں

کہیں پتاہ نہیں مل رہی ہے اگر ہم اپنے معبود حقیقی کا سجدہ کرتے تو خدا کی قسم وہ غیر
والا رب کریم بھی ہرگز ہرگز ہمارے سروں کو کسی دوسرے کے سامنے نہ بھکتے
دیتا بلکہ وہ ہم کو اتنا سر بلند فرمادیتا کہ آسمان کی بلندی جھک جھک کر ہمارے سروں کی
سر بلندی کو سلام نیاز کا نذرانہ پیش کرتی۔ ڈاکٹر اقبال نے اس مضمون کو کتنے نفیس
انداز میں بیان کیا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے،

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

برادرانِ محترم! چھ صفات کا بیان تو میں عرض کر چکا اب ساتویں اور آٹھویں صفات
کو بھی سن لیجئے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے کہ۔ **اَلَا مَرْدُوْنَ بِاَلْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ**
عَنِ الْمُنْكَرِ۔ یعنی اچھی باتوں کا حکم دینے والی اور بُری باتوں سے منع کرتے
ہیں۔ سبحان اللہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سچ پوچھو، تو یہ جہاد فی سبیل اللہ
کا درجہ رکھتا ہے دیکھئے قرآن مجید میں جہاں رب العزت نے اپنے حبیب پاک
صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو **خَيْرُ الْاُمَمِ** یعنی بہترین امت کے خطاب
سے نوازا وہیں اس امت کا یہ فریق منصبی بھی فرمادیا کہ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

لِلنَّاسِ تَامِرُوْنَ بِاَلْمَعْرُوْفِ وَ

تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

یعنی اے میرے حبیب کی امت! تم تمام

امتوں میں سب سے بہترین ہو اور تمہارا یہ

منصب ہے کہ تم اچھی باتوں کا حکم دو گے اور

بُری باتوں سے منع کرو گے۔

عزیزانِ گرامی! حدیث شریف میں یہاں تک آیا ہے کہ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ

مَنْكَرًا فَلْيُعِزَّهُ بِيَدِهِ یعنی تم میں سے جو شخص بھی خلافِ شریعت بات کو دیکھ لے

تو اس پر لازم ہے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے۔ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ

فِيَدَيْهِ اَوْ اِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ اَوْ اِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ اَوْ اِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ

کام کو برا سمجھے وَ ذٰلِكَ اَصْغَفُ الْاِیْمَانِ اور ایمان کا نہایت ہی کمزور درجہ ہے وَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ حَبِیْۃٌ مِّنْ خَوْۤدٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ یعنی اگر خلاف شریعت کام کو اپنے دل میں بھی برا نہ سمجھے تو بس پھر سمجھ لو کہ ایسے شخص کے دل میں رائی کے داتے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

حضرات! اچھی بات کا حکم دیتے اور بُری بات سے منع کرنے کی ایک عبرت خیز اور بہترین مثال بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو منزل کا ایک جہاز ہے کچھ لوگ نیچے کی منزل میں سوار ہیں، اور کچھ لوگ اوپر کی منزل پر ہیں نیچے کی منزل والے پانی کے لئے جہاز میں سوراخ کرنے لگے تو اب اگر اوپر کی منزل والے ان لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر سوراخ کرنے سے روک دیں گے جب تو اوپر اور نیچے کی منزل والے سب کے سب غرق ہونے سے محفوظ رہیں گے اور اگر یہ لوگ جہاز کے پینڈے میں سوراخ کرتے رہتے۔ اور اوپر کی منزل والوں نے ان لوگوں کا ہاتھ نہیں پکڑا۔ بلکہ دور کھڑے یہ کہتے رہے کہ اچی! ہم سے کیا مطلب، ہو کرے گا وہ بھرے گا۔ یا خاموش تماشا ٹی بنے دیکھتے رہے تو یقین رکھو کہ جہاز میں سوراخ ہو جانے کے بعد جب جہاز غرق ہو گا تو نیچے اور اوپر کی منزل والے دونوں ہی غرق ہو جائیں گے اور کوئی بھی ڈوبنے سے نہیں بچ سکتا یہی مثال ہے کہ اگر ایک شخص بد اعمالی کر رہا ہے تو سب پر لازم ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اس عمل بد سے روک دیں۔ ورنہ جب اس شخص کی بد اعمالی کی وجہ سے عذاب الہی آئے گا تو پھر تنہا ہی بد اعمالی کرنے والا ہی ہلاک نہیں ہو گا بلکہ سبھی لوگ اس عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائیں گے یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بد اعمال انسان کی بد اعمالی سے ایسا قہر الہی پڑتا ہے کہ بارش رک جاتی ہے اور بے چاری چڑیا گھونسلے میں پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہے۔

میرے بزرگو اور بھائیو! آج ہم امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں انتہائی سستی

بدستے ہیں۔ ہم بر ملا دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے شریعت مطہرہ کی دھجیاں بکھیری
 جا رہی ہیں۔ بدعتیہ کی اور بد اعمالی کا ایک سیلاب ہے جو ہر طرف سے ملت اسلامیہ
 کو غارت کر رہا ہے مگر ہم بالکل تماشا ٹائی بنے بیٹھے ہیں۔ نہ ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ نہ
 زبان سے منع کرتے ہیں نہ دل ہی میں اس کو برا سمجھ کر اس سے
 نفرت کرتے ہیں۔ دیکھ لو! آج سیکڑوں بد مذہب وہابی، دیوبندی، قادیانی گلی گلی
 اپنی بد مذہبیت کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔ ہزاروں نوجوان کمیونسٹ ہو گئے اور
 کھلم کھلا خدا اور مذہب سے بیزاری کا اعلان کر رہے ہیں سیکڑوں مسلمان کفار
 اور مشرکین کی سجادھیوں پھول پڑھاتے ہیں اور طرح طرح کے مشرکانہ رسوم کے
 پابند ہو چکے ہیں۔ جو، اسٹہ، سینما، شراب خواری کی لعنتیں مسلمانوں کے رگ و پے
 میں سرایت کر چکی ہیں۔ الحاد و بے دینی کا یہ عالم ہے کہ اب غیر مسلموں سے شادی
 بیباہ تک ہونے لگا ہے مگر ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے محدود اور بد اعمالوں
 سے ترکِ موالاۃ و برائت کا اعلان کر دیا اور ان دشمنانِ خدا اور رسول سے بیزاری
 اور بائیکاٹ کیا۔ آج غیر اسلامی تہذیب اور کافرانہ تمدن کا عام چرچا ہے۔ مگر کوئی
 بھی اس سے ٹکر لینے والا نظر نہیں آتا آج امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض
 کو ہم سب چھوڑ کر درحقیقت قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار، اور عذاب الہی
 کے حق دار بن چکے ہیں۔ بے چارے چند سنی علماء اگر ان گمراہیوں پر کچھ روک
 ٹوک کرتے ہیں۔ تو سیاسی مولوی اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے لیڈران
 ان علمائے حق کو تنگ نظر، فرقہ پرست کہہ کر طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں اور یہ
 کہہ کر بدنام کرتے ہیں کہ یہ سنی عالم قومی اتحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ مگر یہی سیاسی
 مولوی اور لیڈران اپنے سیاسی نظریات کی بنا پر ایک دوسرے سے دست
 و گریباں تو کیا؟ بلکہ ایک دوسرے پر غرانے اور کاٹ کھاتے کو دوڑتے ہیں ایک
 دوسرے کے خلاف مظاہرہ کرتے ہیں۔ لاثبیاں چلوانے ہیں اور سر پھٹول تک
 کرتے کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی قومی اتحاد کے علم بردار بنے ہوئے ہیں۔ علمائے

حق امت مسلمہ کو بد مذہبی اور بد اعمالی سے منع کریں تو فرقہ پرست اور تنگ نظر کہلائیں اور سیاسی مولوی اور لیڈران اسمبلی و پارلیمنٹ کی کرسی کے لئے قرآن کی آیۃ الکرسی بیچ ڈالیں، اور اپنی کرسیوں کے لیے ایک دوسرے پر کرسی چلائیں، تو یہ اعلیٰ درجے کے وسیع النظر اور قوی اتحاد کے ٹھیکیدار کہلائیں۔ سبحان اللہ! یہ
خرد کا نام جنوں رکھ لیا، جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مگر مسلمانوں! ہم بہ بانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ علمائے حق ان شاء اللہ تعالیٰ آخری دم تک یہ فرض انجام دیتے رہیں گے اور بد مذہب کو بد مذہب، بے ایمان کو بے ایمان، بد عمل کو بد عمل کہتے ہی رہیں گے اور طعن و تشنیع کیا چیز ہے؟ علمائے حق کی تو یہی شان ہے کہ پھولوں کے ہار کے نیچے ہوں۔ یا تلوار کی دھار کے نیچے مگر وہ حق و استقامت کا پہاڑ بن کر اعلیٰ کلمۃ الحق کرتے ہی رہیں گے۔ تاریخ پڑھ لو اور حقانی علماء کا ماضی دیکھ لو! امام احمد بن حنبل کو کوڑے مارے گئے امام ابو حنیفہ کی پشت مبارک پر درے لگائے گئے، جیل کی کوٹھری میں بند کیا گیا۔ علامہ ابن السکیت کی زبان کھینچ لی گئی۔ مگر ظالم بادشاہوں کا ظلم ان اہل حق کی زبانوں کو حق گوئی سے نہ روک سکا ظالموں نے علماء حق کی انگلیوں کو کاٹ ڈالا مگر ان انگلیوں سے حق کے خلاف ایک حرف بھی نہ لکھوا سکے۔ گردنوں کو توڑ ڈالا۔ مگر ان حق پرست گردنوں کو باطل کے سامنے نہ جھکا سکے۔ آج بھی حمدِ تعالیٰ اگرچہ بہت کم ہیں۔ مگر پھر بھی ایسے حقانی علماء موجود ہیں جو حق کے لیے جیتے ہیں اور حق پر مرٹے کے لئے تیار ہیں۔ اور آج اس حق و باطل کی جنگ میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ سیاسی مولویوں، اور لیڈروں کے چکر میں نہ پڑیں، بلکہ علماء حق کی نصرت و حمایت کریں اور تمام بد مذہبیوں اور بد اعمالیوں کی کھل کر مذمت کریں۔ اور ان سے قطع تعلق کر لیں۔ ڈاکٹر اقبال نے مصلحتِ وقت کی دھن پر رقص کرنے والے سیاسی مولویوں کو خوب پچانا ہے۔ اور ایک جگہ ان کو لتاڑتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے۔

کون سے تارکِ آئین رسولِ محنتار مصلحتِ وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؛
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار ہو گئی کس کی نظر طرزِ سلف سے بیزار؛

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں؛

بہر حال ساتویں اور آٹھویں صفوں کا بیان آپ سماعت فرما چکے اب نویں صفت

کے بارے میں بھی کچھ عرض کرتا ہوں۔ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے۔ وَالْحَفِظُونَ

لِحُدُودِ اللَّهِ یعنی اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے۔

برادرانِ اسلام! یہ نویں صفت، تمام صفات کی جامع، بلکہ درحقیقت یہ تمام احکام

شرع کو شامل ہے اور حدودِ اللہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ شریعت پر پورا پورا

عمل کرنا اور کسی حال میں بھی شریعت کے کسی ایک مسئلے کی بھی مخالفت برداشت نہ کرنا

اللہ اکبر! حدودِ اللہ کی حفاظت ہی تو ایمان کا اعلیٰ نشان ہے یہی وجہ ہے کہ

انوارِ نبوت سے براہِ راست روشنی حاصل کرنے والے مسلمان یعنی صحابہ کرام، احکامِ اسلام

کی سرپلندی اور حدودِ اللہ کی حفاظت میں اس قدر سرگرم رہے کہ ایک ایک مسئلے

کی حفاظت کے لیے اپنی جان کو خطرات میں ڈال دیا۔ یاد کیجئے کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ

علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ، مسندِ خلافت پر سرفراز ہوئے، اور عرب کے لوگوں میں قلنہ ارتداد۔

شروع ہوا۔ ایک طرف تو مسیلمۃ الکذاب وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کر کے امتِ مسلمہ کو

گمراہ کرنا شروع کر دیا، اور دوسری طرف کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا

اس وقت حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمۃ الکذاب

سے بہادِ مشروع فرما دیا اور زکوٰۃ کے انکار کرنے والوں سے بھی جہاد کی تیاری

شروع کر دی۔

روایت ہے کہ امیر المومنین

حضرت ابو بکر کا ایک دن اور ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

سامنے ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ آگیا، تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ میری تو یہ تمنا ہے کہ کاش میری زندگی بھر کی تمام نیکیاں حضرت ابو بکر صدیق کے ایک دن اور ایک رات کی نیکی کے برابر ہو جاتیں۔ حضرت ابو بکر کی وہ ایک رات ہجرت والی رات ہے کہ میری تمام نیکیوں والی راتیں حضرت ابو بکر کی اس ایک رات پر قربان ہیں اور حضرت ابو بکر کا وہ ایک دن وہ دن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور کہہ دیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے اس وقت حدود اللہ کی حفاظت کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تے تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے زکوٰۃ کی ایک رسی بھی روک لی تو میں ان لوگوں سے جہاد کروں گا۔ حضرت فاروق اعظم کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے عرض کیا کہ اے جانشین پیغمبر! آپ ان لوگوں پر تلوار نہ اٹھائیے بلکہ ان لوگوں سے الفت و نرمی کا برتاؤ فرمائیے تو اس وقت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر جلال لہجہ میں فرمایا۔

أَجَبْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ زَخْوَارُ
فِي الْإِسْلَامِ إِنَّهُ قَدْ انْقَطَعَ
الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ أَيْنَقَصُ
وَأَنَا حَيٌّ

یعنی اے عمر! زمانہ جاہلیت میں تو تم بہت بہادر تھے کیا اسلام میں پیچھے اور بزدل ہو گئے
وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا اور دین مکمل ہو چکا کیا
میرے رہتے ہوئے اس دین میں کوئی کمی کی
جاسکتی ہے؟

(مشکوٰۃ ص ۵۶)

سبحان اللہ! یہ ہے حدود اللہ کی حفاظت کا جذبہ کہ آپ اس وقت تک زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کرنے رہے یہاں تک کہ مشرکین زکوٰۃ تائب ہو گئے۔ اور شریعت کا بول بالا ہو گیا؟

برادرانِ ملت! احکام الہی کی حفاظت کا جذبہ دور صحابہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر دور اور ہر زمانے میں اہل حق کا یہی نشان رہا کہ وہ کٹھن سے کٹھن گھڑی میں بھی احکام خداوندی کی حفاظت کا فرض ادا کرتے رہے۔ ایک واقعہ سن لیجئے۔

خلافت عباسیہ نئی قائم ہوئی تھی اور خاندان بنو امیہ کے بیست و نابود کرنے اور ملک سے ان کا اثر مٹانے کی کوششیں۔ بڑی بے دردی اور سفاکی سے عمل میں آرہی تھیں۔ خلیفہ، سفاح کا چچا شام کا حاکم مقرر ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس ظالم نے جن جن کو بنو امیہ کا قتل عام کرایا۔ اس کے بعد ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا۔ جنگی سپاہیوں کی قطاریں مہیب ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دربار کے اندر قائم تھیں۔ اور ان جنگی سپاہیوں کی صفوں کے بیچ میں تخت پر یہ حاکم بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے شام کے مذہبی پیشوا امام اوزاعی کو دربار میں طلب کیا!

امام اوزاعی ایک ظالم کے دربار میں

امام محدوح جس وقت گورنمنٹ ہاؤس کے دروازے پر پہنچے، تو گھوڑے سے اتار لئے گئے اور واد میوں نے ان کے بازو کو پکڑتے ہوئے ان کے قریب لا کر کھڑا کیا کہ امیر خود ان سے کلام کر سکے۔ امیر نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہ کیوں، تمہارا نام عبدالرحمن ہے؟ امام اوزاعی نے فرمایا جی ہاں! اس کے بعد ظالم، امیر نے پوچھا کہ میں نے جو بنی امیہ کا قتل عام کرایا ہے، اس خون ریزی کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ امام اوزاعی نے صاف صاف فرمادیا کہ تمہارے اور بنی امیہ کے درمیان چوں کہ عہد تھا اس لیے تم کو لازم تھا کہ تم اپنے عہد و پیمان کی رعایت کر کے، عہد شکنی نہ کرتے امیر مارے غصے کے سرخ ہو گیا اور بگڑ کر بولا کہ ہم میں باہم کوئی عہد نہ تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس وقت امیر کے تیور پھرے دیکھ کر میرے قلب پر بے کسی کی سی حالت طاری ہوئی اور جان کا خوف معلوم ہونے لگا۔ مگر فوراً مجھے خیال آگیا، کہ اے عبدالرحمن! ایک دن اس سے بھی بڑے حاکم کے حضور میں حاضر ہونا ہے اس خیال کے آتے ہی دل کا اضطراب جاتا رہا۔ اور میں نے صاف صاف امیر سے کہہ دیا کہ بے شک بنو امیہ کا خون تم پر حرام تھا اس حقیقت کے کو سن کر امیر طیش کے مارے خستہ آگیا

اور جوش خون سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، اور گلے کی رگیں ابھر آئیں۔ اسی غضب کی حالت میں کہنے لگا کہ یہ تم نے کس طرح کہا؛ امام اوزاعی نے فرمایا کہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں جب تک کہ ان تین حالتوں میں سے ایک حالت پیش نہ آئے، یا تو اس حال میں زنا کرے کہ اس کی شادی ہو چکی ہو، یا کسی کو قتل کیا ہو، یا مرتد ہو جائے۔ امیر کہنے لگا کہ کیا ہماری حکومت دینی حکومت نہیں ہے؛ امام اوزاعی نے گرج کر جواب دیا کہ تمہاری حکومت دینی حکومت کیوں کر ہو سکتی ہے؛ امیر نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے وصیت نہیں فرمائی تھی امام نے فرمایا ہرگز نہیں اگر حضرت علی کے لیے وصیت ہوتی تو آپ جنگ صفین میں کس طرح حکم بنانے کو تسلیم کرتے امیر کے پاس چوں کہ اس کا کوئی جواب نہیں تھا اس لئے وہ خاموش ہو گیا۔ مگر شدت غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور حکم دے دیا کہ امام کو دربار سے نکال دو چنانچہ امام دربار سے باہر کر دیئے گئے۔ دربار سے کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک سوار اُن کی طرف تیز آتا ہوا نظر پڑا۔ سوار کو دیکھ کر امام اوزاعی کو یقین ہو گیا کہ میرے قتل کے لیے آیا ہے۔ امام نے وقت اخیر سمجھ کر نماز شروع کر دی۔ جب سلام پھیرا تو سوار نے سلام کیا اور اشرفیوں کی ایک پٹیلی پیش کی۔ امام نے اُن اشرفیوں کو لے کر گھر پہنچنے سے پہلے ہی مسکینوں پر تقسیم کر دیا اور خالی ہاتھ گھر پہنچے (تذکرۃ الحفاظ)

برادران ملت، ایک ظالم کے دربار میں سرمتھیلی پر رکھ کر "حدود اللہ" کی حفاظت کے لیے امام اوزاعی نے کلمہ حق کہہ دیا، اور اپنی جان کی پروا نہیں کی! یہ ہے وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ، کی عملی تفسیر۔
حضرات! علمائے حق کے لیے ظالم بادشاہوں کے دربار میں جان پر کھیل کر حق مسئلہ بیان کر دینا کوئی نئی بات نہیں ہے۔

مولانا شمس الدین رومی اور بادشاہ | مولانا شمس الدین رومی کی عدالت میں ایک معاملہ میں سلطان بایزید

نے شہادت دی تو آپ نے سلطان کی شہادت کو قبول نہیں فرمایا جب سلطان نے اس کی وجہ پوچھی تو مولانا نے جواب دیا کہ چوں کہ سلطان نماز باجماعت کا پابند نہیں اس لئے سلطان کی شہادت شرعاً مردود ہے۔ حاضرین عدالت مولانا کا جواب سُن کر تھرا گئے مگر مولانا شمس الدین رومی استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے حکم شریعت سے بال بھر نہیں ہٹے اور غضبِ سلطانی کی ذرہ برابر پروا نہیں کی۔ (شقائی نمایاں)

آئینِ جواں مرداں حق گوئی دے باکی

اسد کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

پڑھیے درد و شریف !

اللہ صلی علی سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔

بزرگانِ ملت ! ان توصفات کا بیان فرماتے کے بعد خداوند قدوس نے ان

مومنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝

میرے پیارے حبیب ! ان ایمان والوں کو جو ایمانی صفتوں پر عمل پیرا ہیں آپ

میری طرف سے خوشخبری سنا دیجئے۔ سبحان اسد ! مومنین کے نام رب العالمین کی

بشارت کا پیغام آرہا ہے یہ بشارت کیسی ہے ؟ قرآن مجید کی دوسری آیت میں اس

کی توضیح اس طرح فرمائی کہ لَمْ يَكُنِ الْبَشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔

یعنی ان لوگوں کے لئے دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ فِي الدُّنْيَا بِاتِّكَرَامَةٍ دُنِي الْآخِرَةِ

بِالْحَيَاتِ ... یعنی دنیا میں اس بات کی بشارت ہے کہ پروردگار عالم ان

مومنوں کو دنیا میں صاحبِ کرامت بنا دے گا اور آخرت میں ان لوگوں کے لیے

جنت کی بشارت ہے۔ سبحان اسد واہ رے کرم مولیٰ کہ ان ایمان والوں کے لیے

دونوں جہاں میں عزت کا سامان ہے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ اَلْعِزَّةُ يَدْرِبُ

دَرَسُوْلِي وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ یعنی عزت اسد کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے

اور مومنین کے لیے ہے۔

حضرات! کون نہیں جانتا کہ اولیائے کرام سے کیسی کیسی کرامتیں صادر ہوئیں۔ یہ اولیائے کرام کون ہیں، یہ وہی مومنین ہیں جو اس آیت میں ذکر کی ہوئیں نوصفات پر مکمل طور پر عامل ہیں۔ ان مومنین سے ایسی ایسی کرامات صادر ہوئیں کہ کفار و مشرکین ان کی ہیبت سے دہل گئے بلکہ ان کرامتوں کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام بن گئے۔

دریا میں گھوڑے | تاریخ اسلام گواہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فارس میں ایک موقع پر جب کہ کفار کی فوجوں نے بھاگتے ہوئے دریا کا پل توڑ دیا تھا۔ آپ نے یہ کہہ کر دریا میں گھوڑا ڈال دیا کہ اے دریا! تو بھی خدا کے حکم سے جاری ہے اور میں بھی خدا کے حکم سے جہاد کر رہا ہوں، تو مجھے راستہ دے دے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ تمام مجاہدین نے اپنے اپنے گھوڑے دریا میں دوڑا دیئے اور تمام گھوڑے سلامتی کے ساتھ دریا سے پار ہو گئے اور صرف ان کے گھڑے ہوئے تھے۔ اسی تاریخی واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے۔

اسد اللہ الغالب! حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہاتھ سے درخیر کو اکھاڑ پھینکا، حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے زہر قاتل، متھیلی پر رکھ کر چاٹ گئے اور ذرہ برابر اثر نہیں ہوا، اور آپ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے کفار مشرک باسلام ہو گئے۔ برادران ملت! کون کون سی کرامتیں آپ کو سناؤں۔ جنگلی شیر ایک خطرناک درندہ و خوں خوار جانور ہے مگر ان مومنین کی کرامت ہے کہ وہ خادم و فرماں بردار بن جاتا ہے۔

حضرت سفینہ اور شیر | روایت ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سر زمین روم میں شکر اسلام سے بھٹک گئے۔

کی تلاش میں دوڑے جا رہے تھے کہ ناگہاں ایک شیر کا سامنا ہو گیا آپ نے ڈانٹ کر فرمایا۔ **يَا أَبَا حَارِثٍ! أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَمْرِى كَيْتَ وَكَيْتٌ ۚ** یعنی اسے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرا ایسا ایسا معاملہ ہے ابن المکذّر کا بیان ہے کہ قَاتِبُ الْأَسَدِ لَمَّا بَصَّصَهُ حَتَّى قَامَ إِلَى جَنْبِهِ یعنی شیر دم ہلانے ہوئے حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوا یہاں تک کہ آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا **ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْتَنِي إِلَى جَنْبِهِ حَتَّى بَلَغَ الْجَيْشَ** (شکوہ ص ۷۰) پھر اسی طرح ان کے پہلو میں چلتا رہا یہاں تک کہ آپ شکر اسلام میں پہنچ گئے۔ حضرت! اسی واقعے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے علامہ بوصیری نے قصیدہ بردہ میں فرمایا۔

رَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نَصْرَتُهُ

وَإِنْ تَلَقَّهِ الْأُسْدُ فِي أَجَاهِهَا تَجْمُ

یعنی جس شخص کو رسول اللہ کی امداد و نصرت کی کرامت نصیب ہو گئی اگر جنگل کا شیر بھی اس کے سامنے آجائے گا، نودہ شیر بھی خوف سے لرزہ براندام ہو جائے گا

برادرانِ ملت! حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایک بلند مرتبہ صحابی ہیں اگر جنگل کا شیر ان کا فرماں بردار و خدمت گزار بن گیا تو یہ ان کے عظیم القدر مراتب کے لحاظ سے کوئی تعجب کی بات نہیں۔ راجی! صحابہ کے غلامانِ غلام میں ایسے ایسے مومنین کا ملین ہوئے ہوئے جنہوں نے شیر کی سواری فرمائی ہے۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی، حضرت خواجہ احمد جام وغیرہ اولیائے کرام مستقل طور پر شیر کی سواری فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بوستان میں اپنا چشم دید واقعہ تحریر فرمایا ہے

یکے دیدم در عرصہ رود بار

شیر سوار ہے

کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار

سامنے آگئے

یعنی میں نے رود بار کے میدان میں دیکھا کہ ایک بزرگ شیر پر سوار ہو کر میرے

چناں ہول زراں حال بر من نشست
 کہ ترسید نم پائے رفتن بہ بست
 شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اس منظر کو دیکھ کر مجھ پر ایسا خوف بیٹھ گیا کہ مارے ڈر
 کے میرا پاؤں چلنے سے بندھ گیا ہے
 تبسم کنان دست بر لب گرفت
 کہ سعدی! مدار اُس چہ دیدی شگفت
 اُن بزرگی نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اپنے ہونٹ پر رکھ لیا، اور فرمایا کہ اے سعدی! تم نے
 جو کچھ دیکھا اُس پر کوئی تعجب مت کر دے
 تو ہم گردن از حکم داور پیچ
 کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو یا میچ
 اے سعدی! تم بھی خدا کے حکم سے گردن مت پھیرو، تو تم کو یہ کرامت نصیب
 ہوگی کہ کوئی چیز تمہارے حکم سے گردن نہ پھیرے گی۔
 محال است چوں دوست وارد تر
 کہ در دست دشمن گزارد تر
 یعنی اے سعدی! جب خداوند تعالیٰ تجھ کو اپنا دوست بنالے گا تو محال ہے
 کہ وہ تجھ کو دشمن کے ہاتھ میں پھوڑ دے۔ اور تیری مدد نہ فرمائے۔ کیوں کہ خداوند
 قدوس اپنے محبوب بندوں کی ضرور ضرور مدد فرماتا ہے اور بڑے سے بڑے دشمنوں
 کے مقابلے میں بھی اپنے محبوبوں کو مظفر و منصور فرماتا ہے۔
 برادران ملت! مومن کی شان اور ایمان والوں کی اُن بان کا کیا کہنا! کسی نے
 خوب کہا ہے

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن، نئی شان
 گفتار میں، کردار میں، امتد کی برہان
 قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
 یہ چار عناصر ہوں، تو بنتا ہے مسلمان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دل بائیں وہ طوفان

براہِ رانِ اسلام! خلاصہ کلام یہ ہے کہ کامل الایمان مسلمان کو خداوند کریم صاحب
کرامت بنا دیتا ہے۔ کائناتِ عالم! اس کے چشمِ دابر کے اشارے پر کام کرتی ہے۔
اور درندے، چرندے، پرندے، جن و انس سب باذنِ اللہ اس کے مستخرفِ فرماں
بردار ہو جاتے ہیں اور سب کے قلوب پر اس کی شوکت و سطوت کا ایسا سکھ بٹھ جاتا ہے
کہ سب اس کے خوف سے رزواں و ترساں نظر آتے ہیں۔ مختصر لفظوں میں یہ سمجھ لو کہ
مومنِ کامل صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ اور خدا کی ساری خدائی مومنِ کامل سے ڈرتی
ہے۔ حضرت رومی نے مشنوی شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
ایک حکایت تحریر فرمائی ہے۔ جو بہت ہی عبرت خیز و ایمان افروز ہے۔

حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بادشاہ
سفیہ روم | روم قیصر کا سفیر بڑے ساز و سامان کے ساتھ آیا وہ اپنے ذہن میں
امیر المومنین سے ملاقات کا ایک بڑا لمبا چوڑا پلان بنا کر چلا تھا کہ میں مدینے کے
شاہی محل اور گورنمنٹ ہاؤس میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ داخل ہوں گا
امیر المومنین تاج پہن کر تخت شاہی پر براجمان ہوں گے اور اعدا و عمائدین سلطنت
اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے۔ نقیب و دربان اپنی زرق برق و ردیوں میں
قرینے سے کھڑے ہوں گے۔ پھر دربار میں ادب سے داخل ہو کر میں تخت
شاہی کو بوسہ دے کر اسلام عرض کروں گا۔ پھر امیر المومنین مجھ کو ایک خاص کرسی پر بیٹھتے
کی اجازت دیں گے اور میں بادشاہِ روم کے تحائف ایک ایک کر کے تخت شاہی
کے نیچے ترتیب کے ساتھ رکھ دوں گا۔ پھر شاہِ روم کا پیغام عرض کروں گا اور امیر المومنین
اپنی نوازشوں سے مجھے مالا مال فرمادیں گے یہ سوال ہو گا، تو میں یہ جواب دوں
گا۔ فلاں فلاں باتیں اس طرح گوش گزار کروں گا۔ اور اپنی سلطنت کی شان و شوکت
ایسے ایسے انداز سے سناؤں گا کہ اہل دربار سلطنتِ روم کی ہیبت سے مرعوب

ہو جائیں گے غرض سیکڑوں خیالات اور منصوبے اپنے دماغ میں لے کر یہ سفیر مدینہ منورہ پہنچا۔ مگر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب مدینے پہنچ کر یہ دیکھا کہ یہاں نہ کوئی شہر بنا ہوا ہے، نہ کوئی قلعہ، نہ کوئی شاہی محل ہے، نہ کوئی گورنمنٹ ہاؤس مدینہ منورہ کے مکانات کی ایک گنجان بستی ہے۔ پورے شہر کی سب سے بڑی عمارت مسجد نبوی ہے۔ مگر اس کی شان و شوکت کا یہ حال ہے کہ کچی اینٹوں کی دیوار کھجور کی لکڑیوں کے ستون اور کھجور کی شاخوں اور پتیوں کی چھت، کچا فرش، سفیر روم حیران رہ گیا۔ کہ یا اللہ! وہ امیر المومنین جس کی ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج و تل رہے ہیں۔ اس کی سادگی کا یہ عالم ہے سارے شہر کا چکر کاٹ کر سفیر روم مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے شہر والو! مجھے یہ تو بتاؤ کہ امیر المومنین کا شاہی محل کہاں ہے، تاکہ میں یہ گھوڑے، یہ ٹمچر! یہ ساز و سامان تو وہاں پہنچا دوں حاضرین نے جواب دیا کہ ہمارے امیر المومنین کا کوئی شاہی محل نہیں ہے، نہ ان کا کوئی قلعہ ہے۔ نہ کوئی خاص گورنمنٹ ہاؤس۔ وہ ایک کچے جھونپڑے کے مکان میں رہتے ہیں اور اسی مسجد میں وہ مقدمات کا فیصلہ فرماتے ہیں بس ان کی ذات ہی ان کا شاہی محل اور گورنمنٹ ہاؤس اور قلعہ سب کچھ ہے۔ سفیر روم اور زیادہ حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا کہ اچھا! امیر المومنین سے میری ملاقات تو کراؤ۔ اتنے میں ایک دیہاتی عورت آتے آتے ہوئے بتایا کہ میں نے ابھی ابھی امیر المومنین کو فلاں باغ میں ایک درخت کے نیچے سوتے ہوئے دیکھا ہے سفیر روم جب باغ میں پہنچا تو دیکھا کہ واقعی امیر المومنین زمین پر بلا کسی بچھونے کے ایک درخت کے سائے میں دوپہر کا قیلولہ فرما رہے ہیں۔

آمد اوآل جائز دور ایستاد

مر عمر را دید، در لرزہ فتاد

سفیر باغ میں داخل ہوا، مگر جوں ہی اس کی نظر امیر المومنین کے چہرے پر پڑی، ایک

دم لرزہ بر اندام ہو کر وہشت سے کانپنے لگا۔

گفت با خود، من شہماں را دیدہ ام

پیش سلطاناں میرہ ورزیدہ ام

سفیر اپنے دل میں سوچنے لگا، کہ ہاں! میں نے تو بڑے بڑے بادشاہوں
کو دیکھا ہے اور بڑے بڑے سلاطین کے دربار میں باریاب ہو چکا ہوں، مگر!
از شہانم ہیبت و ترسے نہ بود

ہیبتِ ایں مرد ہوشم را بود

میں کبھی بھی کسی بادشاہ کی ہیبت سے آج تک خائف نہیں ہوا۔ آج کیا بات
ہے کہ اس مرد کی ہیبت سے میرے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہے۔

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمین

من بہفت اندام لرزاں چسیت ایں

یہ آدمی بغیر کسی ہتھیار کے زمین پر پڑا سو رہا ہے اور میری ساتوں انگ اس
کے ڈر سے کانپ رہی ہے۔ آخر معاملہ کیا ہے؟ بڑی دیر تک سوچتا رہا پھر آخر خود
ہی فیصلہ کرتا ہے کہ۔

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست

ہیبتِ ایں مرد صاحبِ دل نیست

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ پر جلال پر جو رعب و ہیبت نمودار
ہے۔ یہ اس گدڑی پہننے والے مرد کی ہیبت نہیں ہے بلکہ یہ ہیبتِ حق کی تجلی ہے
جو ان کے چہرے پر عیاں ہے۔

مولانا رومی علیہ الرحمہ اس حکایت کو نقل کرتے کے بعد صاف صاف اس
حقیقت کا انکشاف فرماتے ہیں کہ

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید

ترسد از وی جن دانس و ہر کہ دید

یعنی جس شخص نے خدا سے ڈر کر تقویٰ کی زندگی اختیار کی، تو اس سے جن

و انسان ہی نہیں بلکہ کائنات عالم میں جو چیز بھی اس کو دیکھ لے گی اس کے خوف سے لرزاں و ترساں ہو کر ڈر جائے گی۔ یعنی جو شخص خدا سے ڈر اساری خدائی اس سے ڈرتے لگتی ہے۔

برادرانِ ملت! یہی مطلب ہے ”وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ“ کا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ مومنین کو کرامت کی بشارت عطا فرماتا ہے۔ اور آخرت میں ان کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔ بزرگو اور بھائیو! جنت کا ذکر اگیا ہے تو کچھ اس کا بیان بھی سن لیجئے!

مسلمان بھائیو! سبحان اللہ! جنت۔ اللہ اکبر! جنت کا جنت کیا ہے؟ کیا کہنا! جنت رب العالمین کا وہ عظیم الشان انعام ہے

کہ جس کی نعمتوں کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ۔
 لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ
 وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبٍ بَشَرٍ
 یعنی ان نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ
 کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے
 دل میں اس کا خیال آیا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۹۵)

قرآن کریم میں بھی رب العزت جلّ جلالہ، تے جنت کی نعمتوں کا جا بجا طرح طرح سے بیان فرمایا۔ اور بڑے بڑے دلکش انداز میں اہل جنت کی زندگی کی منظر کشی فرمائی۔ لیکن پھر بھی ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ فَلَا تَعْلَمُوهُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ یعنی اہل جنت کے لیے جو آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے اس کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

مسلمانو! یوں تو جنت میں بے شمار نعمتیں ہیں مگر سب سے بڑھ کر، سب سے افضل و اعلیٰ نعمت یہ ہے کہ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ یہ وہ نعمت ہے کہ دنیا و آخرت، اور پوری جنت کی نعمتیں اس پر قربان ہیں۔ کسی عارف باللہ نے کیا خوب کہا ہے۔
 جنت میں بھیج یا مجھے دوزخ میں ڈال دے
 جلوہ دکھا کے پر مری حسرت نکال دے

حضرات! آج ہم مسلمانوں کو جنت کی طلب اور اس کا ذوق نہیں رہا۔ کیوں کہ
ہمارا ایمان مضہمل، اور جذبہ اسلام تقریباً فنا ہو چکا ہے۔ اور ہم دنیا کی چند روزہ
اور فانی نعمتوں پر اس قدر فریفتہ ہو چکے ہیں کہ گویا یہی دنیاوی نعمتیں ہماری
جنت ہیں۔ استغفر اللہ! کہاں دنیاوی نعمت؟ اور کہاں نعمت جنت؟
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جنت کا شوق | اللہ، اللہ! صحابہ کرام جن کے سینوں کے صندوق اور دلوں
کی تجوریاں، دولت ایمان سے مالا مال تھیں۔ ان کے
ذوق جنت کا یہ عالم تھا کہ ایک بہادر صحابی جنگِ احد میں جب کہ لڑائی پورے
شباب پر تھی بے پروائی کے ساتھ کھجوریں کھا رہے تھے ایک دم رحمتِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں اس جنگ
میں شہید ہو گیا تو میں کہاں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ "جنت میں" اس بشارت
سے بے خود ہو کر وہ اس طرح کفار پہ ٹوٹ پڑے کہ لڑتے لڑتے جامِ شہادت
نوش کر لیا (بخاری ص ۵۷۹)

بہر کیفیت! برادرانِ ملت! قرآن مجید نے ان مومنین کے لیے جو توصفات ایمان
کے جامع اور عامل ہیں، دنیا و آخرت کی بشارت کا مژدہ جاں فرمایا ہے۔ اس
لئے ضرورت ہے کہ ہم سب ان توصفتوں پر عمل پیرا ہو کر کامل الایمان مسلمان بنیں اور
خداوندِ قدوس جل جلالہ کی بشارت دارین کے حقدار ٹھہریں۔

میرے بزرگو اور بھائیو! خدا کے لیے اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرو کب تک
اس دنیائے فانی کی محبت میں گرفتار ہو گے؟ بہت سوچو، اب جاگو! آنکھیں کھولو!
اور ہوشیار ہو جاؤ! ذرا سوچو! یہ دنیا اور دنیا کی زندگی کیا ہے؟ یاد رکھو! ہے

إِنَّمَا الدُّنْيَا كُنْأَاءُ كَيْسٍ لِلدُّنْيَا ثُبُوتٌ

إِنَّمَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا كَفَسَجِ الْعَنَكَبُوتِ

مکڑی کا گھر! دنیا کے لیے فنا ہی فنا ہے۔ دنیا کے لیے ثبوت و بقا نہیں ہے

کر لو اور اپنی زندگی کو شریعتِ مطہرہ کے سانچے میں ڈھال کر کامل الایمان مسلمان بن کر جیو، اور صاحبِ ایمان رہ کر مردِ ایمان و عملِ صالح "یہی حاصلِ زندگی ہے۔
 یاد کرو! ایک دن آنے والا ہے۔ خدا کی قسم ضرور آنے والا ہے کہ ہم تم موت کے بستر پر پڑے ہوں گے۔ تجوری دولت سے بھری ہوگی۔ گھر میں پچاسوں من اناج پڑے ہوں گے۔ ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کے مشکے رکھے ہوں گے۔ اچانک ملک الموت آجائیں گے، اور فرمائیں گے کہ خیردار! اب تم ان اناجوں میں سے ایک دانہ بھی نہیں کھا سکتے۔ اب تم اس پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے۔ اب تم اپنی دولت میں سے ایک پیسہ بھی نہیں خرچ کر سکتے۔ اچانک جاں کنی شروع ہو جائے گی پھر دفعتاً زبان بند ہو جائے گی اور روح پر واز کر جائے گی اور ہم تم کچھ نہ کر سکیں گے۔ اس لیے عزیزو اور دوستو اس وقت کے آنے سے پہلے۔

جو کچھ آخرت کے لئے کرنا ہے، کر لو۔ ورنہ انوس و حسرت اور شرمندگی و ندامت کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا! اے

مانو نہ مانو، آپ کو یہ اختیار ہے!
 ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

ذ

والآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین و

ذ

(آمین)



سَلَامُ

السلام! اے تاج والے! دو جہاں کے راج والے
عاصیوں کی لاج والے! اے مرے معراج والے

یا نبی! سلام علیک، یا رسول! سلام علیک،
یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک
تم شفیع المذنبین ہو! سرور دنیا و دیں ہو!
صادق! الوعدہ میں ہو! رحمۃ اللعالمین ہو!

یا نبی! سلام علیک، یا رسول! سلام علیک
یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک
تم ہوشیاری کبریائی! ختم تم پر مصطفائی
یا رسول اللہ! دہائی! کیے مشکل کشائی

یا نبی! سلام علیک، یا رسول! سلام علیک
یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک
دکھ بھرے نالوں کا صدقہ ناز کے پالوں کا صدقہ!
کر بلا والوں کا صدقہ بھیک دو لعلوں کا صدقہ

یا نبی! سلام علیک، یا رسول! سلام علیک
یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک
رنج کے ماروں کی سُن لو! معصیت کاروں کی سُن لو
اپنے لاچاروں کی سُن لو ہم گنہ گاروں کی سُن لو

یا نبی! سلام علیک، یا رسول! سلام علیک
یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک

دُعَاء

یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم! صدقہ تیرے حبیب کے دامنِ رحمت کا خداوند! وسیلہ اولیائے امت کا، طہنیل شہداء نے ملت کا۔ الہی! اگر میرے غلط ہیں کوئی خطا، کوئی غلطی، کوئی لغزش ہو گئی ہو، تو اپنے کرم سے میری خطاؤں، لغزشوں اور غلطیوں کو معاف فرما دے اور اس غلط کو قبول و مقبول فرما کر تمام حاضرین کے لئے ذریعہ نجات و باعثِ ہدایت بنا دے۔

الہی! ہم سب کو اسلامی زندگی، ایمانی موت، خاتمہ بالخیر نصیب فرما اور میدانِ حشر میں اپنے حبیب کی شفاعت سے سرفراز فرما۔

یا ارحم الراحمین! سب کی نیک مرادوں کو پوری فرما دے، بیماروں کو شفاء، قرض داروں کو قرض سے نجات دے اور بے اولادوں کو نیک صالح اولاد عطا فرما اور تمام مومنین و مومنات کو برکاتِ دارین سے سرفراز اور دولتِ کونین سے مالا مال فرما۔

آمین یا رب العالمین

یا الہی! ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو

جب پڑے مشکل، شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الہی! بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو

شادی دیدارِ حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی! گور تیرہ کی جب آئے سخت رات

اُن کے پیار سے منہ کی صبح جاں فزا کا ساتھ ہو

یا الہی! جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے

ساقی کو تر، شہ جو د عطا کا ساتھ ہو

یا الہی! حشر کی گرمی سے جب بھڑکیں بدن
 دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
 یا الہی! جب سر شمشیر پر چلنا پڑے۔
 ربِّ سلم، کہنے والے پیشوا کا ساتھ ہو
 یا الہی! جب رقتا خواب گراں سے سر اٹھائے
 دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

ذ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَتُبْ عَلَيْنَا
 إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ وَعَلَى اللَّهِ تَعَالَىٰ خَيْرُ
 خَلْقِهِ مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۝
 (آمین)



وَقَدْ طَعَّمْتُ النَّبِيَّ ﷺ لَقَدْ فَتَقَدَّ أَطْلَعُ اللَّهُ ﷻ
اور جس نے رسول کا حکم مانا تو یقیناً اس نے اللہ کا حکم مانا

بخاری شریف مترجم

قیمت مکمل سیٹ تین جلدیں ————— روپے

مصنف
امام المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

ترجمہ از
فاضل شہر مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ پوری

مطلبے فرمائیے

فریدی ٹیکسٹل مل، ۴۰ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ
مَنْ يَطِيعِ السُّلْطَانَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ كَسَبَ لَهُ الْجَنَّةَ

سُنَنِ ابْنِ مَاجَه

(عربی اردو)

جلد اول جلد دوم

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(المتوفی ۲۲ رمضان ۲۴۳ھ)

ترجمہ: مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ چانوری

قیمت: مکمل سیٹ ۵۰ روپے

ناشر

فرید بک ٹرال ۴۰۰ اردو بازار - لاہور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ يُطِيعِ النَّبِيَّ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَفِيهِ الْفَيْضُ الْمُسْتَقِيمُ
جس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے
منہ چھوڑا تو ہم نے بھی اپنا کر نہیں دیا

سُنَنِ ابُو داوُدَ شَرِيف

(مُتَرَجِمٌ)

تصنيف

امام ابوداؤد سلیمان بن شعث سجستانی

۸۲۰۲ ————— ۸۲۶۵

۶۸۱۶ ————— ۶۸۸۹

ترجمہ و فوائد

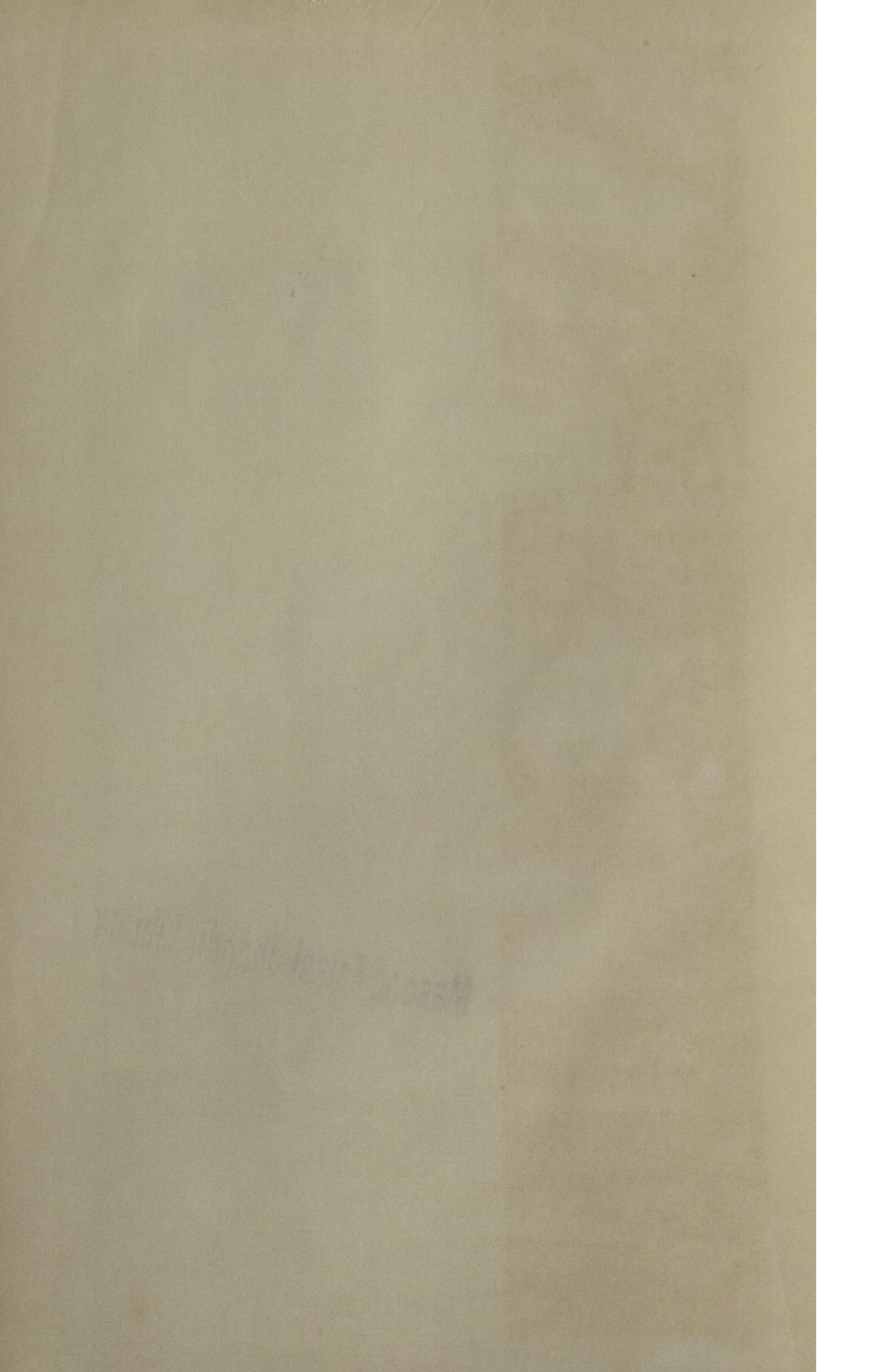
مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

(مترجم مجمع بخاری سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک)

تقسیم کار

قیمت مکمل سیٹ تین جلدیں - ۳۰۰/-

فرید بک ٹرال
۴۰ اردو بازار - لاہور پاکستان



الحمد لله تعالى

کہ فرید بک سٹال لاہور اشاعت و طباعت کے عظیم تر توسیعی پروگرام
کے تحت انشاء اللہ برصغیر کے نامور عالم دین اور عظیم سنی مفکر شیخ الحدیث حضرت
علامہ مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب کے رشتہات فکر کو زیور طبع سے آراستہ
کر رہا ہے۔ انشاء اللہ حضرت علامہ مدظلہ العالی کی جملہ تصنیفات بہت جلد منصفہ شہود
پر آجائیں گی۔

کارکنان فرید بک سٹال لاہور رب ذوالجلال کے بے پایاں فضل و
کرم کیلئے سراپا پاس گزار ہیں کہ اُس نے انہیں کا بر اہلسنت کی تصنیفات و
تالیفات کو شائع کرنیکی توفیق بخشی، الحمد للہ علی ذالک اس سلسلہ میں خلیل
ملت حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی صاحب قدس سرہ اور سلطان ^{عظمیٰ} لوانی
حضرت مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں کی تصنیفات نیز تراجم صحاح ستہ از علامہ مولانا عبد الحکیم
خان صاحب اختر شاہ بھمانپوری مدظلہ اور حضرت مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب مدظلہ
شائع ہو چکے ہیں علاوہ ازیں بیسیوں کتب مشتمل بر تفسیر، حدیث، تاریخ، تصوف، فقہ
سیرت اور دیگر موضوعات پر شائع ہو چکی ہیں اور بیسیوں اپنی تکمیل کے آخری مراحل میں
یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور حبیبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضانِ نظر ہے
کہاں میں اور کہاں نکلتی گل نسیم صبح تیری مہربانی

فرید بک سٹال ۴۰ اردو بازار لاہور